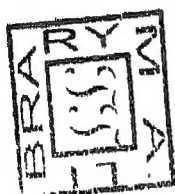


مراۃ الغیب



دیوان اوّل

جناب امیر پینائی مراد

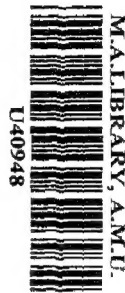
۴۹۴۸

CHECKED

23.5.02

قیمت

مجلد ہر چار روپے اٹھ



ناشر
مکتبہ کلیاں لکھنؤ

Agma

ٹیلیفون ۵۷۲۵

پرنٹر: شاہی پریس

ناشر: شمیم (نہرو ڈوی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امیر مینائی

حضرت امیر مینائی اردو زبان کے اکابر شعراء میں تھے اور اپنی لسانی اور علمی حیثیت سے بھی ممتاز تھے۔ امیر مینائی اپنے زمانہ میں لکھنؤ کے شعراء میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول تھے۔ ان کی یہ شہرت ان کے علم فضل، ان کے اخلاق و تدبیر، ان کی کثیر تصنیفات اور بلند پایہ شاعری کی بدولت تھی۔ آخری تاجدار اور مدد و احباب علی شاہ اللہ کی بہت قدر کرتے تھے لیکن جب اردو کی حکمرانیت کا ستارہ گہنا یا اور گہوارہ علم و ادب انگریزوں کے ہاتھوں بڑھ ہو گیا تو ذاب و دھست علی خاں والی رانیور نے حضرت امیر مینائی کو اپنے پاس بلا لیا اور بہت ہی عزت و احترام کے ساتھ رکھا۔ علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال اور اگلے حضرت خطاہ دکن نے بھی ان کو شاہانہ عنایتوں سے نوازا۔

حضرت امیر مینائی کا پورا نام امیر اسحاق تھا۔ امیر تخلص تھا اور چونکہ آپ حضرت شاہ مینا کے خاندان سے تھے جن کا زار مبارک لکھنؤ میں سرچشمہ فیض عام ہے اس لئے مینائی کہلائے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام مولوی کوہ محمد تھا۔ حضرت امیر مینائی ۱۶ رجب المرجب ۱۲۸۵ کو دہلی کے دن سارے دس بجے لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ یہ شاہ نصیر الدین جید کا زمانہ تھا۔ دسویں کتابیں مفتی سعد اللہ اور علمائے فرنگی محل سے پڑھیں۔ امیر مینائی بڑے فکرمند اور عابد، زاہد اور صوفی منش انسان تھے طب، جفر اور نجوم وغیرہ سے بھی واقف تھے۔ وہ نہایت ذکی، طباع، مخفی، جفاکش اور دھنورار تھے۔ حضرت مظفر علی آسیر کے شاگرد تھے اور بہت جلد قابلیت میں استاد سے آگے نکل گئے۔

امیر بہت بزرگو شاعر تھے۔ انھوں نے بہت سی کتابیں شریں بھی لکھی ہیں۔ ایک دیوان غزل میں تلف ہو گیا تھا پھر ۱۸۹۵ء میں آتشزدگی سے اکثر قصائید ہل کر خاک ہو گئیں۔ ان کے دو دیوان

”مولا الغیب“ اور ”صنم خاں عہد عشق“ کا شفا نہ مل گیا ہے۔ ”صنم خاں عہد عشق“ کا شعر ہے۔

آج کل کھنڈ کے شعراء نے تقدیر اور متاخرین کو مٹا دیا اور نامہ مستقیم و الحاق اور آئینہ و نقاش
 خصوصاً مورخ و نقاش ہفت لہجہ ہو رہے ہیں ایسی حالت میں امیر مینائی کے کلام کی اشاعت کو کراہ
 اللہ کے کلام پر اگر راستہ قس کو ناگزیر جرات کی بات ہے مگر ان کی زندگی کا سب سے بڑا کام ان کے ان کی
 شاعری ہی ہے اور اپنی شاعری ہی کی بدولت وہ شہرہ رسا ہو گئے اس لئے شاعر ہی کہ ان کی
 شاعری کو باقاعدہ پاتہ پہنچایا جائے۔

امیر مینائی کو صرف شاعری پر کمال تھا نہ صرف شاعر تھا بلکہ شاعر اور شاعر کے درمیان
 کبھی جرات تھے تو کبھی ناقص و ناقص۔ شوکت انصاری، مناجات خیال، مصفا فیروز، خوش اسلوبی
 تاوڑ شہید بات، دل فشیں، استعارات و محاورات، اخلاق و اصول کی باتیں، تصوف، مذہب و شوق
 درو، معاملہ بند و ادا بندی وغیرہ کی شاعرانہ لفاظیوں سے ان کا کلام لایا ہوا ہے۔ قافیہ پس طرز کا
 مضمون پاتا تھا وہ اپنی صورت طبع کے زور سے دنیا پر مضمون اُسے عطا کر دیتے تھے اور شعریں
 کوئی نہ کوئی لفظ دیا رکھ دیتے تھے کہ بلاغت کا دیر پا پتہ اور نہایت کا سند ہو جائے مارنے لگتا تھا
 امیر کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شاعر پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنے آپ کو اپنے علم و فضل
 کے زور سے شاعر بنا لیا تھا لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جو شخص فطری شاعرانہ طبیعت کے
 نہیں آیا وہ خود کو ایسا قادر الکلام شاعر بنا ہی نہیں سکتا اور کچھ واقعات شہرہ ہیں کہ امیر مینائی
 نے بچپن ہی سے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔

اب آتا ہے ہر بار پرستا نہیں بانی اس غم سے میرے آفسوس کی بڑی ہوائی
 یہ شعر اس وقت کا ہے جبکہ امیر نو برس کے طفل شکرت تھے۔ اس لئے وہ عوس کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے
 کہ وہ قدر شا شاعر پیدا ہوئے۔ ازل سے انھیں دیگر خصوصیات کے ساتھ یہ تحفہ بھی ملا اور اسی چیز
 نے ان کو شہرت کے بلند بام پر پہنچایا۔

آئیے ہر ایک اعتراض پر یہ بھی ہے کہ ان کے یہاں آمد نہیں ہے اور وہ ہے اور اس کی وجہ یہ
 بیان کی جاتی ہے کہ آئینہ کے یہاں عشق مجازی کا ثبوت نہیں ملتا اور اس کے بغیر واردات محبت
 کی صحیح تصویر کشی اور جذبات نگاہ ممکن نہیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ واردات محبت کی
 صحیح تصویر کشی اور جذبات نگاہ کی قوت خدا داد ہوتی ہے۔ اس کا انحصار شاعرانہ قوت پر
 ہوتا ہے اور جب کہ خدا کی طرف سے یہ قوت و دلچسپی ہو جائے اس کے لئے یہ بات دشوار نہیں ہو سکتی۔

یہ ادبیات ہے کہ ہم کو اپنی نااہلی کی بدولت محال معلوم ہو دوسرے یہ کہ ہم کو یا آپ کو آمیزش کے عشق میں مجازی کا ثبوت نہ ملتا اس کے عدم یا وجود کی قطعی دلیل نہیں ہو سکتی ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو۔

ظرف عالی ہے امیر اکبر دینا کی

اور خود امیر سمجھتے ہیں کہ ان شاعر حسنینوں پر جو اہل نہیں ہوتا کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا اور اس قسم کے لائقہ اور شمار میں جو سے تہ چلتا ہے کہ وہ حسن و عشق کی دامداتوں اور کارفرما سے بخوبی واقف تھے۔

امیروں پر یہ الزام بھی صحیح نہیں ہے کہ ان کی شاعری صرف فاضلہ وغیرہ کے رنگ کا ہے۔ تشبیہات و استعارات اور رعایت لفظی وغیرہ کے سوا اس میں جوئے شمال و سوز گداز کا نام ہی اور یہ کہ انہوں نے زمانے میں انہوں نے دایع کا رنگ مقبول دیکھ کر اس کی تقلید کی حقیقت یہ ہے کہ یہاں تک تشبیہات و استعارات مضامین و تخیل اور انداز بیان وغیرہ کا تعلق ہے امیروں پر یہ بھی جوئے کی ہیں اور قریب وہ مضامین میں نئی جان ڈالی ہے۔ تصوف، ورد و تاثیر وغیرہ سے بھی ان کا کام خالی نہیں ہے۔ البتہ ان جوایہ یا دوں کو نظر غور سے دیکھئے اور لاشعش کر کے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

امیروں نے غزلوں کے ساتھ ہی ساقی نعتیں بھی کہی ہیں اور نعتوں کا پروردگار "مہمناہد خاتم النبیین" کے نام سے موجود ہے۔ گو نعتوں میں امیروں نے شاعری سے بہت کم کام لیا ہے پھر بھی اس میں نازک تیرائی اور شاعرانہ لطافت کے اعلیٰ نمونے جایا نظر آتے ہیں۔ امیروں کی نعتیں ان کے زمانے میں ہی مقبول تھیں اور محافل میلاد اور سماع کی مجلسوں میں لوگ ان سے پورا قاری لطف اندوز ہوتے تھے۔ ان کی نعتوں کے چند شعر ملاحظہ فرمائیں۔

بھونکا جو کوئی اُسے دینے کی ہوا کا ٹھنڈا ہو کلیجے سے مشتاق لقا کا
بیمار ہوں میں الفت محبوب خدا کا اس درد میں ملتا ہے خراب کو دوا کا

یا خدا جس میں جنتک کہ ہری جان رہے تجھ پہ ہمدے سے محبوب پر قربان رہے
قامت سرور کو نین کے کہتوں میں اٹھو یا خدا ہاتھ مرے صبر کا میدان ہے

اپنے محبوب کو اک بار دکھا دے یا رب
اب تو وہ روضہ پر نور دکھا دے یا رب

مرسل و اور خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
توحید کے پیغمبر تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب پر عیاں ہوئے آپ کے جوہر صلی اللہ علیہ وسلم
جان مجسم روح معنوی، صلی اللہ علیہ وسلم
مالک کشتہ تخت نہ افسر صلی اللہ علیہ وسلم
ہاتھ کا تکیہ خاک کا بستر صلی اللہ علیہ وسلم
سپہن بیاں، زلف معنوی صلی اللہ علیہ وسلم
در ہمیشہ رہتا ہولہ صلی اللہ علیہ وسلم

اوصاف مینائی کی عاشقانہ غزل رنگ برنگے پیو لوں کا ایک گلدستہ اور قیمتی جوہر کا ایک
خزینہ ہے مثلاً "گلستاں کا" "بیا بیاں کا" اس زمین میں ایک گریباں ہی کے کانچے کو بیٹھے تو آپ کو پتہ
چل جائے گا کہ آہیو نے کیسے کیسے گل بھلائے ہیں اور اشعار کتنے متفق رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔
نہیں سودا فقط یوسف کو اسکے دور داماں کا
مے ہی سائے دامن اٹھا کر ناز سے چلنا
نہ ہو کا بند جب تک نقد جاں باقی ہے قالب میں
نظر آیا وہ پہرے ہوئے ہوتے رہ گئے وحشت
کہاں سنا تھا وحشت میں کہ نامہ یار کو لکھتا
تو دو کیا ہو تم کو یہ تو دو ٹانگوں میں اچھا ہے

غزل کا مینو مینائی حرم اپنی قوت شاعری کی بدولت ہر رنگ میں بہتر ہے ہر شے نکال سکتے تھے رنگ و دو این پڑھتے
ایسے گلہ سے معلوم ہوں گے جنہیں گلستاں ارادہ کے ہر جن کے پھول اکونظر آئینے رنگ کا اعتبار سے بھی اور رنگ کی لحاظ
میں یعنی تخی کی لیکر اپنے ماحول کے عینک میں تم کی شاعری عجب عجب قبول رہی ہے جس ذہنیت اساتذہ مشہور
مروء نے ہیں آہیو مینائی نے ہر دے کے عینک شاعر کے پہلے پہلے پرواز کر لی کہ شمش کی جو شاعرانہ قوت و شہرت
کا اس نے بہتر کیا شہرت ہو سکتا ہو آپ بھی ایسے استادوں کا کلام ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً انکا اشتیاق ہی کے قابل ہوگا۔

شہیم انہر قوی (ایم۔ اے)

دو قوں عالم کے کبیروں سے پھر اوے یا رب
زندگی بھد میں حسرت سے ہوئی ہے آخر

خلق کے سرور شاخ محشر صلی اللہ علیہ وسلم
نور مجسم، نیر اعظم، سرور عالم، مونس آدم
فخر چاہیں عرش نکالیں شاہ شہاں ہی سیف رہا ہیں
قلب عالم، کعبہ اعظم، سب سے مقدم راز کے محرم
دولت مینا تھا کہ برابر ہاتھ کے خالی دل کے تو نگر
رہے ہوئی، ہادی عیسیٰ، تارک دنیا، مالک عقبی
سرور امان، پھر گلستاں، جہر تاباں، مہر و نشاں
جہر سے ملو ریشہ ریشہ فوت آہیو اپنا ہے پیشہ

اوصاف مینائی کی عاشقانہ غزل رنگ برنگے پیو لوں کا ایک گلدستہ اور قیمتی جوہر کا ایک
خزینہ ہے مثلاً "گلستاں کا" "بیا بیاں کا" اس زمین میں ایک گریباں ہی کے کانچے کو بیٹھے تو آپ کو پتہ
چل جائے گا کہ آہیو نے کیسے کیسے گل بھلائے ہیں اور اشعار کتنے متفق رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔
نہیں سودا فقط یوسف کو اسکے دور داماں کا
مے ہی سائے دامن اٹھا کر ناز سے چلنا
نہ ہو کا بند جب تک نقد جاں باقی ہے قالب میں
نظر آیا وہ پہرے ہوئے ہوتے رہ گئے وحشت
کہاں سنا تھا وحشت میں کہ نامہ یار کو لکھتا
تو دو کیا ہو تم کو یہ تو دو ٹانگوں میں اچھا ہے

غزل کا مینو مینائی حرم اپنی قوت شاعری کی بدولت ہر رنگ میں بہتر ہے ہر شے نکال سکتے تھے رنگ و دو این پڑھتے
ایسے گلہ سے معلوم ہوں گے جنہیں گلستاں ارادہ کے ہر جن کے پھول اکونظر آئینے رنگ کا اعتبار سے بھی اور رنگ کی لحاظ
میں یعنی تخی کی لیکر اپنے ماحول کے عینک میں تم کی شاعری عجب عجب قبول رہی ہے جس ذہنیت اساتذہ مشہور
مروء نے ہیں آہیو مینائی نے ہر دے کے عینک شاعر کے پہلے پہلے پرواز کر لی کہ شمش کی جو شاعرانہ قوت و شہرت
کا اس نے بہتر کیا شہرت ہو سکتا ہو آپ بھی ایسے استادوں کا کلام ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً انکا اشتیاق ہی کے قابل ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قصیدہ در مدح جناب مستطاب بلال رکاب انجم خدم نواب
محمد کلب علی خان بہادر دام ملکہم اقبالہم متسلیمہ مناظرہ دانش و دہم

تخت کا غدیہ ہوا صدر نشین شاہ قلم	دارے طبع کی صورت ہیں الف تکلی علم
ہیں جو یہ عرصہ کا غدیہ حروف و حرکات	یہی لشکر ہے یہی فوج یہی خیل و خدم
ہے فصاحت جو مصاحب تو بلاغت و نیکم	وزر امر تیرے و بدیدہ و جہاد و حشم
منتخب ہیں جو مضامین تو سنانی ہیں لطیف	ہیں وہی گنج و خزائن وہی دینار و درم
اہل دفتر نے جو کی کھول کے بستوں کی نشست	گردن نشی گردوں ہوئی تسلیم کو ختم
کبھی منصب کبھی تقسیم میں دیں جاگیریں	شوق لکھے گئے ہونے لگے فرائز و رقم
وقت دربار ہوا جمع ہوئے مجرائی	عقل فہم و خرد و ہوش و تدابیر و حکم
سامنے آنے لگے خیر طلب بہر سلام	مرد ہا تھا جو ادب کا دہ بکار ایہیم
رو برو خسرو و حجاجہ فلک فر کے نگاہ	تا ابد سلطنت پشت و پناہ عالم
ہوئی مجرے سے بگئی جو فراغت حاصل	مسند حکم ہوئی مطلع انوار قدم

رد برد و دستخط خاص کولایا کاغذ
 عرضیاں گذریں خلاق کے برائے مطلب
 بعد اخبار کے پرچوں کی جو نوبت آئی
 کہ ملازم میں جو سرکار کے دانش و دہم
 بحث اک بات کی دونوں میں پیری و سبکی
 حکم عالی یہ ہوا جلد کرو حاضر بزم
 حاضر بزم ہوئے وہ تو ہوا یہ ایما
 عرض دانش نے یہ کی روز آباد تک قائم
 بندہ خاص نے دیکھے ہیں بزرگوار سال
 ایک حاکم ہے فلک جاہ خود مندر کی
 نام ہے کلب علی خان بہادر زحجہ
 علم میں حکم میں جو دو کرم و ہمت میں
 جسیں جو بات ہو کیونکر اسے کوئی نہ کہے
 میرے کہنے کو ذرا دہم نے باور نہ کیا
 کہ کمال اتہ کا حصر ایک میں ہونا ممکن
 کیسے کیسے نہیں گذرے ہیں جہانیں نامی
 سارے عالم میں ہر سبیاں کی نصیب ہو
 کہ کو معلوم فلاطوں کی نہیں جو حکمت
 چار سو ہمت حاکم کا ہے آوازہ بلند
 تو جو کہتا ہے کہ ان سب سے بڑھ کر کوئی
 میں یہ کہتا ہوں میں دعوئی میں ہوں کا صاف

حکمت الدولہ جو تھا منشی یا قوت رقم
 لب ہوئے لعل فشاں کھل گئے البوا کرم
 سنے مضمون کا اک پرچہ ہوا پیش اسدا
 در دولت یہ ہو ہنگامہ لڑے میں باہم
 کہ ہم گتھ گئے ہیں صورت خط تو ام
 دیکھیں کیا کہیں یہ خود دونوں ہم ہو گئے حکم
 کیوں لڑے کیا سبب جنگ ہو گا ہوں ہم
 یہ حکومت یہ ایالت یہ شہامت یہ حشم
 حکمرانان زمانہ رو سائے عالم
 صاحب علم و ہنرمندن اخلاق و کرم
 جسکے خدام ہیں ہم مرتبہ قیصر و جم
 ہے وہ یکتا ہے زمانہ سرفردس کی ختم
 پیش انصاف گزیر حق کا چھپانا ہو تم
 بلکہ مارا رہ انکار میں منکر نے قدم
 کارخانہ ہے خدا کا نہیں خالی عالم
 خواجگان عربستان و حنا دیدہ رقم
 سارے آفاق میں کسری کی عدالت ہو تم
 حکم نادر ہر عیاں جلوہ نما عشرت جم
 شش بہت پر ہر عیاں سب سے بڑی رستم
 زعم باطل ہو فقط ماتے ہیں کب اسے ہم
 ہیں دلائل جو ہوں گوش شنوا گوش ہم

مرآۃ الغیب

کچھ یہ سنتا نہیں انکار پہ باندھے ہے کر
ہو گیا حکم کہ ہاں ٹھکرے بحث ہو گرم
دہم بولا کہ مجھے عدل میں پہلے ہے کلام
فی البدیہہ اسے دانش نے دیا تب یجاب
میرے مدد و مدد کا وہ عدل جو تھا عدلِ مول
کفر و اسلام کے آئیں میں ہو ظاہر تفریق
چپ ہو اور ہم کہا خیر یہ مانا میں نے
ہنس کے دانش نے کہا یہ بھی نہیں سمجھا تو
وہ بھی دیتا تھا خلائق کو جو دیتا تھا خدا
بیش ازین نیست کہ دعوت میں کیا کرتا تھا حق
میرے مدد و مدد کی کنوڑ نہ خزاں کی جو حد
اتنے سائل تھے قبیلے میں نبی ملے کے کہاں
روز پاتے ہیں زور و زنج ہزاروں سائل
کہتے ہیں صاحب زور ہو کے غنی زرخیزی
بات معقول تھی کچھ دہم کو آیا نہ جواب
ابو کچھ دیر کے بولا کہ رہا اب یہ کلام
کس جوان مرد نے مانا نہیں لو ہاں اس کا
سنکے اس بات کو دانش کو ہوا کچھ جو سکوت
شاہنامہ نہیں کیا تیری نظر سے گذرا
سیستان میں تھا فقط ایک گنہگارِ سبیل
میرے مدد و مدد کی جرات تھی بھلا آئیں کہاں

گفتگو سے طریقین آپ ہمیں ہو کے بہم
ایک اک بات کا ہو فیصلہ لاہو کہ نعم
نام کسری کا ہے انصاف عدالت میں علم
چاہے آپ بھی پاتا ہے کہیں رتبہ یم
عدل کسری میں ضلالت کے طریقے منضم
چشم بینا میں کبھی ایک نہیں نور و ظلم
کون حاکم سے زیادہ ہے یم جو دو کرم
بادشہ تھا نہ کسی ملک کا حاکم حاکم
اسمیں جتنے ہوں میسر سے دینار و درم
گو سفند و بزدیش و شتر و اسب و ختم
سب وہ تھے جو خلائق کا رہے جو دو کرم
جمع آسکی در دولت پہ ہے سارا عالم
ہر تہید دست ہے اب مالک دینار و درم
یہ وہ حاکم ہے کہ ہیں اس کے گدگد حاکم
نطق ہو بند کو منہ کھول سکے کیا اکبر
کہ شجاعت میں یہ افضل ذکر اخذ از تہم
قابل جرات رستم ہے عجب تا تجھ
میں بھی موجود تھا بولا کہ خوشی ہے ستم
آپ کہتا ہے یہ فردوسی اعجازِ رقم
شاہنامہ جو کہا میں نے بنا یا رستم
رعب سے اُس کے صفیں ہوتی ہیں رستم بہم

اب جو ہیں اسلحہ جنگ یہ آگے تھے کہاں
اسیہ پڑ جائے صفت فوج عدد میں بھاگڑ
اسمیں بھی بند ہوا دہم توئی اور ہی راہ
کی یہ تقریر کہ اچھا نہ سہی ذکر نبرد
جام حشید کی پوشیدہ نہیں کیفیت
سنکے دانش نے کہا خوب کہاں تھکھو خمیز
فرض کردم کہ ہوتا ہوں سب اسباب نشاط
آپ ہی میں جو ہو اسکو مو حاصل کیا خاک
اگلے لوگوں میں کہاں تھی یہ تراش اور تراش
پیرسن رشک چین بولمیں رنگ رنگ
خوبصورت وہ حسین ماہ جس میں پیش نظر
کبک دھاؤں کی رفتار تو جیتے کی کر
رقص وہ جس سے سرا سیمہ ہوتا دس فلک
جام جم سے اگر آئینہ تھا احوال جہاں
طرح میں وضع میں ترصیع میں ایجاد میں
نہ چلی دہم کی اس میں بھی تو بولا مجبور
حکم نادر کا فلاطون کی ہے حکمت باقی
کہا دانش نے کہ یہ بات بھی دشوار نہیں
دجہ تزجج کی نادر سے تو یہ حکم میں ہے
آنکھیں کسکی نہیں نادر نے نکالیں بھرم
کسکی گردن پہ نہ ناور کی چلی تیغ جفا

نہ یہ تو ہیں نہ یہ گولے تھے نہ سیل نہ بم
سر میدان جوڈ کارے صفت شیرا جم
رزم سے پھر کے دھرا بزم میں ناچار قدم
کسنے آراستہ کی بزم طرب صورت جم
جس سے تھا پیش نظر آئینہ حال عالم
مست و مدبوش کو کیا ذائقہ ناز و نعم
مطرب ساقی و نقل دمی و اصوات و نعم
لذت سامعہ و ذائقہ و قوت ششم
یہ نفاست یہ نزاکت یہ لطافت یشیم
زیوروں میں وہ چمک نور کا جن میں عالم
خم خم زلف رسا آئینے زانو شکم
آنکھیں وہ شہنشاہ کہ آہوئے غزالان حرم
کان نہرہ بھی پڑے و مزا میر و نسیم
راز کوئین سے آگاہ یہاں دل ہر دم
متاثر میں سرا سیر قدما سے اقدام
خیر قائل ہوں پر اسے فارق الوار و ظلم
فرق ان کا بھی سنوں کون سوا کون ہر کم
لائی درج ہے مدد درج وہ میں قابل ذم
وہ ہمہ ظلم و ستم تھا یہ ہمہ عدل و کرم
سرمہ روشنی چشم ہے یاں خاک تدبیر
گردیں سیکر دل احسان سے اسکے ہوئیں تم

مرآۃ الغیب

اور حکمت میں غلطیوں کا ہر کیا ذکر کہ وہ
یہ وہ دریا کہ خیم چرخ جہاں ایک حجاب
طرفہ حکمت کی تجی سے بھی وہ تامل نہوا
کفر و ایمان میں بڑا فرق ہو لازم ہو تمیز
جب نے ایسے براہین یہ ہوا دیکھ کا حال
چشم الطاف سے دانش نے بھی کی کیا نظر
یہ تو تھے تیرے سوالات کا اے دم خوا
علم میں علم میں الطاف میں انانی میں
ہر سحر مشغلہ فریاد رسی دا درسی
جتنے جس شہر سے آتے ہیں ساتھ بھان
اس جگہ چاہئے موزوں ہوں کسی مطلع صفا
مطلع

نقش پارہ میں بجاتے ہیں دنیا زور دم
لو لگائے ہوئے ہو لام بویا د او قسم
ساحت لوح یہ سمجھئے کہ ہومیدان ظلم
عوض برگ ہر اک شاخ سے پیدا ہوں دم
سنگ پر جیسے پیمبر کے پڑے نقش قدم
کسر نفس اسکو نہ کس طرح کہے نہ قسم
صاف پی جائے جو کھائے کوئی جھوٹی قسم
حسرت آنکھوں کو یہ ہوتی ہے ہوئے ہم نہ قدم
کہیں ڈھونڈے نہیں ملتا بے نشان سرخ دم
وقت رقابہ زریزہ عجب فیض قدم
در دولت کی وہ عظمت ہو کہ جس سے ہر دم
تنگدل وہ ہو عدو نام جو اس کا ہو دم
چشمہ فیض سے اس کے جوہر ہو کسیراب
دلیں وہ سخت دلوں کے بھی جگہ کہتا ہو
ہے تو واضح کا نتیجہ کہ ہے سب پر غالب
عفو ایسا کہ خطا کا ہے بھی ہر اغماض
نائر در جو رہ شوق میں ہوتے ہیں رداں
بیشی دولت والا نے یہ پامال کیا

مرآة بغیب

مرکز کاف کی شمشیر سے کٹتا سر ہم
وہ مسیحا ہو تو پھر خلق کا میرا کیسا
صور سے کہدے تو وہ بھول بھلیاں بجا
فیض سے اسکے وہ کرتے میں دشاے تقسیم
تہر رب کہتے ہیں جبکو وہ عتاب اُسکا ہو
صر صر تہر چلے اس کی تو ہستی کیسی
سود غورہ ہے عدد کیوں نہ زمین پوٹے
عہد میں اسکے یہ بدخواہ کو ملتی جو سزا
افرا لٹا ہوا بھی خود ہو گرتا بہ جنون
بُت پرستی کا مٹا عہد میں اسکے یہ رواج
بسکہ پابند شریعت ہے وہ مقبول خدا
کہ کسی راہ کے چلنے میں کسی رہرو کا
آپ عابد ہے وہ کرتا ہے نصیحت سب کو
تم یہ ہوتی میں شب روز نمازیں جو قضا
اللہ گئے کفر کے آئین ہوئی رونی دیں
ہوئے آذر بھی تو پابند شریعت ہوتے
تن پہ کیا اسلحہ جنگ نے پایا جو فرخ
ہے سپر لپٹ میارک پہ کہ حمزہ کی سپر
حملہ در فوج عدد پر وہ اگر ہودم جنگ
کھیت کشد نکانہ تیار بھی ہونے پائے
تھا سیرد جو عدد اُسکو کیا خون میں تر

درمیاں میں جو نہ ہوتا قدم رائے کرم
کیا عجب روک کے بیٹھے جو قضا راہ عدم
کہ بھٹکتا ہی پھرے اُس میں سرائیل کا دم
کیلوں کو بھی نہ ملتے تھے تھیں مئے غنم
آکھ دکھلائے جسے اسکا ہودم عین عدم
چار ارکان ہوں گوںسا اگر ہیں ہفت خیم
عدم ہضم غذا ہے سبب درد شکم
کہ ستم ہے حق مشوق میں عاشق پستیم
پڑھ کے لیلیٰ جو کہے سورہ جن قیس یہم
قابل حد ہوئے اطفال بھی کھیا جو صنم
اس قدر کی ہے شریعت کہ بنا مستحکم
سرحد شرع سے یاہر نہیں پڑتا بے قدم
غافل راہ عبادت میں نہ ہو سست قدم
دیکھو ماتم میں انھیں کے میں یہ پوش حرم
بند دروازہ تجانہ ہے دایاب حرم
سجدہ گاہیں وہ بناتے جو بگڑتے بھی صنم
خود ہے مشعل طور زرہ رخت حرم
ذوالفقار اس اللہ کے شمشیر دودم
باتدہ کہ حجت مکر کھنچ کے شمشیر دودم
ہو چکی تیغ قضا میں برضا مع سلیم
کیا تماشا ہے کہ اسود کو بتا یا ارم

مرآة الغیب

نثر میں نظم میں سب طرح کی رنگینی ہے
کیوں نہ عالی سخن اُسکا ہو کہ ہر استعداد
یہ حکومت یہ ریاست یہ ابالت یہ شکوہ
تاج کہنات کہ تاج سکندر کیا مال
تاجداروں پہ میں چھاپا ہوں یہ ہر دو کو چتر
اسب کا قصد کہ میں عرش کا پایا چھو لوں
شیخ کہتی ہو کچھ سے دل مرتج ہے آپ
مدح مدح بہت تجھ سے ہر دُشوار لیسر
روک لے روک لے ہو طبعیت کی غنائی
نور اقبال رہے اسکی جبین سے ساطع

ظلمت بخت سیہ حصہ اعدای دہم

ایضاً قصیدہ مدحیہ

تاکجا کو تہی اے دست ہوس کر جیوٹ
جیتنا ہو تو سوار ان سخن سے میداں
یہی گوہے یہی میداں یہی مہنی یہی لفظ
پی چکے گو کہئے صاف شی کوئے نوش
ختم میں بیغلنے میں ایسے بھی کڑوٹی نہیں ہیر
دو قصیدے جوئے بھٹکی وانشائے
سخت پتھر سے جوئے قافیہ ناماوس
ذائقہ ہے لوفظ گرمی و میا کی کا
ہمت فکر نے باندھی جو کر ہر جواب

پردہ شرم رخ شہاد معنی سے اُٹھ
پھینکنا چاہئے رہوار قلم کو مسرپٹ
اپنی اپنی ہے دم معرکہ پر ڈانٹ ڈپٹ
رہ گئی ساغر ویناد سب میں تالچھٹ
کھول منہ بھر کے صراحی کو بے سجاغت غٹ
دائمی سکھ رائج میں ولیکن سلپٹ
کچھ بھی کاٹا نہ گئی تیغ زباں انکی اچٹ
پرفصاحت سے یہ کہتے ہیں کہ چل دو تڑپٹ
ادل اول تو طبعیت کو ہونی گھر اٹٹ

مرآۃ الغیب

آخر آخر یہ ہوئی نظم کی قوت پیدا
کریا تازہ مضامین کا علاوہ کورٹ
ہو سنا گوش توجہ سے ذرا نظم نصیح مطلع
وہ سے صاف نہیں نام کو ہمیں تلچھٹ

شب و شبینہ جولی غلاب میں بیٹے کر وٹ
کچھ عجیب فتنہ کہ اُس کی جو نظر جائے پلٹ
شعلہ رخسار جفا کا قیامت آفت
رحم دکھلائے جو منہ دور سے پھر جائے نگاہ
گر پڑ کسی جان پہ زبور کے چمک سے بجلی
وہ نگاہیں غضب آلودہ شرکاء کی صفیں
ایکے انجم کا جو لشکر اتر آئے مرتخ
پختہ کار اسکو جو دیکھیں طبع خام کریں
طرز چہرے کی لطافت وہ سنہری زنجیت
آپ ہی چھوڑ کرے آپ ہی پھر ہر بڑھے
مشی حسن سے گردن میں بھی ڈال دے ہاتھ
پتلیاں آنکھوں کی در پردہ اشاروں کہیں
مانگ لے مانگ دکھا کر بھی عشاق کے دل
رخ و گیسو پہ مرے ایسے مسلمان ہندو
فتنہ حشر کو دیکھ تو کبے زلف سے آنکھ
طاق نکالیں وہ پھینکتی میں کر کے کوئی پو
ہاتھ چھو جائے جو گیسو کو تو کھلے پوچھ
دیکھ کر ابروئے پیوستہ یہ ہنسا تھا گمان

آئی اک حور لقا پاس الٹ کر گھونگھٹ
ساتھ ہی چرخ پھرے لے یہ زمانہ کر وٹ
شوخ عیار غضب تہر جھلا دانت کھٹ
شرم آجائے تو آنکھیں کہیں چل دو رہٹ
کھینچ لے دیکو وہ پوشاک میں خوشبو کی پٹ
لشکر جنہیں دیکھ کے کھائے گھونگھٹ
کھینچ کر تیغ ادا حیت لے میدان جھٹ پٹ
شر پیش رس حسن میں وہ گد راہٹ
دست افشار ظلم سے بھی سوا زماہٹ
تو سن ناز کو پلوئی سے وہ پھینکے سر پٹ
بے چھوے گاہ بجا کی طرح جائے سمٹ
ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں کا گھونگھٹ
باندھ لے گاہ گلا کھول کے وہ زلف کی ٹٹ
مقبرے ہو گئے تو پھر سب مر گھٹ
لا جھپٹے میں اسے دیر نہ کر وٹ جھپٹ
روک لے مرے تو وہ جھپٹ کے لٹکائے پٹ
جس طرح کاٹ کے کالا کوئی جاتا ہونٹ
پہلوں دو میں کہ کشی میں ہو میں غٹ پٹ

مرآة الغیب

جو ریشمی پیر درخشاں پہ کھولے ہوئے پٹ
 دس تنگ نہ دے صفحہ کہ ہے غنچہ کھپٹ
 زلف مشکیں کی رس باندھے مشکیں جھپٹ
 صفحہ سے صفحہ غنچہ دبت کے سبب جاتے پٹ
 غنچے میں اگلے نکل کیوں نہ بانیں جٹ جٹ
 کہیں روشن کی طرح جادوئیں باندھے پٹ
 گل گل کی طرح تن میں غضب نہایت
 پی ہے لٹے میں صراحی کی صراحی فٹ فٹ
 موج دریا سے لطافت شکم صاف کی پٹ
 مردے اللہ بیٹھیں تہ خاک یہ ہو گھر پٹ
 نظر آئی تو عجب جی کو ہوئی لہجہ پٹ
 عشق پیچے کی طرح جاتے تسی میں پٹ
 سر قدم تک بھی نہ پہنچا لگتی دور رہ پٹ
 تازہ پائے سے نہیں کم وہ پری تیغ جو پٹ
 آپ ہی لطف و کرم آپ ہی یہ تھجھلا پٹ
 نفی ملاقات کہاں کی کہ یہ تیری جھٹ پٹ
 خفقاں سے تو طبیعت میں نہیں پٹ پٹ
 سیکڑوں مر گئے نفی جن کو مرے نام کی پٹ
 خلق مرتع کو بچھائے جو مر کا زلف کی پٹ
 خال وہ زانغہ یہ ہے کو کلیجے کی پٹ
 شوق دیدار میں کتنوں کی گئی آج پٹ

جلوہ گرم دم خیم و صدف نرگان یہ صفا
 پیر کر آٹھ کبے آنکھیں میں رنگیں کی پٹھی
 چوری چوری چرخ میں جو آجائے نگاہ
 و صدف لکھے لب شیریں کا جو کوئی کاتب
 بڑھ کے گلبرگ سے بھی وہ کھٹ رنگیں نازک
 آرزو دہر کو مشرق سے نکالے ہر صبح
 استخوان تن میں نہیں لیک یہ ہوتا تھا گان
 کس طرح ہونہ گلا کیف نے حسن کست
 سینہ آئینہ شفاف شکم خیمہ حسن
 شور و خفاں سنائے جو رواں ہو دو گام
 غرض اس شکل کی مسرت کیا جگایا
 شوق دل نے یہ کہا مست ہو یہ سرو بھی
 ہاتھ دامن پہ پٹا تھا کہ وہ پیچھے سر کی
 چوٹ سی دل پہ لگی ہاتھ گیا جب خالی
 سینکے ظاہر میں کہا وہ ری ٹھنڈی گرمی
 چپ رہی پہلے کہا تو یہ کہا دیر کے بعد
 پوش میں آؤ ذرا خیر ہے کیسا بزم راج
 میں مادہ ہوئی سکی ہوس میں، میں نہ لڑ لڑائی
 زہرہ بالائے ٹلک کشہ شمشیر نگاہ
 مرغ دل سیکڑوں شہباز نظر کے ہنس کا
 ذوق و صلت میں ہوئے گور کارے کئے

مرآۃ الغیب

ہند تک روم سے جتنے کہ میں شہزادے
پانوں کتنوں کے گھسے مثل سبوتھوڑے
نا طلقہ خانہ دولت ہے مرانام صفت
ملہم غیب نے بھیجا تو میں آئی ترے پاس
وصف ذکر تاج و جہکامیں ایک ہی ہوں صفت
روئے تیرے اُسی کے مے آکھوں جو
صفت مرگان سے عیان پنجہ بزد کی شکل
اُس کی جو راستی طبع وہی قد میرا
صحت رخ کو جو دیکھو تو نمایاں ہی شان
کون وہ کلب علی خان بہادر مجاہد
حاکم خلق نے تحصیل کی خوشبو کی لپٹ
کیا شگفتہ ہے بہادر جویہ تربت طبع
بزم میں نہ مزہ حسن ہے یا نغمہ عشق
نغمہ ہر شانہ سے ہر شب وہ سنا کر تاج
الہیہ لفظ کہ پے رقص یہاں آتا ہے
واہ کیا قصہ حکومت ہے رفیع اور دہش
فیض قدم سے تو اگر فقر ہوتے ہیں
شیخ سید مغل افغان ہیں فراہم ہر صبح
جو رومو اپنا دکھائے جو کبھی قلعہ طغ
درخشاں اُسے درکار دینے پھروں ہوتی
کس قدر نام ہو شیریں جو زبان پر آجائے

صبح ناشام ہے انکارے در پر جھکٹ
یادہ وصل کی پائی نہ کسی نے پھکٹ
میں لکیں ہوں تو مکان جہاز رسم سے پٹ
ہو گراں تھک جو آتا ہم بہاؤں میں پٹ
دیکھ اعضا کو در پردہ فطرت کو آٹ
خلق اسکا سرے لکھو میں پوچھو کی لپٹ
عزم اسکا سرے شامیں لکھ کی پوچھ پٹ
دامن فیض کا لکھو میری زلف کی لٹ
کہنہ دل کو جو دیکھو تو اُسی کی جو کھٹ
دیتے ہیں جب کو ملک عالم بالائی رپٹ
کر لیا سارے گلستان کا علاء کرٹ
سائنے جیکے گل دلالہ میں کوڑا کرٹ
انھیں لوگوں کا رہا کرتا ہے اکثر جھٹ
لن ترانی کا ترانہ ارنی کی تردٹ
سر پہ طاؤس چمن رکھ لکھنیا کا لکٹ
جیکے دروازے کے میں جرات جو، دو پٹ
بخت خفہ کو جگاتی ہے قدم کی تہٹ
کو این چار وصلوں سے ہوا سکی جو کھٹ
بڑھ کے کوڑچہ زمرم ہو اگر جہاں سے پٹ
کہو نیسان سے بحرین کا لکھ لے پٹ
منہ میں جہار کے باقی نہ رہے کر واپٹ

مرآة الغیب

رزم میں ملتا ہو بندوق کا تو تاجی نام
 اسی معجون سے طبیعت نے لیشاقت پائی
 عدل وہ ہو کہ زمانے میں نہیں کو شاد
 در دولت ہو عجب فیض کی چوڑ کہ جہاں
 آگے بہت کے ہو یہ دولت دنیا کیا مال
 دی عجب پیچہ دیا نہ وہیں خدا نے طاقت
 کہو رستم سے کہ کیا جہاں کے تھوڑ چھٹا
 نگہ تہر کرے سنگہ لوں کو چو رنگ
 کب عدد کو ہو چہ پستی نعمت سے نجات
 برق جا کر جو جلاتی ہے عدد کے خرمن
 زشت کیا دشمن کا قہر کہ ہے اسکی جگہ
 اس جگہ سے میں کروں ہو کے غافل و غلیف
 غائبانہ ہو اگر نصف خطابی بھی ہو نصف
 میں تے باب حکومت کے دو عالم دوٹ
 تب نبی اس سے تے خاک قدم کی آسیر
 کیا ترے تہر کا دایہ نہ تماشے کی جگہ
 ہر کھاری ہو ہوا دار کی صورت میں پری
 زیر فرماں رہے ہر دم جو کہے تو وہ کرے
 حق تو یہ ہو کہ ترے بقضہ قدرت کے سوا
 جس کا تو دوست ہو اُسے حزانہ پلایا
 حکم تنگی دہن تنگ سے جائے جو بکل

بزم میں طوطی مینا کو اسی کی ہے رٹ
 دل کی اس حوزہ بانی سے گئی گھبراہٹ
 ہو تہنک جو پھلکتیوں میں کبھی ہو کھٹ پٹ
 کبھی پڑتا نہیں پانسا کسی تقدیر کا پٹ
 لعل دگوہر کو سمجھتا ہو وہ کوڑا کرکٹ
 امتحاں چاہے اگر کوئی تو دے کہہ الٹ
 یہ ڈھٹائی یہ دلیری یہ کلیجہ جیوٹ
 یہ وہ شمشیر نہیں جائے جو پتھر پہ اچوٹ
 آنکھیں دو لالہ ہیں سلسلا کا ہو چھکے پٹ
 بولتا ہو وہیں اُس میخ سے اُڑ آکر پٹ
 زیست میں خانہ زنداں پس مردن گھٹ
 ہوا بیٹے شاہد معنی کہ بدل دوں کر وٹ
 ایک دروازے کی خاطر ہیں منقلب پٹ
 مظلے یہ چار کڑی ایک نبی ہے جو کھٹ
 چرخ نے ماہ کو شوق کر کے کیا جب سمیٹ
 بیج کھاتے ہیں بگولے کہ کھلا کرتے ہیں ٹٹ
 سخت جسم لے کے یہ پر لونا چلا ہو جھگھٹ
 زال دنیا کو مناسب نہیں اب تیرا پٹ
 مال جو غیر کے قبضے میں ہو وہ ہے تیرا پٹ
 خطا لکھا جسکو اسی شخص کی ہنسی کی پٹ
 سارا آفاق ہوا ترہ یہ زمین لے سمٹ

دسوت طبع جو دسوت کا سناے فرماں
عاجزوں کو جو ملی عدل سے تیرے قوت
سکہ شمس و قمر میں جو کہیں نقش نہیں
تار ہے اپنے ترے روئے منور کا چراغ
سب رئیسوں سے ریاست جزیری بالا تر
حسن وہ جائے اگر قاف میں کھچو تصور
چاہن آتما نہیں جب تک کہ عروس دولت
کیوں نہ مشتاق زمانہ ہو کہ جو حسن شباب
تجھ کو ساتی سے مئے صاف ملی روز ازل
نظام رکھیں نہ اگر تیری اعانت کستوں
ہیں بھٹکتی میں چٹیلے ترے ارض و سما
خلقی سے کیوں نہ معطر ہو زمانہ کا دماغ
علم جبکو دتایں ہیں کتب کے آسان
ہو بہاں تذکرہ معنی تفسیر وحدیث
تجھ سے ہمسر ترا دشمن ہو خدا کی قدرت
نبیل گردوں کے ددو نکو مسل کر پال
کیا تیری تینا کی تفریبت میں ہو تیر زبان
آبداری میں وہ جو سر نظر آتے ہیں یوں
مغموں نہیں خوب تیشہ بہہ ہو ٹھیک
کچھ غمی معرکہ جنگ میں جب بیان سے وہ
ایک دم میں صف اعدا کو کیا دھڑکے

ہو ہر اک قطرے میں دریا سے سوا پھیلاؤٹ
شیر کو درے لگائے تھک گماڈ کی بیٹ
کر دیا کیا تری چٹکی نے مسل کر سپلٹ
بکے چوب شجر طور سے آئی ڈیوٹ
معتبر جیسے ہوا اخبار میں اخبار گزٹ
جتنی پریاں ہیں وہ لیں تیری بلا میں پٹ
دیکھ لیتی نہیں یہ چہرہ اٹھا کر گھو گھٹ
کیا زہ دیتا ہو میوے میں جو ہو گو راہٹ
آگے خسرو جمشید تو پائی پٹھٹ
ہوا بھی حصن فلک گر کے زمین پر چوٹ
سر کی چوٹ ان سے نہ تکی نہ ان سے بالٹ
مشک نمانے سے آواہیں جو خوشبو کی لٹ
کوئی مشکل نہیں ایسی کہ وہ جاتی نہیں کٹ
اہل منطق سے کہولائے کہاں کا جھٹ
زاغ بلبل سے مقابل ہو بہا سے کھٹ
سیار سینگے اسے دے لاکے جو گیدر یا کھٹ
خوف ہنکا منجن ہو کہ کہیں جائے نہ کٹ
جسطرح ٹھہر رہے جام میں مے کے کھٹ
روح آبی میں ستاروں نے کیا جو جھٹ
رہیں پیاسو کی ہوئیں سج سج کر پٹھٹ
سیکڑوں بار چلی پر نہ پڑی یہ کبھی پٹ

مرآۃ الغیب

حصن تن کے لئے ہر چال قیامت اسکی
 پاٹ کر لاشوں سے میدان کو قیمتی ہو جا
 جسکو تاکے وہ کبھی جان نہ چھوڑے اسکی
 وصف رہو اور بساک رد کا کرے کیا کوئی
 شب ہفتاب سے کلم مخفیہ نہیں اندھیری
 دامنِ شاہد کنناں ہو ہر اک دامنِ زیں
 شرق سے غرب میں پھر گزرتے آئے سو شرق
 وقت رفتار کبھی رہر د خفتہ کی طرح
 درق گنجفہ ساں ساتھ پھر یں لیلِ نہار
 ایک ہی ٹاپ میں ہو جائیں دو عالم برسم
 فیل خرطوم میں لے کر جو زمین کو پھینکے
 دم رفتار اسے خضر بھی دیکھیں تو کہیں
 زور ساز درج کچھ پانوں میں اسکی جو پٹے
 کر کوہ سے کیوں کر ہو تحمل اس کا
 ہو کشادہ دہن اس کا کہ در باغ ارم
 اس جہانت پہ کہ ہو صورت اندیشہ جمیم
 لیلۃ القدر رکھو اب نامِ قصیدے کا اسیر
 ملک و دولت کی ترقی ہو اپنی ہر روز
 حل ہوں مدوح کے ہاتھوں سے ہمارا

ایک ٹھوکریں ہو یہ قلعہ نہ در چو پٹ
 ملک الموت سے کہتی ہو کہ بول آ کے رپٹ
 ہو سپر حشہ حیدان تو کہے دور ہو ہٹ
 چال و دل کی تو ہر رخس کی صورت حیوٹ
 بلکہ زیبا چو اگر کہیے دو دہن کا گھونگھٹ
 سر پہ کلنی کہ کنہیا کا ہے یہ مور مکٹ
 دم میں سو بار جو راکب اسے پھینکے سر پٹ
 ہو نہ راکب کو خیر راہ سفر جائے کٹ
 گشت کے وقت کرے یہ جو اٹا اور پٹ
 ملے چودہ طبق ارض سماہوں غٹ پٹ
 آندھی آجائے یہ جائے ناک گردن اٹ
 دست صرصر سے گیارہ ظلمات سمٹ
 عرش آئے ابھی زنجیر کے ہمراہ گھسٹ
 پانوں رکھ دے یہ اگر گاد میں لے کر ٹ
 دونوں دندان ہیں کہ کوئی کہیں گویا دو پٹ
 چشم سوزن سے نکلا جائے اگر جائے سمٹ
 کہہ یہ خامہ سے کہ مصروف دعا ہو پٹ پٹ
 سجدہ گہ سارے زمانہ کی رہی ہو چو کھٹ
 در دولت پہ رہے اہل غرض کا جگھٹ

نفس چند جو باقی ہوں مرے زلیت کے بھی
 انھیں قدموں کے تلے جائیں بڑے لطف سے کٹ

مرآۃ الغیب قصیدہ دیگر

فصل گل آئی ہوا گلزار حبت بوستاں
ہر طرف گلہائے رنگارنگ گلشن میں کھلے
خرم نہیں شاخیں درختوں کی ہوائے خاک پر
تم باذن اللہ کہتی آئی گلشن میں بہار
بھوم کر آیا ہو امیر کو ہمدانی باغ میں
لالہ کہتا ہے کہاں موسیٰ ہیں اگر دیکھ لیں
جھومنا مستوں کی صورت ہو درختوں کا بجا
لالہ احرے باتوقی کی ڈیبا کی درست
دار بست تاک میں خوشے نظر آنے لگے
سکھ غنچہ کیوں نہ بے حد ہوز گل شمار
ہر روش پر بیٹھی ہے بزاز بن کر خرمی
فیض شبنم نے دئے اشجار کو آبی لباس
نوع و دسان چمن کو ہو جو اسر کا جو شوق
یوں ہو جنبش میں ہوا سے ہر نہال سایہ دار
ہو مبارک فال کوئی ہو نیوالی ہو خوشی
جان پھولوں میں بڑی زندہ ہوئی خاک چمن
خمریوں کا قول ہو ہم ہیں طیلور بارغ خالد
صحی گلشن میں نزاکت نے جمایا جو دید رنگ

بڑھکے غنواں ہے ان روزوں داغ باغبان
جیسے صبح عید کجا ہوا حسینان جہان
کر رہے ہیں سجدہ شکر خدائے اللہ جہاں
جی آٹھے جو ہو گئے تھے مردہ دل دقت خزان
رقص میں ہیں ہر روش طائوس ہو کشادہ بان
صاف جلوہ ہو چراغ طور کا مجھ سے عیان
نکیت گل میں بھی ہو کیف شراب اہل خوان
نرگس شہلانے رکھی ہے خوشی کی دکان
جس طرح جھڑٹ ستاروں کا فراز آسمان
یہ کھتی ہو اکیرگی بوٹی بہار بوستان
جس طرف دیکھو کھلی ہو سبہ محل کی دکان
بر میں ہو مردم گیا کے جائے اب روان
نیچے فیروزہ آیا ہے چمن میں آسمان
ہو خزان جس طرح کوئی حسین دامن
ہر چراغ لالہ جو ش رنگ سے ہو گلستان
ہو دم جہاں بخش عینے یا نسیم بوستان
سرو کہتا ہے کہ میں ہوں طوٹی باغ جہان
مرغ بوکا آشیان ہو شاخ گلبن پر کھلے لہ

مرآة الغیب

ہو بندری و درازی اسقدر ہر شاخ میں
پائے گرسورج کبھی کے سایہ میں تھوڑی جگہ
چو دھویں کا چاند ہو چو چاندنی کا پھول ہو
سیر کو جو آئے اُسکا ناف آہو ہو مشام
دیدہ بیدار ز گس کا تو کیا مذکور ہے
تپے تبسم غنچہ گل کا کہ تیغ آب دار
حبس طر ف دیکھو زر گل باغ میں انبار ہو
غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار
اسقدر جو شیاو طراوت و عجب کیا ہو اگر
قطرہ خون کی عوض تکلیف گل یا تو ت دغل
ہو عجب فیض ہو ایسی کان کے غنچے کھل گئے
مصر کا بازار کہنے باغ کے بازار کو
جون دکا فر سے کہہ دو آئیں سب گلزار میں
جبکی کرتے ہیں شیش جبکی کرتے ہیں طلب
آئینہ خانہ کو گلشن آئینہ ہو برگ برگ
گرچہ صحن باغ میں ہر سال آتی ہو بہار
ہو سبب اسکا کہ ان روز دن ہوا منہ نشین
شیع بود و سخاوت معدن لطف و کم
انتخاب صنم حق عالی نسب والا حب
نام نامی وہ کہ ہر سب کے بچھین دلہ نقش
اُسکے وصف پاک کا دل نے ارادہ جب کیا

مرآة الغیب

شش بہت میں جو جو یہ خورشید تھے جہاں
 جہادہ چشم ہو جس کو قدم ہو سی نصیب
 اسے خوشادہ سرزمین جہاں جہدھر اسکے قدم
 مرجع اسکو جو صبح و شام ہے اسکا مطیع
 ہی وہی دل جمیں ہو اسکی محبت کا مقام
 رستمی میں رشک رستم زور میں افراسیاب
 طفل نکتب ہی از سطوہ جہاں ددرس علم
 شان دارانی کرے نظارہ دارا سے کہو
 فی الحقیقت ختم ہو اس پر رعایا پروری
 دستگیر کی ضعیفوں کی قوی بازو ہوئے
 شہرہ بخشش سے خلعت جو درد ملت پر جمع
 آئے اسکے سامنے مقصود کو پہنچے وہ پیر
 قلب روشن ہو وہ آئینہ کہ جمیں مثل عکس
 شہر گلشن تیکہ نہ میخانہ مسجد خالقہ
 دامن لطف و کرم حبیبک نہ تھا اسکا دراز
 خاک کو اسکی نگاہ ہر کر دیتی ہے زر
 عہد نصفت ہمد میں سرکش نظر آئے نہیں
 جہ طرف چاہے اسے بھیے اسے جو اختیار
 زور بازو نہ تو اناسے کہا وہ ہو گئی
 بہت عالی سے ہیں وہ ہائے عالم مطمئن
 ذکر خط کیا خط پیشانی کو پڑھ لیں کم سواد

مرآۃ الغیب

کیا ہر شمع دے روشن کی تجلی میں کلام
بزم عالی روضہ جنت سے برگز کم نہیں
ہو جیسے جس چیز کی خواہش ہے اس بزم میں
حکم ہے عالی داعی کا شہستان میں یہی
ہر درایع شرع ایسا عہد نصرت ہدیہ میں
تکدے تھے جس جگہ اس جانب میں مجید
قلزم تھی سے ایسی رسم ایذا اٹھ گئی
صرف اگر اس کے تصدق میں ہو ہنگام صبح
دیدہ انصاف سے دیکھو تو باغ دہریں
ادراک مطلع سناؤں جب کا مضمون صحیح

جب نہ بھی نہ شمع طور کا ہو ہم زبان
ہر نصیب خلق گلگشت ہمارے خزان
ڈھونڈے گر عاشق نویاں مشوق کپائے زبان
نہت گل بنے نیکے شمع محفل کا دھوان
پوست کیونچا اجائے ہر کھنچے اگر پیرستان
جس جگہ ناؤں سے تھے دین و اب اذان
خار میں جزوقن مایہ بجائے استخوان
پھر گل خورشید میں ہر کون شمع زعفران
ہر بہار اسکی عنایت تہرہ اسکا خزان
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ہر تھیں کیسا گمان

مطلع ثالث

تیری مرضی کے موافق کیوں نہ ہو دھران
آستان تیرا ہر اے عالی مکان آستان
کا تب قدرت نے تب تیرا خط ہستی لکھا
کمال قدرت نے کوئی کھینچی نہیں ایسی شکلیہ
آنکھیں رگس سو قدر زخار گل غنچہ دین
دیدہ حق میں ہے میں تجھ کو گوش حق زبوش
وصلت رخ روشن بریاںوں سے کیسا ہو انہیں
دو لول زخاروں کی کھیں ہم کو کاغذ صفت
ابر دو خراگوں کے آگے سرکشی کس کی چلے
دونوں آنکھیں دیکھیں جسے سعاد کی کھول

تاہم حکم مطلع ہیں زمین و آسمان
بہر سجدہ جس جگہ جھکنا ہر فرق فردان
دے لے انجم کے نقطے جب لے آستان
گو کہ تصویریں ہزاروں میں مریخ ہر چہان
یہ وہ گلشن ہو کہ خود جس کا خدا ہی باغبان
دل و دریا ظن عالی طبع صافی نکتہ دان
شمع کی صورت فقط کہنے کو کہتے ہیں باں
ایک صفحہ گلستاں ہو دوسرا ہو بوستاں
بھٹک گئی بر تیغ پر خم تیرے شکل کمان
مشرقی دہرہ کا گویا نظر آیا قرآن

مرآة الغیب

چاہتا جو غنچہ تو صیغہ دہن پر کیا کہ
 کیا قدر و خسار سے تیرے مقابل ہو سکیں
 ساعدہ سیمین کو کوئی شمع سے دے کر مثال
 مہر و مہ کو ہی قد مہوسی کا ایسا اشتیاق
 حسن میں تجھ سے سوا وہ ماہ کنعان لگے ہیں
 تیرے آگے کر سکے کوئی حسین کیونکر کلام
 کیا ہو اگر تو زمین پر ہے فلک پر آفتاب
 کس قدر دریا تیری دریا دلی کا جو دست
 کون عالم میں جمال پاک پر عاشق نہیں
 حکم حکم وہ کہ جس سے ملک ہو رزق پذیر
 رزق تو لے اس قدر سب اہل عالم کو دیا
 تھی جو بہر رزق خونریزی کسی جاوہ نہیں
 ہو گئے منعم جلاتے ہیں وہ اب مجھ میں عود
 کوئی عالی منزلت تجھ سے زمانے میں نہیں
 جو عجب تیری سیحانی کی مسجد جا لقا
 خلق پر تو مہربان ہو خلق تیری خیر خواہ
 جو زرادشتیں ہو کرتا ہے عداوت و خیر
 کچھ نہیں تو تیرے کی حاجت کہ دے گئے طہر
 شامت اعمال سے جلتا ہو بار خیر میں
 کون جو تجھ سے دل اور درمیدان روز و شب
 تیغ تیرے ہاتھ میں وہ برقی آتشبار جو

نطق ہو سکتا نہیں جو چل جاتی ہو زبان
 گل گزیزان مثل بوہر سردی سرد و دان
 یہ سراپا مغز جو لعلہ سراپا استخوان
 سر جھکاتے ہیں زمین پر پاؤں پڑنا ہو جہان
 کھل کر بیٹھے ہیں جو ایمان خوشی کی دکان
 خال لب اسکا جو تجھ لکے سبب مہر دہان
 وہ سبک پلہ ہو تیری حسن صورت کا گراں
 مثل نیلوفر نظر آتا جو جس میں آسمان
 مال و زر منعم غذا کرتے ہیں مفلس نقد جان
 باغ کو آنا تکرنا ہے جیسے باغبان
 اٹھ گئیں ساری نرا عین تمہیں جو باہر نرمان
 آسیا کرتی نہیں اب ہر شے کا رفسان
 تھا غنیمت جن غریبوں کو زنتاں میں دیان
 چرخ ہفتہ ہے ترا الوان زحل ہو پاسبان
 جمع اللہ کہ مرغ لب اللہ دیتا ہو اذان
 تجھ میں خلق اللہ میں گویا خدا ہو درمیان
 مثل شیطان جو مرد و خدا کے اللہ جان
 پس ڈال گئی اسے خود آسیاے آسمان
 تیرہ نختی اسکی ہو اس کو جہنم کا دھوان
 روح رستم مانگتی ہو آجنگ جس سے امان
 جسکا لوہا مانتے ہیں سب شجاعان جہان

مرآة الغیب

چشم عزرائیل سے چہرہ نہیں کچھ کہیں کم
دشمنوں کے سرگرائی کی تری شمشیر یوں
رعشہ ہو مرتب کے تن میں ربح جو سید زند
حشر برپا جنگ میں جہدم کرے آواز تیغ
کس طرح دم میں سرگردوں کا جھگڑا چکا
تیر چھوٹا شست سے جیت کا آیا پیام
جہاں دشمن خاک نیزے کی سنان سے رہے
تیزی اسب سبک دے آئے کیونکہ عقل میں
ہاتھ راکب کا جو بل جائے یہ ہو صبر قدم
تا بدلت پہنچے کہاں سے چھوکر جتنا کہ تیر
تا کجا طول سخن اب جو مناسب اختصار
جب تک روشن رہیں افلاک پر خورشید ماہ
جب تک ہو رنگ سپید آتش یا قوت و فعل
مثل گل اسباب تیرے اس چمن میں سرخمد

روئے دشمن زرد یارب صورتِ بادِ خزان

قصیدہ مدحیہ مستحکم مناظرہ شانہ و آئینہ

مژدہ اے اہل تماشا کہ ہے ہنگامِ نظر
صرف آرائشِ زینت ہیں جینانِ جان
بدھیاں پھولونگی ہیں زیبِ نہائے بوجھش
کرتیاں ہیں شکمِ صاف پر اونچی ادنی
اس قدر مست ہے حسن کہ سر سے سرور
بزمِ عشرت میں ہوئے جی حسین رشکِ قمر
بدلے جانے ہیں لباس اور مریض زلیور
دست و پا میں ہوا اس مہر و سنہنہ نظر
بند انگلیاں کے گسے زلفِ رساتا ہو کمر
آرہا ڈھل کے دوپٹہ ہیں اتنی بھی خبر

مرآة الغیب

نشانہ ہوتا ہے طلبِ آئینہ آتا ہے حضور
 نشانہ و آئینہ ہیں یکہ مصاحبِ دونوں
 آئینہ نشانے سے کہتا ہے کہ سرچڑھ نہ بہت
 دیکھ بھیکو کہ جگہ گو کہ ہے زانو پہ مری
 مرتبہ جو ہو مرا کھیلو وہ حاصل ہو کہاں
 کونسی بزم میں ہوتی نہیں حاجت میری
 ابداری کا مرے سامنے دعویٰ جو کسے
 یمن ہو اہل جہان کو مرانظارہ کرخ
 صافی قلب سے پایہ جو یہ رتبہ میں نے
 اب نان بھیکو نہیں ہو کسی جہان سے
 نہیں رکھتا ہوں لگی حال بدو نیک کچھ
 مجھ سے بھی عقدہ نیرنگ جہان کھلتا ہے
 بزمِ عالم میں نقطہ درجہ سے میرے اب تک
 مجلسِ خاص نبی میں تھی رسائی میری
 وہ صفائی مجھے حاصل ہو کہ ہر دل پہونیز
 ہاتھ سے دامنِ دولت نہ کسی دم چھوٹا
 اہل تیغ کی آنکھوں میں بھی ہو قدر مری
 بولتا ہو مری تائید سے طوطی اس کا
 ہنسا کساری جو ان اوصاف پہ تجھ میں ایسی
 ایک تو ہو کہ نہیں تجھ میں ذرا نام کو نور
 پارہ چوب جگر چاک دنی بے قیمت

جیتے ہیں گیسو و رخ کرتے ہیں جو بن نظر
 ایک سے ایک نے باندھی ہو رقابت پہ کر
 سنہ کی کھائے نہ کہیں چاک نہ تیرا ہو جگر
 حیرت حسن سے ہرے کی طرح ہوں ششدر
 صاف طیف ہوں صفائی کا ہو مجھ میں جو ہر
 خانہ بردوش مولن و پریں امیر کے ہو گھر
 رو برو صاحبِ اوصاف کے تہہ پانا ہو گھر
 دیکھتے ہیں تجھے جیتے ہیں ماہِ صفہ
 پراندی سونے کا دیا ہو مجھے اللہ نے گھر
 دشمن دوست کے ننھ پر کی کشادہ را در
 صاف کہہ دیا ہوں آنا ہو کچھ پیش نظر
 جرم کو دیتا ہے اگر جامِ زانے کی خبر
 نام روشن ہو چراغِ محمد اسکندر
 ابتدا سے مرے طالع کا ہر روشن اختر
 جتنے اصحاب تھے رکھتے تھے مجھے پیش نظر
 اہل دولت ہی کے زانو پہ ہوئی عمر بسر
 ہوں کبھی مشتری دوزخ کبھی شمشیر
 در نہ طوطی میں کہاں ہو کوئی سرخا کا یہ
 غاذہ چہرہ نہیں اور ہجر خاکستر
 زحل آسارے طالع کا سیہ ہو اختر
 چار پیے کو جسے مول نہ لیں اہل ہنر

راۃ الغیب

بال بیکامو حسینوں کا تو تیرے دانت
 قاعدہ بزم ادب کا تجھے بھولے جو کوئی
 پنجہ شل سے نکلتا نہیں ہرگز کوئی کلام
 بال یوں منہ میں ترے ٹوٹ کے بچتا ہو
 کر کر ہی تیری دندان سے ہوئی اور تری
 کشمکش نے تری کانٹوں میں گھینٹا ہو تجھے
 سوز بان میں تیرے منہ میں تو صال کیا ہو
 اس لیاقت پہ یہ دعویٰ تجھے کیا مال ہو تو
 کچھ بھی غیرت ہو تو پانی میں کہیں جب سے
 صاف صاف آئینے نے برص کی کجبت کلام
 کھپ گیا شانہ ملامت کا نشانہ ہو کر
 بہ ترن ہو کے زبان کہنے لگا یوں درست
 رتبہ میر تجھے معلوم نہیں سن مجھ سے
 ہر حسینوں میں رسائی تری گلے گلے ہے
 رات دن بندہ شادی سے عیاں میں سحر دانت
 میری ہی شکل سے مقبول دل عالم ہو
 کہتے ہیں پنجہ خرگان کو جو شانہ شاعر
 ہے جو لہر غزل غسل شانہ زبور غسل
 کی ہر تشدید نے پیدا ہو شہادت میری
 شانہ حاج بھی شانہ شمشاد کبھی
 صاحب ریش نہ جیتا کہ کرے شانہ کئی

دانت دینے لگیں ایذا تو شکستہ بہتر
 پیش جاسے نہ تری ایک کرپ زریز پر
 خشک ہو شاخ تو اس سے بہیں امید بھر
 جس طرح شانہ خفاک میں تھا ساپ کا کھر
 جس میں دندان پڑیں تیرے وہ بے جوہر
 پہلوؤں میں ہیں تیرے خار ادھر اور ادھر
 گنگا کی طرح سے خاموش ہو آٹھ پہر
 کہ چڑھے لالہ رخاں سخن اندام کے سر
 ایسی ذلت سے تو جو خاک میں ملنا بہتر
 غیر کے عیب سب اظہار کیے اپنے ہنر
 مئے تن دست ہوئے تیرے کھیت کھیر
 منہ بنا چاہے قاتل کو قتل سے حذر
 منہ ہے صفت عقدہ کشائی مجھ پر
 کو چہ زلف میں سیری ہے جگہ آٹھ پہر
 اپنی تقدیر کو روٹا ہو تری آنکھ ہے تر
 چند مر جان کا ہو یا پنجہ خوشید سحر
 اسکو آنکھوں پہ جگہ دیتے ہیں ارباب نظر
 اس غددیت کا سبب نام کا میر سے دوا تر
 لفظ اللہ میں شامل ہے کہ خوف نظر
 شانہ میں دیکھتے ہیں خال تو بانی نہیں ظفر
 ہونہ حاصل شرف پیروی پیغمبر

مرآۃ الغیب

اُمسین بھی لفظ ہو شانے کا زہر و زہر
 تو نمائے تو نمائے مجھے کیا پر داسے
 سوچ تو دلیں ذرا عیب میں مجھ میں گئے
 سو جھٹا خاک نہیں کور دلی سے جھٹکو
 رو پر واد تر حال ہو غیبت میں کچھ اور
 چٹمے آب تو ظاہر میں ہو باطن میں مراب
 خود نمائی کے سوا کچھ میں نہیں کچھ بھی صفت
 صاف امیں ہو من الایس کہ شب کو رو تو
 نہ جے پر نہ جے شکل جو ہو ذہن لہجین
 قطعہ کو تاہ زیادہ ہوئی دونوں میں بخت
 آئینے کا تو رخ صاف طرف ابرہوا
 لشکر روز تو زیر علم خسر و رخ
 اک طرف ماہ ہوا ایک طرف پر تو ہر
 سنبیل و شب و طرف زلف سیاہ
 پیر گردوں نے کہا طرف قیامت آئی
 بیج میں پڑ کے کہا خوب نہیں ہو فیاد
 حق میں دونوں کے یہ ادنیٰ ہو کہ پائل کی گلو
 کون وہ کلب علی خان بہادر نامی
 نقش پاتا ج شرف بہر سر پر خ بلند
 فکر کی اسب معلیٰ میں جو سر کول نے

جل شانہ ہو جو تو صیغ خداے اکبر
 عیب میں جو ہے اُسے کب نظر آتا ہے بہتر
 سادہ و سنج و دریدہ دہن و بد گوہر
 سخت جہاں تیرہ دہوں اک ہو تیری پتھر
 صاف عالم کی دورنگی کا ہو کچھ میں بھی اثر
 دھوکے پر یاسوں کو دیا کرتا ہو شام سحر
 سادہ لوحی کے سوا کچھ میں نہیں کوئی بہتر
 شب تیرو میں تجھے کچھ نہیں آتا ہے نظر
 نہ مٹے پر نہ مٹے بال پڑے دل میں اگر
 تجھے جوان دونوں کے حامی ایس ہیں پی خیر
 یا نہ بعدی زلف نے شانے کی حمایت پر کر
 فوج شب باد شہ گسوتے چہین کی سپر
 اک طرف شام ہوئی ایک طرف لوہر
 لشکر لالہ گل جانب رد ملی اور
 اب کوئی آن میں ہوتا ہی جہاں زیر ذہ
 صلح اس جنگ سے ہر اکی طرح ہو بہتر
 صاحب حکم ہو ہی ہر عدالت کشتہ
 منبع جو دد سخا زبید وہ علم و زہر
 خاک پائے نہ بینائی حشیم اختر
 آگیا مطلع ثانی بھی زبان کے اوپر

مرآۃ الغیب مطلع

حکم اُس کا ہو کرے منہ حفاظت کی گہر
 جس چمن میں نہ ہوا انکی حفاظت کی چلے
 پر تو ہر سے اس کے ہونے میں چشمہ ہر
 یہ جو رخ کہتے ہیں جیسے دیر دولت کی پٹ
 کاہ فر بہ انزل طفت سے ہو صورت کوہ
 دست ہمت نے تقسیم کیا مال جہاں
 پانیوں جہنگاہ میں رکھتے ہی عیرو کی ہوکت
 ایک لشکر ہو مقابل تو نہ وہ منہ موڑے
 صاحب علم جو ہیں مدرسہ عالم میں
 وہ کرے ہر نور ان قضا ہو جاری
 ذرہ صحرائے عنایت کا یہ رہ سکون
 صاحب تخت جو رکھتا ہو جدائی اس سے
 ابھی کرنے لگیں دیندار پرستش اسکی
 بخشش عام کی تو صیف ہو دریا دریا
 فیض کہتے ہیں اسے جتنے جو مانگایا
 سیکڑوں وصف ہیں کس کس کا بیان کی کرے
 ردے روشن نے جہاں سایہ عالی ڈالا
 لوگ کہتے ہیں کہ ہر کے پہلو میں ہلال
 دست ہمت سے مدح کیے ہیں وہ چشتی
 واہ جان بخش ہو کیا مجلس عالی کی ہوا

عود آتش میں سلامت رہے پانی میں شکر
 شاخ ارہ ہو درختوں کیلئے برگہ بتر
 شعلہ قہر سے اسکے ہونک خاکستر
 عوش کہتے ہیں جیسے لوگہ ہو کرسی زر
 قہر سے کوہ پر کاہ کی صورت لاغر
 لعل کہساریں باقی جو نہ دریا میں گہر
 سرو قد درود غار ہو علم فتح و ظفر
 دل جو سہراب کا رکھتا ہو کوہ تہم کا جگر
 سب مشتق ہیں نقطہ ذات معلیٰ مصداق
 دستخط اسکے میں طفر اچے فشر و ظفر
 قطرہ دریا سے لطافت کا ہو چرخ خضر
 مثل طاؤس جدا سے ہو اسے افسر
 بت جو سنگ در عالی سے تراشے آذر
 ہمت خاص کا آدازہ ہو کشور کشور
 گل دے آئے زمین کو تو فلک کو اختر
 ایک شمع ہو کاتب جو لکھے سود خیر
 جرم خود شیدہا کتاب ہوا حلقہ در
 تیغ ہوتی ہو کسی روز اگر زب کمر
 اسکو کہتے ہیں جو نسیم تو اس کو کبر
 طرف صحن گلستان ہوا اگر اُس کا گذر

گوش گل میں ابھی ہو جائے سماعت پیدا
 دیدہ رنگس شہلا کو ہو یاد اے نظر
 دہی حق میں ہے جسے اس رخ روشن کی یاد
 دہی حافظ ہے جسے مصحفی رخ جو از بر
 بھگودے جو کوئی اس دردناک مثال
 لعل آسار رخ گوہر خوشی سے احمر
 سایہ قد میں جو آرام سے سب خلق خدا
 اس کی بخشش کی ہوا ہو جو ہوا میں شامل
 شست سے تیر جو چھوٹے تو ہوں نہرین کا
 اُسکی ہستی سے ہوئی خلق میں سید الخلق
 ملک دانش میں ہو کیا جہل کے باوجود کا حل
 تیغ ایسا سے ہوا بند ہراک تیغ کا دم
 ہو شرر مور دانت جو جلائے پنبہ
 حال اجرام یہ ہے رتے منور کے حنیفہ
 بادہ لطف سے وہ جان دوبارہ پائے
 تیغ وہ تیغ کہ کہتے ہیں جسے برق اجل
 جنگ میں کرتی ہے یہ تیغ سپر دوڑے
 ہو جو اونچی تو کرے شیر ظلم کو چو رنگ
 اسطرح جنگ میں سرتن سے گاتی ہے تیغ
 وہ ہی چاٹوں میں کیا چاروغاص کو مٹیں
 تیزہ صورت خورشید ہے تو سن کہ جسے
 دامن زمین نہیں اوڑتے ہیں ہو اکہم سیر
 تیز تر اسی دریا سے میان دریا
 آب زمی میں تو گرمی میں وہ آتش سے ہوا

گرویش دیدہ را کب اُسے چلے میں عنان
تازیا نہ دم رفتار اسے تارِ نظر
بس آئیں آگے نہ بڑھ روک غزانِ خامہ
عذر تقصیر ہے لازم دمِ انہار بہر
پاؤں اس راہ میں قاصر میں سرِ زنگوں
مدح مدوح حقیقت میں نہیں حدِ بشیر
ہاتھ اٹھا بہر دعا جلد کہ ہے وقت دعا
دافرشتوں نے کیے دیر سے ابوابِ اللہ
جب تنگ لالہ و گل سے ہو گلستانِ کباب
جب تنگ چرخ پہ ہو جلوہ جویشِ قدر
نخل امید میں یارب گل مقصد چو لیں

ہر اقبالِ فروزندہ رہے تا محشر

قصیدہ شتمیہ تقریظ الطرز تازہ و روشِ دلینہ

ہوا جو شاہدِ مہ آسمان پہ جلوہ فروزش
عزیر ہالہ پھر اگر دکھول کر آغوش
سوا و شب میں نظر آئے اس طرح انجم
اٹے ہوں گردینِ جھڑجھڑ باری کوش
وہ چاندنی کہ ہوا قلمِ ضیا تواج
لسانِ رعشہ اندامِ رند سا غزلوش
نہ شورِ مردمِ بازارِ مہمانہ بانگِ درا
کہیں کہیں جو رہا بھی تو پاسِ بنگا خوش
جو ان دیرِ صغیر اپنے اپنے بستر پر
برنگ صورتِ دیباڑے ہوئے خاموش
گلوئے ناطقہ میں مرسلہ سکوت کا طوق
غدارِ سامیہ نہانِ زیر پردہ گوش
نماز پڑھ کے عشاء کی چو میں نے خواب کیا
تو کچھلی رات کو دیکھا کہ کوئی مثلِ سر دوش
جگہ کار ہا ہر جگہ کہہ رہا ہو مجھ سے یہ بات
شباب اٹھکے روانہ ہو کھول دیدہ ہوش
ہوئی ہو آج مرتب وہ بزمِ اہل کمال
کہ جس میں جمع ہیں سب تیر طبعِ دریا جوش
حکیم شاعر و شارحِ عالم و فاضل
صفیں درست ہیں مٹھی ہوئے پیشِ پیش
طلبِ ہر تیری بھی جلد ہی سے دیکھ سن چکر
یہ مژدہ سنکے میں خوش خوش اٹھا روانہ ہوا
ہوا جو داخلِ محفلِ عجب سحران دیکھا
زہے رسائی تقدیرِ حشرِ طالع و گوش
تیا عامہ عبا کر کے زینتِ سر و دوش
درِ مکان تھا کہ کھوئے ہوئے تھی تو آغوش

مرآة الغیب

عجیب فرش عجب روشنی عجیب شب ماہ
 بزرگ ایک بے روقار صدر نشین
 خدا شناس خدا رس ادھر ادھر کچھ لوگ
 جو لوگ سامنے بیٹھے تھے سب صاحب علم
 یہ رنگ کچھ کے ایسا ہوا میں دعوت سے درود
 سلام کر کے ہوا میں شریک صفت لیکن
 کمال مجھ کو پریشان و مضطرب پاکر
 کہ ہے یہ صدر نشین پیر مرشد عالم
 فرخ جو صلہ عبدالرشید مولانا
 یہ راست چپ جو میں بیٹھے ہوئے ملک صوت
 یہ درود جو صفت انیس سب میں الی کمال
 یہ میں ظہوری و طغداد عرفی و فیضی
 یہ شیخ سعدی ہے جس نے کہ چشم روشن کو
 منیر و بیدل و آزاد و صاحب شوکت
 طلب ہوئے ہیں جو یہ لوگ اسکی وجہ یہ جو
 مرید ایک ہی اس مقتدا کا خاص لکھنؤ
 مہینہ تاجور شہر مصطفیٰ آباد
 جناب کلب علی خان بہادر دیباہ
 سحاب فیض غبار قدم جو ہاتھ لکھیا
 صدائے ضربت شمشیر وہ کہ سنکے جسے
 بلند مرتبہ ایسا کہ جس کے مطیع میں

ہر ایک جھار سے نوار ہاتے نور کا ہوش
 ملک خصال فرشتہ جبال و ترند ہوش
 زیان پہ ذکر خدا لیں معرفت کا ہوش
 وحید عصم فرید زمانہ صاحب ہوش
 کہ تجھے سب کوئی دارد جو در عرفانی ہوش
 ہوئے ہوا اس سر اسیمہ صورت بد ہوش
 کہا یہ تجھ سے مرے تلمذ میں گوش گوش
 زمین ہے تاج سر آسمان تیرا ہوش
 تمام اہل معرفت میں جسکے حلقہ گوش
 مرید خاص میں اسکے شارب فان گوش
 بقدر کچھ ذرا ان میں کھول دیدہ ہوش
 یہ میں نظامی و جامی جو بیٹھے ہیں بد ہوش
 کیا جو نظم گلستان کی بیت میں جس ہوش
 غنی کلیم سدا ان کے اور بھی دی ہوش
 زرخن کسی کامل کا ہو گا زیور گوش
 وہ صہت بادۂ عرفان یہ سیر بادہ فردش
 میطیع شرع نبی متقی عبادت گوش
 جو آکھ اکلی جوتی میں گو گوش عند ہوش
 جو کوس فوج ظفر موج کردہ رعز فوش
 کھڑے ہوں کان ہر برون کے صورت گوش
 طلق زمین کا ہے خوان آسمان سر ہوش

چمن میں ہر گل تر اُسکے فیض سے خندان
وہ نثر خدمت مرشد میں ہونے لگی جو
نہیں دیر پڑھی جائیگی کوئی دم میں
شایہ حال تو تصویر دار بیٹھا میں
جوان فصیح بیان ایک ناگہاں آیا
ملا جو اذن تو کھولی زبان سحر بیان
نکل کے طفل مضامین زبان تارکی سے
زبان کا قصد کہ جائے فلک پہ شورش
کہا کسی نے خوشی میں کسی سے لانا ہاتھ
ادجھا نے دست زبان نے یہ اُسکے صفت پر
اُچھل پڑے گل مضمون نوید فردوسی
کہیں وہ نثر نظامی کے نظم سے بہتر
بھرے ہوئے تھے ہوا میں جو لوگ تخت سے
وہ فرہی نہ رہی سن کے وہ سخن سرسبز
خفا پسند ہمدردی خطا مفر طعنا
کہاں جلال جلالا دشان بر خور دار
قتل کس میں کہ کھینچے وہ اپنی تین زبان
جو شرم ہوئی خوش ہوا وہ صدر نقیض
ہوا خوشی میں جو دریائے رحمت مولج
جو پار چے کوئی پوچھے تو ایک سوا تیس
زیادہ اُس پہ کیا تحفہ دعا سر دست

فلک پہ ماہ دہاے سے اسکے حلقہ گوش
کہ نیش اہل حسد کو ہر منصوبوں کو گوش
بنیں گے کان جو اس دم سماعت گوش
لگا کے تیکہ دیوار مطمئن خاموش
لئے ہوئے کیے اجزا دق درق گل گوش
پڑھی وہ نثر مقفہ کہ سب گے اڑ گئے گوش
در آئے دیدہ حساد میں رخ پا گوش
پکارتا تھا یہ سینے میں دل جو بش گوش
جو سر سے سر توڑے جھوٹے گوش گوش
زمین تو کیا قفس آسان ہوا گل گوش
اٹھایہ لطف کہ جامی بھی گڑے مدہوش
بیان کے نور نے کی شمع النوری خاموش
یہ رشک سے ہوئے لنگر گھٹ گیا تن گوش
دعا دم کی جو جیسے گیارہ مرزبوش
دھندلہ غلط شوکت انکسار فروش
زبان گنگ مٹی جو یائے گوش عذر زوش
کہ ہے سخن کے قلو میں ایک دست فروش
شزا مدح میں گویا کئے لب خاموش
منگائی کشتی خلعت جو تھی جو اس گوش
کہیں قبول کے اعداد جنکو صاحب گوش
دیادہ حامل خط کو کہ جائے مثل سر گوش

مرآة الغیب

جو نثر کا ہر مصنف اُسے کرے تفویض
کہ دولتِ ابدی پائے وہ نیازِ فردش
اٹھا جو نامہ رمانِ بزمِ ہوگی بخت
یہ واقعہ ہو امیر اپنے شوق کا سرچوش
خدا نے پاک رسول کو یم کا صدقہ
صوابہ چکے ہیں روحِ اللہ سے دوشِ بادش
جہاں ہمیشہ رہے اُسکی ذات سے روشن
چراغِ دولتِ علیا کبھی نہ ہو خاموش

رہوں رکابِ سعادت میں میں بھی فارغِ بال

مدام سرِ بختِ دست و غاشیہ بردوش

تصدیہ مشتمل مضاہن لغزیت

سپاہِ اشک کی آنکھوں نے کی جو تیاری
کہو کہ نیزہ مرگان کرے علمداری
ہجومِ غم کا ہوا نیند ہوگی پامال
وہ آئی آنکھوں طالع میں بھی جو بیداری
نگاہِ دل میں جو یوں صورتِ جہاں سیاہ
کسی مریض پہ جس طرح رات ہو بھاری
زمانہ آپ کو شاید حسین سمجھتا ہے
کہ جانتا ہو سببِ خمر کا دل آزاری
پڑیں جو داغ کسی دل میں بوستانِ مجھے
کہے کہ نہرِ دان ہو جو اشک ہوں جاری
عدم کو جاتے ہیں مٹی سے قافلے کیا کیا
یہ شاہراہِ شب و روز رہتی ہے جاری
ہر اک سوار ہے پادِ رکابِ عالم میں
سمندِ عمر میں کشتی ہے تیز رفتاری
جو دن کو مرتے ہیں ہر شامِ انے نام میں
پہن کے آتی ہے شبِ جامہ غدا داری
اجل سے روح ہے تن میں کس طرح محفوظ
نہیں ہے تلخ آہن یہ چار دیواری
بچا جو گرم کجری جو ایسی موت کی ہے
کیا ہے مٹی تقدیر نے تسلیم جاری
امید زالِ جہاں سے عبتِ و الفت کی
یہ ہند جاتی ہے شیبہ بگر خاری
اٹھا ہو آبِ دمِ تیغِ مرگ کا طوفان
جو ایک ڈوب چکا دوسرے کی بھاری
ادھر تو شیرِ ادھر تن پہ تیغِ پڑتی ہے
کہاں کہاں کی بھلا ہو سکے خبر داری
ادھر مکان بنا اس طرف مزارِ گھدا
ادھر لباسِ ادھر ہے کفن کی تیاری

مرآة الغیب

سحر ہوئی جو کھلا ہے سدا کا دروازہ
 وہ خوش خرام ہوئے خاک جیکے ماتمیں
 وہ برقی دس ہوئے آزا کھینچ کر موزم
 لحد میں اُنہ پڑا بوجھ سیکڑوں میں کا
 زمین نے ایک جہان دام میں کھینچا
 کہاں وہ تاج فرید کی تھی جو آرائش
 کہاں وہ عشق زلیخا کہاں وہ شای مھر
 کہو کہ آئیں نہ اس کے فریب میں عاقل
 یہی حقیقت دنیا ہے تو ہے کیا دنیا
 ہوئی تھی جیکے لئے خلقت زمین و زمان
 مسافر اسمیں روانہ ہیں آنکھ بند کیے
 اگرچہ پڑے ہیں دنیا میں حادثے دن رات
 مگر ہوائے خزان آجکل ہے ایسی گرم
 فسرہ ہو گئے دونوں گل ریاض بہار
 یہ ایک سال میں دو حادثے پڑے ایسے
 جہان میں کون ہے جسکو ہوا نہ یہ ماتم
 جگر یہ حضرت آقاؐ نے نامدار کا تھا
 جناب کلب علی خان بہادر ذیجاہ
 کھن بھر زحاطب یہاں کوئی مطلع
 مطلع

یہ تیرے عہد میں رائج ہوئی سبکداری

کہ بت سے کہ نہیں سکتا رخِ دل بھاری

مٹا ہے نام یہ علت کا دور میں تیرے
 تراخیال جو مجھ کو دے نہ قوت دل
 رد ارج صدق کو مدت گذر گئی اتنی
 کیا یہ دغ ضرر کو کہ تا بکو چہ زخم
 نگاہ لطف نے قوت یہ دی چھت کو
 وہ رعب ہی جو یہ پھیلا رہے قیامت تک
 وہ عدل ہے کہ کھینچے دار ہوئے خرگان پر
 بدون میں بھی یہ اثر اب جو سن سنی کا
 عدد نے لذت دنیا میں مفت کھوئی جان
 جو وقت نزع بھی پانی تر اعدا مانگے
 پہنچ کے دیدہ دشمن میں در دکھتا ہے
 خوشی یہ اُس کو کہ ہوئی کے کھیلنے میں فقط
 جو کشتہ کی سزائیں یہ ہیں عجیب کیا ہو
 نہیں یہ غار زمین خجہ کی ہر سرتابی
 رہے شدید یو ہیں بحر مول پہ گتہ دید
 کسی دیار میں ہو سترہ چمک ترا
 دہن ہو خانہ زندان زبان شاعر کو
 حجاب ڈالیں ابھی پائے موج پڑھیا لے
 یہ باغ دہر میں پڑمردگی ہوئی پامال
 بجا ہر مدح جو عارض کی ہوئی ہر بار
 لکھے صفت کوئی شاعر جو طبع رنگین کی

نرا لے جو کہیں ابر کو بھی آزاری
 نہ ہو سکے کبھی لیسے کی ناز برداری
 کہ چرخ بھول گیا شہوہ ہائے بخاری
 نہ ہو سکا گذر لوئے مشک تانا تاری
 چھپی ہے دیدہ زکس میں جا کے بیماری
 دہان صوڑ سے نیلے صدا بد شکاری
 کرے جو زکس مجھ ب مردم آزاری
 بکس گناہ تو توبہ کرے خریداری
 نکس کو شہد ہوا با عبت گرفتاری
 زبان پہ اُس کے ہو پانی کی بوند چکاری
 یہاں ہے خجہ کو سزا دار مردم آزاری
 ہو ہے رنگ تو ناسور چشم چکاری
 کہ سر و بید سے لے عاریت نکو ساری
 پڑے ہیں زخم ترے تیغ قبر کے کاری
 یقین ہی چھوڑ دے اے بیس رشت کواری
 جگہ سے ہل نہ سکے پھر جو رسم ہو جاری
 سخن جو رنگ کو پکڑے سمجھ کے میکاری
 مضر جو اس کی ہو ساحل کو تیز رفتاری
 خزان بہار تک آئی تو بن کے نہاری
 کہ سات طرح سے قرآن کو پڑھتے ہیں تازی
 تو بیت بیت میں پھر خود بخود ہو لکاری

مرآة الغیب

ہواے فیض سے تیرے ہو گلستان گلشن
 علو مرتبہ ایسا تجھے خدا نے دیا
 وہ خلق نہ کہت خوش جس سے عاریت لیکر
 لباس خاص گنہگار کی خطا پوشی
 پڑے جو عکس تری شان عیب پوشی کا
 گہر فشان ہو خلعت پہ لبکہ دست کرم
 جو دام عشق میں تیرے ہیں ہو گئے دستار
 ہوا ہر لب کہ زمانہ ملازم سرکار
 نہیں ہو باغ میں ہر شاخ پر شکندہ گل
 اتیر مدحت مدوح ہو سکے کیوں کر
 تریہ حال ہو اب تو کہ آسمان تجھ سے
 گلہ عبت ہے دعا کہ یہ وقت دعا
 رہے یہ دولت و اقبال حشر تک قائم

بشر کا ذکر ہے کیا بلکہ جن مسخر ہوں
 مطیع حکم سے ہوں خاک و ناری
 قصیدہ در مدح جناب مستطاب علی القاب یہ حرکت لی نعمت دام اقبال
 عالم خواب میں چچا میں عجب باغ میں گل
 خواب میں سیرۂ خوابیدہ جو دانکا دیکھے
 سامنے اس کے کسی اور چہن کا کیا ذکر
 اک شگوندہ تھا اسی باغ کا باغ عشرت
 سراغ عشرت کو نین و ہنس کے دھپول

مرآة العیوب

داہرے نشوونگے دلالہ اگر عکس ہے
 سخت حیران ہوں کہ دیوار کو دس سے شمال
 دست مژگاں سے بٹھالے اقصیٰ جگہ کو نکھیں
 لالہ آتا تھا نظریوں پس دیوار چین
 خلیط گلزار سے ہر گل پہ یہ مصرع تحریر
 طوبی و سدردہ کی شاخیں پی تسلیم خرچ
 ہے یہ تاثیر نمونہ ہاتھ جو محرم کے کشیں
 توت نامیہ کا تھا یہ قلعی سے کلام
 سبزہ کا کھستان غنچہ بردیر کیسا
 اور شاخوں کا تو کیا ذکر یہ ہے فیض نو
 خواب میں دیکھے اگر زک فلک بانگی بہار
 کچھ بھی دکھلائے اگر باد بہار سی نیلنگ
 محکومہ بدلی کے نہ تھے ہندوستان کیے
 نو جوانانِ چہرہ درویش سے کیا اٹھلاتے
 ہر روش سیر سے یہ دان عکس گل لالہ نہ تھا
 مور تھے رقص میں مہر دہن برآگاہی
 سینے تلے ہوئے پھرتے تھے چین میں ڈھول
 لڑکھڑاتا تھا جو مستی میں کہیں پائے نسیم
 پنن دل میں جو عمارت کے چلنے والی نسیم
 سوئے تجمانہ جو پتی تھی ہوائے جانِ نسیم
 کیا عجب دانہ پسند ہو جل کر پھر سبز

خون لعل آئے رگ کوہ بدخشان سے نکل
 کہوں آئینہ تو آئینہ میں اتنا نہیں دل
 چہر بھی دیوار پہ جب چڑھتی تھی جانی تھی پھیل
 حسب طرح شیش محل میں کوئی روشن مشعل
 نقش ثانی جو یہ تھوڑے ہی نقش اول
 عرش تاک فرشتے سے جو باد بہاری کا عمل
 صورت دست چنار آئینے سے نکل
 طارم لپٹ جو اس باغ میں چرتے اول
 خوشہ تاک رگ تاک سے آیا جو نکل
 نکلے گہات میں بھی شاخ تو پھولے کو پل
 شب ہی کو گلشن انجم کو کرے مستاصل
 گل ہو گلستان میں انکھالے درون متقل
 بھر کے آیا تھا وہاں پھاگلون میں گنگا جل
 چتر کھولے ہوئے پھرتے تھے ہوا پر بادل
 ترچہ تھی چہر لون کا ربا لائے بساطِ قتل
 جیو متے پھرتے تھے متوں کی طرح سے بادل
 اس تما میں کہ گئے گئے سے بادل
 غنچہ کہتا تھا چنگ کر کہ سیر دار سخیل
 گل صد برگ سے غنچہ سیر ارازل
 کلہ توحید کا پڑھنے کے عزادار ہیں
 کہ دھوان اٹھتے ہی بنتا جو سپاہر ہاں

طرفہ العین میں وہ روشنی اسپہی قریب
توت نامیہ کے جوش سے آئینے میں
تخم تخم اس کا شجر بن کے نیا پھل دیتا
پانی دیتا صفت دامن تروت فشار
گرد گلزار کے ہوتا تھا قصد خورشید
نقش پا تھا صفت جام لباب سے
گل سرین پہ تھا یوں عکس شعاع خورشید
غچہ لب کا تو کیا ذکر ہے گل ہے کھلتا
ایک مہربان سرست جو ہوتی تھی خموش
دل سے کلفت کو مٹایا یہ صفائے گل نے
آگیا گل کی صفائی کا جو لبیل کو خیال
آبادار ایسی تھیں نہریں کہ مقابل ہوا گ
نچت گل سے ہر اک موج جواب رگ گل
شہد کی نہر رواں مثل جڑاں ہوتی تھی
ہو گیا لوٹ میں سامان یہ آیا جو نظر
رے اُڑی ہوش مرے حیرت نظارہ باغ
متحیر تھا کہ یارب ہے یہ کیسا گلزار
گوش گل میں جو ہوا ہے طربانگیز بھری
قربوں کو نہیں کو کو سے مجال گفتار
تھا اسی فکر سے دریا ئے خیر میں غرق
تا کہاں طرف چمن میں نظر آیا اک نور

نخل مونی کو بھی لے آتی تو لے آتا پھل
کیا عجب سبزہ زنگار سے گل آئے نخل
ٹوٹ جاتا جو کہیں گے زمین پر کوئی پھل
تھا یہ ترسائیہ دیوار چمن کا کسل
چاہتا تھا کہ کس لالے سے دستار بدل
زنگ پھولوں سے ٹپکتا تھا کہ آیا تھا ابل
جیسے سونے کو کیں ساغر الماس میں حل
عقدہ گیسوئے خیال جو دہان پر تھا حل
جام منقار سے آتی تھی بے نغمہ ابل
زنگ آئینے کا جس طرح مٹا دے صیقل
سر بھی بیٹھے نہ کھلا کہ گیا پانوں پھل
آب میں چشمہ خورشید کے آجائے حل
پر تو گل سے حباب لب جو رنگ محل
پھول پر بیٹھ کے اُڑتی تھی جو زبور محل
پانوں کس طرح بیٹھتا کہ گیا دل ہی پھل
آگیا عش مجھے بیہوش گرا سر کے بھل
غچہ ہے تنگ دہن کس سے مٹا پھل
کون سنتا جو پوچھوں میں کہ کیا ہو پھل
بلبلوں کو نہیں فنوں سے کسی شاعر پھل
کہہ رہا تھا کہ زہے صنعت صناعت ازل
آنکھ نے دل سے کہا دیکھ کے اسکو کہ پھل

طرفۃ العین میں وہ روشنی آپہنچتی یہ
 دیکھتے کیا ہوں کہ جو بیچ میں اک اور لقا
 گل کھلا فیض طراوت سے ہوا کے تازہ
 حورہ حور جسے دیکھے تو فردوس سے حور
 فرق سے تابعدار پیکر انداز دادا
 گرمی حسن سے رخسار بھبو کا ایسا
 چال وہ چال کہ بھونچال ہو جس سے زل
 ہوزمانہ نہ دبالا جودہ ہو تنہ خرام
 چہا گلوں کے ہی دو حکم تھے وقت گزار
 چوڑی آہوئے مشکیں کو خشت میں جھو
 قطرے کہتے تھے پسینے کے بیخ گلگوں پر
 لب نازک پہ جمانی تھی بلا کی رسی
 ہائے ناز بختی تھی نزاکت سے کر
 پتیلیوں کا جو ان آنکھوں کی تماشا دکھا
 تیر پر تیر پڑے دل پہ نگاہیں جولاں
 اور کی عوض کہ اے عشوہ گرد غمزہ فروش
 رنج روشن کی طرح آئینہ تو بھیکو کیا
 کون مساباغ یہ کون یہ تو میں نے کہا
 مقسم ہوا پہلے تو وہ سرمایہ ناز
 سراٹھایا زوں سے یہ بے ادبی خوب نہیں
 ہوش میں آئیے نہیں قسم نہایت سے باغ

مرآة الغیب

انس کچھ آج نیا تجھ کو نہیں دے تجھ سے
 نہ پیری ہوں میں نہ انسان ہوں نہ غلام ہوں نہ
 بارغ نقشہ ہے صفات حسنہ کا اسکی
 ہاتھ پھیلائے ہیں ترگس نے جو کاسہ لیکر
 ہے یہ نکتہ کہ فقیران جہاں کی صورت
 ہاتھ پھیلائے جو شاخیں زر گل دیتی ہیں
 اشرفی کے جو گلوں کا جو چین میں انبار
 رمزیہ ہے کہ پھیلے چھوٹے ہیں نخل امید
 نظر آتی ہے چمکتی ہوئی طوطی جو تجھے قطع
 یہ اشارہ ہے کہ ہر عضو بدن حضرت کا
 یار و رآتے ہیں تجھ کو تو نظریہ اشجار
 جو شہ رحمت کا ہے اس بحر کرم کے شمر
 دیکھتا ہے جو رداں نہر میں پانی شفاف
 پوچھتا ہے جو حقیقت کو مری اسے ناداں
 میں زلیخا ہوں وہ جو یوسف کنناں کمال
 ناز میں ہیں جو مرے گرد ادھر اور ادھر
 جسکو سب کہتے ہیں داسوخت شیرازت ہے
 شیر سبب داناو چین خلد بریں
 اک ادا میں دل عالم کو میں چل جاتا ہوں
 تربیت تیری ہے در پردہ تجھے مد نظر
 سیر ہو عالم برزخ کی مبارک تجھ کو

کھا چکا چوٹ مرے حسن کی تو روز ازل
 پر لطافت میں نزاکت میں ہوں اتنے افضل
 حسن فطرت میں جو یوسف سے کہیں ہو کل
 اور کاسہ ہے کہ سونا ہی کیا اس میں حل
 سائل اسکے در دولت پہ ہیں ارباب دل
 ہے یہ مطلب کہ دُش میں ہے وہ بتیل بدل
 یہ اشارہ ہے کہ دولت میں ہے وہ ضرب مثل
 پھو کو لائے ہیں اس بارغ میں اشجار جو پھل
 ذوق متی میں عنادل سے جو سنتا ہے غزل
 ہے نوا سنچ سپاس کرم عز وجل
 پہنچے ہیں اپنی مرادوں کو یہ بخل اہل
 اس گلستان میں جو برساتا ہے پانی بادل
 چشمہ فیض یہ اس کا ہے نہیں گنگا جل
 طبع نازک ترے اقبال ہوں اسے عید جل
 گرم ہے آٹھ ہر شاہد مضمون سے لغل
 یہ قصیدہ وہ جس ہے یہ قطعہ وہ غزل
 غنوی سمجھے ہیں جسکو ہے مری اک چھل بل
 ہیں مری لذت گفتار کے آگے خفیل
 آہوئے چین و ختن میں یکساں ہے پھیل
 روز سنتا ہے مرے فیض سے تو تازہ غزل
 ہوئی قطعہ بر مسادان گئے کلمت کھل

مرآة الغیب

مازہ تر ہو نیکا باعث ہو یہ اس گلشن کے
خلوت خاص چھانے کو ترے آقا کے
ہوئی انزالیش ملک اور پڑھے منصب کیا
سراٹھا خواب افغان سے ذرا ہوش میں آ
تہنیت میں تجھے لازم ہے قصیدہ کہنا
پڑھے کے دربار گہر بار میں اشعار سچ
الغرض کان میں میرے جو یہ خردہ پہنچا
مستند ہو کے کھکا مطلع روشن الیسا

مطلع

عدل کا تیرے زانے میں یہ بیٹھا ہو عمل
ناخن کیا بنے تیغ کباب دل باز
عام و خفیض ترے حفظ کا یہ عالم میں
غیب تاریک میں پھر ہیں برہنے کھٹکے
چار سو اس رعایا جو تیری شکر گزار
مل گئے زخم کے مانند شگاف در کوہ
چھنک اٹھی دشت میں ہر جاذم کیے کیطرت
رنش گردوں کیطرت گاؤں میں چل نیلے
موج حکم کا پائے تری ایما گر سبیل
دیر و منہ سے نکلنے کی نہیں تو عرفات
تیرے چلے نہیں جا کے کہاں کے گھر میں
شکل منتظر ہوں دونوں لب سمناء ہم

بچہ آہو کا ہو اور شیر نیتاں کی فعل
صید گم میں یہ ترے عدل کا بیٹھا ہو عمل
تعد امن آباد ہے اب شہر کی صورت جنگل
دیدہ شیر کے جو سامنے روشن مشعل
نام باقی نہیں شکوے کا ہوا شک ہو عمل
نہ رہا چاک گر میاں کو دباں بھی فعل
پر تو انگن ہوا اگر تیرے غضب کی مشعل
منہ سے تیرے کہیں اتنا ہو چل جائے چل
اُٹے پاؤں تو دے کہسا پھر سر کے بھل
گرد سے شہر غنقا کے ہو تیار محل
دم پکارا اگر حکم ہو تیرا کہ نہ چل
حرف لائنہ سے ترے جلے جو دو بار چل

مرآة الغیب

زلف لیلیٰ سے بے قیاس کا دل خوں ہو کر
 گرزے سوکھ اقبال مسعدات کا چھوٹ
 جس طرح لالے کی آنکھیں جوں جو شہد
 جس طرح داغ جو آغوش میں لالے کے یوں
 بچ سے شوق ہو سہ رخا نہ لارگی طرح
 جو یقیں شاخ سرگاز میں پر پھری
 جان غمگین ترے دشمن کے بدن سے نکل
 پھل نہ پائے ترا سناں کبھی جھلا کے دخت
 جیسے گرجاتی ہے دتا سرے کش سے
 کشت دل میں جو مخالف کی تری جا بجا
 رنگ اڑ کر رخ دشمن سے پروا نہ کہ ہو
 چشم بدور سیر مرداک دیدہ فتح
 کیا عجب دائرے کے گرد ہو کر ہو محیط
 انوں میں خار کرے ناخن تدبیر کا کام
 ڈال دے ہاتھ سے نیزے کو سما کر راع
 گرتی معرہ کی توصیف میں نہ سنا کر
 گرد اڑ کر جو سواری کی ترے جاتی ہو
 زلف جوزا کو بہت جہاد بکشی کی خدمت
 فیض سے تیرے ہندس میں صفت فلک
 رنگ گل بنتا ہو لب تک ترے آتا ہو خوشتر
 برق دھڑلے جو تو سن کو ترے دون میں

شخصہ نہی اگر آنکھ دکھائے بہ مثل
 کہ مٹا دیجے کو اکب سے خست کا مثل
 یوں ہی ریح کی آنکھوں میں فلک ہو مثل
 ڈر کے مریخ کے سینے سے لپٹ جا کر مثل
 سایہ انگن ہو تری تیغ جو بالائے چہل
 کہیں دھوکے میں پڑے میان سے تیرا مثل
 نالہ جیسے دل پر درد سے آتا ہے مثل
 اور بالفرض جو پائے بھی تو تلوار کا پھل
 کاسہ سر سے ترے ختم کے مفراتے مثل
 جو ہر تیغ طے ہو کر کو داغے کے بدل
 گر اشارہ ہو ترانہ اک بے پروا کہ چل
 چشم دشمن میں جسے دیکھ کے آجائے سبل
 دسوت خلق کا یہ دور میں تیرے جو عمل
 چاہئے لطف ترا پھر تو ہیں سب عقلمند
 تجھ کو پائے جو طرف دار سما کہ اعدا
 پر نکالے صفت موہراک حزن غزل
 زہرہ آنکھوں میں لگاتی ہے سچ کر کا چل
 ہے اک آزاد غلام جیسی تیرا زحل
 ایک ہی اینٹ سے چاہے تو ہو تعمیر مثل
 بوئے گل نیکے معانی وہیں آتے ہیں مثل
 جتنے عاقل ہیں کہیں ہوش ہیں اس کے مثل

مرآة الغیب

دور ہے عقل سے تشبیہ سکون و سرعت
سحر و اعجاز کی نسبت سے ہوا کہاں میں خلل
سبقت اندیش ہر عضو سے عضو آخر
پیچھے رہ جانے کے باعث سے ہوا داغ قفل
وصف میں گرمی رفتار کے شاعر جو کچھ
کہے کے موزوں کوئی قطعہ کہ قصیدہ کہ غزل
لفظ کیا نقطہ بھی دیوان سے یوں اڑ بھائی
نظر آئے اسے رہنما رہے گئے جیسے نکل
لاسے کے پھول کو آغوش صدیاں دکھیا
نظر آیا جسے رفتار میں وہ داغ قفل
آئینہ فعل کا اس کے ہو جو بہا کر تیار
ظہور اور آنکھ اس سے مقابل ہو تو کچھ چھل چھل
حسرت تک نور نظر عکس کے پیچھے دوڑے
اور ناکام ہی آخر کو گرے ہو کہ شعل
حقینہ انصاف میں گھوٹے کہ وہ ان میں ہجو
سخت قسم نرم دم آگندہ سر پہ کھل
فیضانے سپاہ میں سہ کار کے ہاتھی یجد
عظمت و قدر میں ہر ایک سے ہر اک فضل
ایک تہمتی مگر ان سب میں ہوسے کہ بلند
اسکی تعریف کردن نام ہے اسکا چنچل
نیل گردوں بھی جو دیکھے تو جگ جگاہ، دہل
دانت پائے کی بگاڑ سکے میں خرطوم زفل
اور تشبیہ نئی اک تجھے سوچھی ہے ابھی
پاؤ زنجیر سے ہر چند مگر بہت آزاد
عظمت و شان و جلالت کا ہو کیا اسکے بیا
ہر در قاتلہ گروں کی کلیدہ اسکی کجک
شب کی یہ طرف ہے رفتار میں یا انہم ہر شان
بس امیر آگے نہ بڑھ رہے غنائ فکر
پر کہاں ذرہ کہاں پایہ مدح و تشریف
شکر کر غنکر کہ راج ہو اتو اس کا
نہر دان سخن و اہل سخن ہے مدوح
اور یہ کہ عرض بصد مجر و خلوص دزاری
کہ خدا یا بحق آل نبی مرسل

مرآة الغیب

سرخ درنگ سوادت سے ہے جھٹک رہا
 حسن کو ناز رہے عشق کو جب تک کہ نیاز
 جب تلک مہر سے پر نور ہے سارا عالم
 پر تو مہ سے کتنا کہ ہے جگر جیتا چاک
 جب تلک شہد کے سچے میں رہے شیرینی
 نیش اور نوش کے باقی رہیں جیتا کنار
 نیش اور نوش کے باقی رہیں جیتا کنار
 سرور کے گرد کرے ناخستہ جیتا کو کو
 جیتی امیدیں ہیں برائیں مرے آفاقی
 ردیہ داغِ نخست سے ہے جھٹکا کہ نزل
 رہے معشوق کا جب تک دل عاشق میں نزل
 جب تلک ماہ کی روشنی ہو تلک پر مشعل
 گرمی مہر سے تا موم کا دل جائے پھل
 تلخ کامی رہے جھٹکا کہ نصیب خنفل
 لے مزا بیچھ کے ہر بھول پہ زبورِ عمل
 گل کے آگے پڑے تا بلبل شور بہ نزل
 خلد کی طرح سے شاداب رہے بارغِ امل

ملک و اقبال کو یارب ہو ترقی گھڑیوں
 یہ کیہ تر تو ہے کیا ہند میں ہو جائے غل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کچھ غم نہیں جو پیش ہے دفترِ قصور کا
 کیسی نظر حجاب جو مانع ہو نور کا
 رحمت ہے شرط راہِ خدا ہے کھلی ہوئی
 عودم اُس کے تو انِ تجلی سے کون ہو
 کہتے بجایا کریم اُدھر سے اُدھر گئے
 میں خاک بھی ہوا تو ہوا اسکی خاکِ دو
 وہ صاف دل ہوں مردانِ شہمِ کس طرح
 مئے اعتقاد صاف کی اسمیں رہے بزم
 زاہدِ لحاظ رکھ کہ نہ گل ہو چراغِ زہد
 دیکھیں کہ کیا دکھائے قیامت میں شوقِ بید
 حاضر مرے جنازے پہ ہوں سب ملائکہ
 کیا ڈر جو قصرِ عفو مقامِ بلند ہے
 دیدار کا تو وعدہ دنا ہوگا حشر کو
 عاشق کیا ہے شوق نے تیرے حبیب پر

عنوان نامہ نام ہے رب غفور کا
 دریا سے قطرہ قصد کرے کیا عبور کا
 پہنچا وہ جس نے قصد کیا راہِ دور کا
 حصہ ہر ایک آنکھ نے پایا ہے نور کا
 لطف و غضب میں فاصلہ تھا کتنی دور کا
 چھوٹا نہ دستِ عجز سے دامنِ غور کا
 میرے سیاہ خانے میں عالم ہے نور کا
 مینا سے دل کو سنگ نہ توڑے فتور کا
 تھوکانہ آنے پائے ہوائے غور کا
 درمیں مرحلہ ہے شہو دو ظہور کا
 سایہ ہوسر پہ مثلِ سیماںِ طور کا
 زینہ لگا کے پہنچوں گا عذرِ قصور کا
 ارشاد ہو علاجِ دلِ ناصبور کا
 یارب امید دار ہوں عفوِ قصور کا

مرآۃ الغیب

دیکھا نہیں ہے تجھ کو مگر شوق دید ہے شتاق غائبانہ ہوں تیرے حضور کا
مرکلی نجات لمحہ کے فشار سے صدقہ اکابر و شہداء کے قبور کا
پھیلا کے پانوں چین سے سوؤں فراہیں تکیہ نصیب سر کو ہوز افسے حور کا
یارب اکیلے رہنے کی عادت نہیں تجھے جنگھٹ رہے مزار میں عثمان و حور کا
محشر کے روز ساقی کو تر کا واسطہ اک جام تشنگی میں شرابِ طہور کا
الفت امیر آل محمد سے فرض ہے

مشکل ہے بے سفینہ ارادہ عبور کا

نام عاصی داخل فرد شفاعت ہو گیا خاتمہ بالخیر احمد کی بدولت ہو گیا
مرغ عصیاں اڑ کے میدہ باز تر ہو گیا ذنگ شاہین تر از وئے عدالت ہو گیا
فرد تھادقت پر کش پر ہا سیر میں فرش استبرق مجھے صحن قیامت ہو گیا
گرئی نور شید عشر سے ہوئی حاصل نجات شامیانہ سر پہ میرے ابر حجت ہو گیا
آل احمد کی محبت کا چھٹھا تھا دلیں خار بڑھ کے محشر میں کلید باب جنت ہو گیا
جسم گیا تھا دل میں جو مشق معاصی سے غبار سر نہ بہر دیدہ عین عنایت ہو گیا
واہ ری رحمت ہو رکھا پاؤں بالائے سراط دنیگری امن نے کی خون خصلت ہو گیا
جس علم کے نیچے پائی فیض احمد سے جگہ میری ہجرتی پہ انگشت شہادت ہو گیا
دفعۃ صورت بدل کر بن گئی امید یاس خار زار رخ فرش خواب راحت ہو گیا
راستہ تھا ادب منزل جو ناموار پیش رفتہ رفتہ مرد بان بام رفت ہو گیا
قصر یا قوت نہ مرد کی ہوئی اسان خرید بارغ جنت کا قبالہ دارغ محنت ہو گیا
تشنگی میں کوثر و تسنیم کے چشموں پر ہم اس طرح پہنچے کہ رضواں غری حیرت ہو گیا

صبح محشر جلد چھٹکارا ملا ہم کو امیر
ہر کیا چمکا کہ تاباں غم قسمت ہو گیا

مرآۃ الغیب

نہیں سودا فقط یوسف کو اسکے چاکر دانا کا
 مزہ عاشق کے دلے پوچھن شہزادیاں کا
 یہ تیری تیغ نے رد کا ہے نا کا شہزادیاں کا
 دل پرداغ پر یہ حسرتوں کا خون ہوتا ہے
 زبان حال سے کہتا ہے تجھ میراں کھنچ کر
 مے ہی سانسے دامن اٹھا کر ناز سے چلنا
 تکلف حسن کا ہر موئے خط یار میں پایا
 بہار تازہ دل دیکھ اگر شوق تماشا ہے
 نہو گاتہ جتنا کہ نقد جاں باقی بقیہ میں
 بہار کہکشاں و انجم داناک کیا دیکھوں
 لکھے یکہ دست یہ مضمون ترے دست چٹائی کے
 نہ گہراے دل جتنی سودا شامِ وقت سے
 خیال عیش کر لینگے فلک نے گو چھنایا ہے
 مداف اسے شیخ دھوکے میں اڑائیں تھیاں میں نے
 اچھلتا ہے کلیجا ڈوتا ہے دل خدا حافظ
 چچے کیا طول محشر ہے غن کوئی اکھو نہیں
 دہان گور سے آواز یہ کانوں میں آتی ہے
 تڑپ کر دم کھچائے مگر کھلنا نہیں ممکن
 جگر گودوں کے دلوں بتاے ناو قاتل

گدا اور میں بھی دیکھ چاک گریباں کا
 تماشا دیکھ پردانوں کی آنکھوں سے چراغاں کا
 کہ چھاپا ہے قضا کے ہاتھ پر خون شہیدان کا
 پہونکا ٹمپک جاتا ہے رنگ اپنے گلستاں کا
 کہ گھر بیٹھے پہنتا ہے کوئی جی مرد میدان کا
 جی سے پھر گلہ اٹا مے چاک گریباں کا
 نظر آیا ہے ہر سرور میں جلوہ سلیمان کا
 بہشت اک بھول چھاپا ہوا ہے اس گلستاں کا
 سخی کے گھر کا دروازہ ہے چاک اپنے گریباں کا
 نہ میل اچھی نہ بڑا خوشنما ہے اس گلستاں کا
 محسن جو مے دیوان تیا ہے خیر مر جاں کا
 کہ یہ سہا یہی پماید ہے اس زلف پریشاں کا
 تصور قید ہو سکتا نہیں ہے اہل زندان کا
 ترے خرتے پٹک مجھ کو ہوا اپنے گریباں کا
 سمندر پر پیرنا ہے جو بیٹنا شہما ہے ہیراں کا
 ازل سے تا اب پہلا پیر ہے روز ہیراں کا
 نہیں ہے کالم اس گھر میں کسی ناخواندہ ہماں کا
 تری دل کی گوٹا نکا ہے مے نرم نہاں کا
 کہ دیا سو نہیں ہے ایک قطرہ آبِ پیکان کا

امیر آئینے کیا کیا شمع ردراؤں کو چھپ چھپ کر

نیا انداز ہو گا میرے مدفن پر چراغاں کا

اگر در کار ہے رنگیں نہیں تکرہ گریاں کا
اسیر عشق ہو کر زم زم میں طائر جہاں کا
کنارہ مر کے ہاتھ آیا جو ہر ملک ایمان کا
مہارے بانچس کی شان کچھ اسمیں نکلی جو
دھواں اٹھتا دایع آفتین سینہ سے ایسا
خیال خط میں آگے جا نکلتا ہوں جوش میں
نظر آیا وہ چہرہ ہوتے ہوتے رک گئی جنت
جہاں مشوق ہو عاشق دکھا جا لکڑ لکڑا
یقین ہے بپتے بپتے ہو لبالب خون حسرت
نہ پوچھو حال دل کا میری آہ بے باز دیکھو
دل سرکش میرا دیکھ کر یوں وہ پری بولی
کہاں ساماں تھا جنت میں کلمہ بار کوکھتا
زہے شوق شہادت اتھاں گاہ محبت میں
دم قص اس پری نے دی جو گردش اپنے دکھ
تفوق رکھتی ہے سرگشتگی نوح فریادی پر
وہ دیوانے ہیں آنکھوں کے ذرا ایسا اگر کر دیں
جیسے سارا زمانہ آفتاب حشر کہتا ہے
نئی تقریب پر یوں کے بلانگی جو دیوانہ
ہوئی میں بسکہ آنکھیں لوٹ اکی جامہ زری پر
وہ زخمی ہیں تو کب کسی چھو لگا کر نہک قاتل
ادان میں جو لوگ ڈرتے ہیں آبر سے

لگاؤ لعل اسمیں قطرہ خون شہیدان کا
چمکتا و قفس میں جا کے طبل اس گلستان کا
بڑی شکل سے دروازہ ملا شہر خوشال کا
کھینچے تو دور کر مٹھ چوم لوں شمشیر بڑاں کا
کہ چھپ جاتا جو بدلی میں ہلال اپنے گریباں کا
لگا تا جو نہ لہو ہوں برھیاں بنو گلستاں کا
اٹھائی اس نے چلن رہ گیا پردہ گریباں کا
شید بڑی قمری ہے دھواں سرد چراغاں کا
اگر کاسہ بنائیں کاسہ گر خون شہیدان کا
درخت بے ٹہر ہے یہ اُسی آجڑے گلستاں کا
یہ دل کا ہیکو جو کوئی بگولہ ہی بیاباں کا
دیا قاصد کو پردہ بھٹا کر میں نے گریباں کا
قدم بڑھتے ہی ہاتھوں بڑھ گیا دل و میدان کا
مری آنکھوں میں عالم بھر گیا شیر سلیمان کا
کہیں دامن سے ہوتا جو مقام اونچا گریباں کا
نکالے شیر پر آنکھیں غزال اپنے بیاباں کا
وہ اک اُترا ہوا چھا ہوا اپنے داغ بڑاں کا
کسی صحر میں عرس اکدن کریں چکر سلیمان کا
لگا ہیں کھلتی ہیں گیند اس گونے گریباں کا
دہان زخم سے ہم چوم لیتے تھم نمکدان کا
اجل تو نام ہوا کہ زندگانی کے نگہبان کا

مرآة الغیب

جنوں پر کچھ لوگ پردہ نشین کے دور دماں کا
 نظر اتار دیں رنگ کیا حسین مجاہد کا
 چھپا چھپا عیب عریانی سے رخت جسم عریاں کا
 کہیں ضبطِ فغاں سے عشق کے آثار چھپے ہیں
 صدائے نقلِ مینا سے میخانے میں آتی ہو
 مگر آرتی ہوئی پریاں پھنسائے کا ارادہ ہے
 جنوں کے گل کھلاتی یوں صبا کو کیا سلیقہ تھا
 کیا انہارِ دردِ دل تو کھینچا مریاں سے خنجر
 خیالِ طرہ بندہ جائے نہ کیونچو کی صورت
 عدم کو چل دیا خاموش جو عاشق ہوا سپر
 قہارِ خیرِ نیکیں چڑھا جب سے نگاہوں پر
 ترا منوں ہوں اسے ضعفِ پردہ بگیا میرا
 ملا یا خاک میں انکو جہاں کی بیونالی نے
 تعجب کیا کمالِ شوق میں اپٹا جو میرا اس سے
 اسے کہتے ہیں پاسِ رازِ لفت دکھائے قاتل
 زخماں پر جو آنکھتِ خنای یار نے رکھی
 مزاج آگے تو دیوانوں سے یوں بہیم تھا تھا
 کہاں جائیگے آؤ کر یہ پریر میری چالو سے
 نصیبِ دشمنانِ قاتل کو سکتا ہو گیا شاید
 ہوائے زلف میں اک حمر کے سودا چمکا جو
 امیرِ لیا شکستہ جو ہجومِ داغ سے پہلو

گلا کاٹوں جو پردہ فاش ہو جاگے گریباں کا
 تماشا دکھتا ہوں ایک مرغی میں گلستاں کا
 مرداغِ جنوں پیوند ہے میرے گریباں کا
 لبِ خاموش سے پیدا ہو صدرِ دردِ نہیاں کا
 کہ بختِ سبزاں کو طوطی ہو مستوں کے گلستاں کا
 ہوا پر حال پھیلا یا جو کبھوں زلفِ پشیاں کا
 جہنم میں جو گل صدرِ برگِ نام اپنے گریباں کا
 نیا نسخہ نکالا آپ نے یہ دردِ ہجر اں کا
 طلسمِ پھر رہا جو آنکھ میں قبابِ پریشیاں کا
 وہاں یا مددِ روانہ ہو کیا شہرِ خموشاں کا
 ہمایارِ رنگِ اُترِ ادل سے اپنے پنجہ جواں کا
 چھڑا تو نے دامنِ دستِ محبت سے گریباں کا
 کتا بہ خط کو فی میں لکھو گورِ غریباں کا
 دیا شمشیر نے دھوکا کسی کے جسمِ عریاں کا
 میاں جو منہ ترے تار کر سے زخمِ نہیاں کا
 تو میں سمجھا کہ ہر سببِ فتنِ پھلِ شاخِ ہرجا کا
 آخر جو اسے پسیا یہ صحبتِ زلفِ پریشاں کا
 مجاہد میں بنوں گا جاگے درگاہِ سلیاں کا
 کہ لعلِ آمینہ دکھلا رہے ہیں شیمِ حیراں کا
 بیاضِ صبحِ جنت جو سودا چمکا پریریاں کا
 کہ ہر ناسورِ دلِ رختہ جو دیو لگا

مرآة النیب

دکھانا چاہیے کچھ بانگین سوداے خرگاہ کا
 نہ چھوڑا تار باقی دست وخت نے گریاں کا
 جواب رد و غصہ رضواں جو تھکے کوئے جہانماں کا
 شکر گئے نہیں کنتھے میں اپنے گوگھوڑا نکا
 بنا کر آئینہ پریوں کو یوں خود میں نہ کرنا تھا
 دیں جو ایک مشت خاک صحرائے محبت کی
 تردد کیا جو تم کو یہ تو دوناٹوں میں اچھا ہو
 دبستان جنوں میں جو حق تھا اور میں تیرے
 نہ بھولے آپ کو بھولے جو دنیا کو تو کیا بھولے
 کسی عارض کا آئینہ ہے اپنا دیدہ حیراں
 در آیا بن کے پتلی دیدہ خورشید عشر میں
 لب باہم اس پر میں نے بال کیا چہرے سے لگے
 ذرا سی چھیر میں کیدوں بھجوتہ بتے تو تم اچھا
 گھٹائیں غم کی چھا جاتی ہیں دلپتہ پورہ بخونے
 ملایا چاہتا تھا ہاتھ سے اس گل کے ہاتھ اپنا
 اچھا ہی نہیں غصہ کسی دم چشم دہر سے
 خیال زلف رخ ہی راتوں میں آنکھوں میں تیار ہو
 مرے غم میں رداں آنسو میں آنکھ لیتے جینے
 انا الحق بولتی ہیں قمریاں حق سرہ کیسا

بہت اب نوک کی لبتا ہو کہ کتا بیاباں کا
 دیا ہر چہ میں نے واسطہ یوسف کے داماں کا
 قضا چھڑکا ذکر کی بھرتی جو خون شہیداں کا
 بھگل آیا ہو جو جہاں شمشیر گریاں کا
 سلک نہ کچھ تو چھ کو پاس لازم تھا سیماں کا
 فلک چھوٹا سا اک میدان جو کسے گریاں کا
 عدد کا زخم دل کیا چاک جو سیر گریاں کا
 وہ اسے محض برادر دہ درتے ہو میرے دیواں کا
 یہ منت ہوا کہ پوری تو بھرے طاق نسیاں کا
 دل صد چاک شامہ ہو کسی زلف پریشاں کا
 اگر کوئی آڑا آڑہ کوئی اپنے بیا باں کا
 اٹھا کر ابر کے پردے کو گویا برق نے چھا نکا
 اسی سے چھڑتا ہو تم کو ہر کتا بیاباں کا
 بلا جو رنج پہ کھلنا آپ کی زلف پریشاں کا
 یہ باعث ہو کہ شل حق نے بنایا پیچہ میراں کا
 پر پردیوں پہ کیا مغایہ سرکار سلیمان کا
 اچھا صحت و صلت کا اندر جلا شام حراں کا
 کہ ماتم ہو رہا ہو گھر میں پریوں کے سلیمان کا
 جسے کہتے ہیں دار اک سر دہلے گستاں کا

کتاب لوح محفوظ اسے اسیر اس کا ہے دیا ہے

سودا خانہ کن خانہ ہے اپنے دیواں کا

مرآۃ الغیب

ہم سے مجھ کے غیر کا تو یار ہو چکا
ترخیب دی شراب کے پینے کی کیوں اُسے
انکھیلی کی چلے نہ چلے چال لبہ شوخ
بالیں پہ میرے کس لیے آیا جو اے طیب
آیا نہ ایک بار عیادت کو وہ مسیح
زنجیر پا ہے ضعف سے ہر سوج بوریہ
افسوس آنکھ خواب تغافل سے تب کھلی
اب عفو وہ کریں نہ کریں اختیار ہے
جب آستان یار پہ حاضر ہوئے ہیں ہم
باقی ہزار شوق خط شوق ناقص
کافی ہے زلف جال بچھنا جو کس لیے
دنیا میں گور، غم ہے نہیں جیکے لعلش
دل راہ چلتے تھیں لیا مجھ سے یار نے
میرا سوال سن کے جو خاموش ہو رہے
اب لب پہ لائیں کیا رنی صورت کلیم

باقی ہے کس کو وصلہ خفاے عشق کا

رسوا امیر کو چہ و باز ار ہو چکا

واعظو حشر کا ہر مرتبہ چچا کیسا
دیکھیں عوریں بھی تو بیہوش ہو رہے روتے
سیر کبھی تری کشتی کا تماشا کیسا
مے پیو شوق سے خالق پر رحیم اور کریم
مے کٹو خیر ہے اندیشہ فردا کیسا
آشنا ذکر سے رنجی بڑھتا اپنی زباں
دستاں بھی کسی دوست شے کو کیسا

مرآۃ الغیب

جائے آرام نہ دیکھی کبھی اس عالم میں
نبض دیکھی تو حرارت سے جلے دستِ یخ
نام چاہے تو نہاں ہو نظر عالم سے
آبلہ پائی دے تابی و سرگردانی
کبھی دیوانہ الفت نہ تہارا سمجھا
شک نہیں امیں کہ پھر صبرِ نوزوں تقدار
بوش و حشمت میں اس دشت میں لایا کہ پہلا
کہتے ہیں زلف سلسل کی کھو تو تعریف
تری تصویر خیالی بھی نہ آئی مرے پاس
نہیں معلوم کہ ہے عالم بالا کیسا
تیرے بیمار محبت کا مداد کیسا
گوشہ گیری سے ہوا شہرِ عناق کیسا
اے جنوں گھر میں یہاں ہوں صحر کیسا
لوگ سمجھانے کو سمجھا چکے کیسا کیسا
پر کرزیج سے غائب ہے یہ سکتا کیسا
آہوئے قیس نہیں ناقدہ کیسا کیسا
دیکھیں اس فن میں تو تکوید کیسا
رہ گیا کھول کے آغوشِ تمنا کیسا

میرے لب تک نہیں آیا ابھی نا بھی اسیر

زلزلے سے ہے یہ عالم تو بالا کیسا

پوچھنا نہ جائے گا جو وطن سے نکل گیا
ٹھہریں کبھی کوچ میں نہ دم بھری راست رو
خلعت پہنے آنے کی تھی گھر میں آرزو
پہلو میں میرے دل کو نہ اے دردِ کز لاش
مرغانِ بارغ تم کو مبارک ہو سیر گل
کیا رنگ تیری زلف کی بونے اڑا دیا
پیاسا ہوں اس قدر کہ مراد دل جو گر پڑا
سار ابراہان نام کے پیچھے تباہ ہے
کاشوں نے بھی نہ دامنِ گلچیں کو دلیا
کیا شوق تھا جو یادِ ساگِ یار نے کیا

مرآة الغیب

دوسرہ رنگ خط بھی بنا اتو پورے
منظور عشق کو جو ہوا ادج حسن پر
بد نظر رہی ہمیں ایسی رضائے دوست
طاؤس نے دکھائے جو اپنے بدن کے داغ
صحا میں جب ہوئی مجھے توں چشم کی تلاش
بغیر کھنچا جو میان سے چکا میان صاف
بیگانہ تھا جو سبزہ چمن سے نکل گیا
قمری کا نالہ سر دچمن سے نکل گیا
کائی زبان جو شکوہ دہن سے نکل گیا
رد تا ہوا سحاب چمن سے نکل گیا
کوسوں میں آہواں ختن سے نکل گیا
جو ہر کھیلے جو مرد وطن سے نکل گیا

میں شعر بڑھ کے بزم سے کیا اٹھ گیا ایسر
بلبل چہک کے صحن چمن سے نکل گیا

وعدہ نہیں جو حشر کے دن کس سے دیکھا
اللہ رے انقلاب بہانہ پلید کا
قاتل کے کان تک نہیں پہنچی اہل قبال
کچھ لیکھے ہیں زراغ و زعفران کھسک ہوا
کہدے کوئی حسینوں کیل تو تیا نہیں
ہاں اے کلید دار رضا کھول قفلِ بخت
کشتوں کا کھیت کاٹ کے کہتی جو تیغ یار
کیا جانتا ہے کوئی فقیر کا مرتبہ
پوچھوں نہ حال خلقِ رقیب سیاہ رو
کیا جانے رہِ مردوں کا ہوا کیا عدم حال
اسے ترک ترے رعب نے الیاد بادیا
دوزخ میں ڈالے جاوے جسے دوزخ پرست
دل میرا اسکے روئے خط طے نہیں کر

صحنہ ابھی سے بانٹ رہی وہ عید کا
خون حشیں غازہ جو روئے نرید کا
کیوں تیغ نے گلے کو دیا خطر رسید کا
لاش اپنی لبد مرگ جو توشہ فرید کا
آئے جسے جسے ہوا ارادہ خرید کا
پچھ اسمیں گھس نہ جائیگا ناحن کلید کا
جامہ بھی پہ قطع ہے قطع و برید کا
دل نام پر عرش نقب ہے مرید کا
بگڑا ہوا خمیر ہے خاک نرید کا
اتک تو ایک نے نہ لکھا خطر رسید کا
اُچھلا نہ خون حشر کے دن بھی شہید کا
ناقوس غل چائے گا بل من نرید کا
بھوٹا بنایا ہے قبالہ خرید کا

مرآۃ الغیب

اب کی بہار سے مجھے آتی ہے بوئے فوں آیا ہے لالہ ہمیں بدل کر شہید کا
کیونکہ کھینچوں نہ میں طرفِ قرب حق امیر
پھنڈا مرے گلے میں ہے جل اورید کا

آئے جسے ہو شوقِ تجلی کی دید کا
آنکھیں ہیں اور لطفِ و اب اس کی دید کا
دودھ شیبِ فراق کا نقاشِ تجھ سے
سجد سے سوئے یکدم اسے فوں نہ ہو
کیسی سزا کہ رعب سے قاتل کے روزِ شر
کھینچا نہ ہاتھ قتل سے قاتلِ حق نام
آئے خود بہاریہ دونوں میں بہن سے
حیرت نے کر دیا ہمیں تصویرِ پیش یار
وہ یاد ابنِ ساقی کو شر میں ہیں یوں
پیری میں مجھ سے شجرِ قاتل گئے ملا
علی شہید ہیں کھینچے رخسارِ یار کی
ہم منتظر کہ لائے وہاں سے جوابِ خط
اس غمکدے میں کنگھی یوں اپنی زندگی
پوچھو نہ کچھ مرے دل زخمی کا مجھے حال

کس دن نہیں ہیں چار گدا چار میہماں
رزق اپنا اے امیر ہے گوشہ فرید کا

جھک کر عجب تجھ کے حسین شہید کا
یہ شوق و جو خلق کو قاتل کی دید کا
کرتا ہے تنگ تاقیہ تک بھی زید کا
جائے شہابِ خون کے کا شہید کا

مرآة الغیب

ہوتے ہیں ترپنے سے آنکھ میں حسیں
اتراتے ہیں جو لوگ ہیں کہ لباس نو
بت نیک وقت نزع نہ بالیں پیرے بیٹھے
نہایت ہوا عدم کو مسافر ہو پرخ کیا
کرتا ہے مثل چرخ زمانہ بھی پائمال
گردن تو کیا نہیں مرے اعضا کو خوف سیخ
کھونٹیا لٹ مار کے ہم میکہ کے کا در
کیسا جواب خط کہ ہوا نامہ بر کا خوش
نازک ہر دل میں وعظ کی مجلس میں جاؤں کیا
پیر مناں نے مجھ کو سنبھالا تو کیا ہوا
باطن میں غم ہے عشرت دنیا کے ظاہری
مہدی کی ٹیٹیاں نہیں پر میرے باغیاں
فاتح سے ہوں تو صاحب عزت تریز کر

اللہ اللہ کے بیٹھنے سے ہوئے کشتہ ہم اسیر

خیر پھر اگلے یہ ملاقات عید کا

ہر دو کو شوق اس بت قائل کی دید کا
غزہ ہو میکشو کہ ہوا چاند عید کا
یار رہے وہ چاہہ ذوق خط سے خطیں
جی چاہے جس حسیں کا وہ ہے جسے نبی ل
دنیا پرست کیا رہے عقبے کر س گے طے
وہ مست ہوں کہ میں نے شب قدر کی عا

ہوئی کا رنگ جس کو ہو ہے شہید کا
محتاج تفضل میکہ تھا اس کلید کا
گیر نے نہ اس فرات کو لشکر بزد کا
سدا یہ کریم ہے توشہ فرید کا
بکھ گھا خاک گھر سے قدم زن مرید کا
مدد سے تمام ہوں کہیں دن ائے عید کا

برآۃ الغیب

کس گلبدن نے ہاتھ سپردہ لگا دیا
 پھولوں کی سیج ہے جو جنازہ شہید کا
 ہوئے نہ پائے غیر نقل گیرار سے
 اندیوں ہی روز گذر جائے عید کا
 اپنی کہیں کہ اسکی نہیں وقت نزع ہم
 درد اگر دلت تنگ ہو گفت دشید کا
 سارا احباب ختم ہوا حشر ہو چکا
 پوچھا گیا نہ حال تھا رہے شہید کا
 باب باک کے روز کھاتے ہیں داغظلم داغ
 سمجھے ہیں شاید اسکو بھی تو شہرید کا
 لٹے گی لذت لب شیریں مری زباں
 قفل و مہن پر اس کے جودانت اس کلیہ کا
 شیطاں کبھی رقیب سے ہوتا نہیں جدا
 اُٹھی ہے بات پر ہے پیر و مرید کا
 ضائع نہ جائے دل پہ جو کھایا چو داغ غم
 یارب چراغ ہو کسی قبر شہید کا
 جا کر سفر میں بھول گئے ہم کو وہ امیر
 ہاں اور دوستوں نے کھا خطرید کا

اندھے کے مکر صاحب غل شدید کا
 گارے کو زر مزار بنائے شہید کا
 گمراہ کو تیغ سے نہیں رشتہ بعید کا
 ڈور اجو پاڑھ کا جو وہ جل اورید کا
 اُس کو چمکے گداؤں شہید ست ہیں ہم
 رضواں سے ہوا راہ خباں کی خرید کا
 کرتی ہیں دلوں خون اُن آٹھو کی تیلیاں
 ان بچوں کو ذوق ہے مے کی کشید کا
 ہو اُس سے بوسہ لب شیریں کی کیا امید
 شربت پہ فاتح بھی نہ دے جو شہید کا
 ضبط عذاب یار کا کیا وصف کیجئے
 نوردد کا یہ زانچہ خطبہ جو عید کا
 باتیں مری سینس تو یہ منہ پھیر کر کہا
 تار اس گند میں نہیں دل کی کشید کا
 صحرا کوہ کشتہ الفت کہاں نہیں
 ہر لاد ہے چراغ مزار شہید کا
 لیتی ہوست عارض محبوب کے وہ دلف
 کا خر کو بھی ادب ہے کلام حبید کا
 حجام میرے دل کا دکھا دے جو آئینہ
 اُن سے زیادہ دول انھیں انعام عید کا
 کندہ ساز نگ یاد کھائے جو تلخ ہو زرد
 زر سے ارادہ چاہیئے زر کی کشید کا

مرآة الغیب

کتنا ہے سخت قلب رقیب سیاہ رو
نطفہ یہ شکر کا ہے کہ بچہ نرید کا
متقل سے کم نہیں ہے قلم ال مرآتیر
ہر کلک ہے گلوئے بریدہ شہید کا

خط عارض نے دل اہل رقم توڑ دیا
بیت ابرو نے ہلالی کا قلم توڑ دیا
اس کڑی کا تحمل تھا کہاں شیشہ دل
وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا
اہل عشر یہ ہے احساں ترے دیو کا
سر کو کھرا کے در باغ ارم توڑ دیا
باندھتے غیر کو چڑا ترا ہم دیکھ سکیں
رشتہ الفت کا ترے سر کی قسم توڑ دیا
دل نے اک آہ میں نابود کیا انجم کو
سب شہنا کھنچ کے شیشہ دو دم توڑ دیا
حکم دے کہ نہ آئے کوئی درد ان سے پر
آئسرا تو نے غریبوں کا صنم توڑ دیا

صفیہ دہر پہ صورت گرفتار نے امیر

اس کی تصویر وہ کھنچی کہ قلم توڑ دیا
لام کا خوب الف بے مقابل ٹھہرا
بسم زلف تیرے حور شہناں ٹھہرا
بہرے ترے جو دامن میں گاہل ٹھہرا
کتب شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا
چہن بیتہ یہ سفینہ لب ساحل ٹھہرا
خندہ گل نہ ہوا شور و عناد ٹھہرا
دینک گوش بر آواز سلاسل ٹھہرا
نجد سے قیس جو آیام سے زنداں کی طرف
حسن جس طہانے کا چمکا وہ ہوا باعث قتل
خط جو کھلا رخ جانناں پہ ملا بوسہ خال
جس نے تلوار سنبھال مرزا قاتل ٹھہرا
علم اک نقطہ جو مشہور تھا اسے چو شہنشاہ
بہی دانہ فقط اس کشت کا حال ٹھہرا
دور سے کی جو نظر نقطہ باطل ٹھہرا
پاس آکر جو وہ ٹھہرے تو مراد دل ٹھہرا
کثرت داغ سے گلہ تہ بنادل تو کیا
زینت باغ نہ آراش محفل ٹھہرا

مرآۃ الغیب

دوڑتا قیس بھی آتا جو نہایت ہی قریب
اک ذرا نائے کو اے صاحب محل ٹھہرا
دم جو بیتاب تھا قدرت سے سرے سینے میں
یتیم قاتل کے تلے کچھ دم بسمل ٹھہرا
ہم بڑی دور سے آئے ہیں تہا را جو یہ حال
گھر سے دروازے تک آنا کئی منزل ٹھہرا
اب تک آئی ہے صدا تر بت لیلیٰ سے امیر

سارباں اب تو خدا کے لئے محل ٹھہرا

بیگانہ ہو کے سارے جہاں سے جدا ہوا
اے عالم آشنا جو تر آشنائے ہوا
سمجھے کھن نعیب جو بعد فنا ہوا
سرکار عشق سے جہیں خلوت عطا ہوا
دے دئے معرفت سے جو دل آشنا ہوا
ترک خودی سفینہ اہل فنا ہوا
نخت سیر نہ ضعف میں ہم سے جدا ہوا
قد خمیدہ حلقہ زلف و دوتا ہوا
میں مٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا
سایے سے خوب حق رفاقت ادا ہوا
چمکتا رہے میں خون مرا کر کے کیوں کھنور
اب اس پہ خاک ڈالئے جو کچھ ہوا ہوا
جا اٹکیاں تو دیکھو مجھے قتل کر کے خود
اور دل سے پوچھتے ہیں یہ کیا ماجرا ہوا
زائل ہوئی نہ بھیس بدلنے سے بڑے عشق
نصویر میں بھی رنگ جو نہ رہے اڑا ہوا
ہر دل کا سرد ہری معشوق سے یہ حال
جیسے درخت برن سے کوئی جلا ہوا
مرنے کے بعد کیسے پریشانی ہی عضو تن
کیا کیا ورق کتاب سے اپنے جدا ہوا
یا وکر میں بھول گئی دل کو طرز آہ
کا سے میں اپنے بال پڑا بے صدا ہوا
حب سامنا ہوا دل عشاق کھینچ گئے
گیسو کا حلقہ بھی دہن اثر دہا ہوا
یہ ضعف سے سبک ہوں کہ نقش قدم مرا
پڑتا تو ہے زمین پہ لیکن مٹا ہوا
آئینہ اس کو کس نے دکھا یا غضب کیا
جلاؤ خلق ایک تو تھا دوسرا ہوا
بوسہ طلب کیا تو یہ کہنے لگا وہ بُت
قدرت خدا کی تم کو بھی یہ حوصلہ ہوا
خالی قدح دکھائے مجھے کیوں دور سے
ساقی کا دل جو میری طرف سے پھل ہوا

مرآۃ الغیب

شاید خط اس پہلی کے حلقے تھے جہاں کے
 ڈھوڑھانے کب بہانہ مے دینے بہر رنج
 چاہ و ذوق کو چاہ بہ مصر کیا کہوں
 ایسا نہ ہو کہ کوئی تجھے چھپ کے دیکھ لے
 قاتل ستم ہے رشہ الفت کا ٹوڑنا
 کشتے کی اپنے تجھ کو دے اسے رنگ کچھ خبر
 آٹھوں پہر ہے جلوہ عشق سامنے
 انسان کی ہرگز زلیلت نہیں دیکھ لے
 نامہ دیا تو اس گل گلزار حسن تک
 خود آگئی نظر کہ پری کوئی دیکھ لی

سہوہ داسا ہے امیر کو کیا جانے کیا ہوا

فراق یار نے یحییٰ بھگوان کو رات بھر رکھا
 شکست و لکھ باقی پہنے عزت میں اثر رکھا
 برابر آئے کبھی نہ سمجھے قدر وہ دل کی
 مٹائے دیدہ و دل دونوں میرا شکستہ چین نے
 متہارے رنگ و لکھ کا ایک کڑا بھی جو ہاتھ آیا
 جناب میں ساتھ اپنے کین نہ لیجاؤنگا ناصح کو
 نہ کی کہنے سفارش میری وقت تمل قاتل سے
 غضب میرے سے وہ میرے سے ہی معلوم ہوتا ہے
 بڑا احسان ہے میرے سر پہ اس کی لغزش پا کا
 زمین میں نہ اندگند مصلحت میں ہم جو گہر
 گھسیٹ گھسیٹ ادھر رکھا کبھی نیکیہ ادھر رکھا
 گھساہل وطن کو خط تو اک گوشہ کٹر رکھا
 اسے زیر قدم رکھا اسے پیش نظر رکھا
 جعبہ طفل ابتر تھا نہ گھر رکھا نہ در رکھا
 عزیز ایسا کیا مر کر اسے بھاتی پہ دھر رکھا
 سلوک الیہ ہی سے ساتھ ہی حضرت نے کر رکھا
 کہاں نے ہاتھ جوڑے چرخ نے قد نو پہ سر رکھا
 جگہ خالی جو پائی یار کو عزیزوں نے بھر رکھا
 کہ اس نے بے تحاشا ہاتھ میرے دھڑ بٹکا
 ہمارے چرخ نے ہر سو کہ میں ہم کو در رکھا

مرآۃ الغیب

ترے ہر نقش پاکور گدزمیں سجده گہ سجھے جہاں تو نے قدم رکھا ہاں غیبی بھی سر رکھا
امیر اچھا شگون سے لیا ساقی کی فرقت میں جو برسا بر رحمت جائے غیشوں میں بھر رکھا

جلانا چاہتی ہوں جب کسی سرسبز گلشن کا وہ ہوں جاننا زرقعتل رنگاں جو بھلکے گلشن کا
تو بجلی طوف کر جاتی ہوں پہلے میرے خرم کا کہ یہ غمزہ تو اے سفاک حق جو میری گردن کا
ترانہ بلبلوں کا جانتا ہوں بولنارن کا کیا زخمس کی آنکھوں سے تماشا سارے گلشن کا
بہار آئی جو اے دست جنوں یا عید لائی جو گریباں سے گلے لئے چلا جو چاک دامن کا
بصیرت ہو تو انسان زمر سجھے چشم و زلال کی لئے ہیں پتلیاں آنکھوں پر پردہ تیری طہن کا
کبھی کہے کبھی بتانے میں دیکھا جو تھا بھلکے ہوا شمع مرے تابوت پر شیخ و برہمن کا
میں اک پردہ نشین صاحب عصمت کا زنی ہوں مرے زخموں میں لازم صوفی ہو یوسف کے آئینا کا
دھڑکی مسی کی ہونٹوں پر تجبی جو خبر ہو بارب کرینگے سیر گلشن رنگ اور گچا آج سوسن کا
تیرے شیر قاتل کی طرف حسرت سے تکتا ہوں وہ پہلے ہوں خبر سر کی نہ بھلکے پوش گدن کا
بلوں کفار میں جا کر شکست کفر کی خاطر بتوں کو توڑنا ہوں بھیس بلوں میں بہن کا
تردو کیوں ہوں یاروں کو کہاں گاڑیں کہاں تو ہیں جہاں وہ پانوں رکھ میں ہوں کھانا یا پیر فن کا
نہ گل نہ پتے نہ چغے مسکراتے دونوں رویتے تمہیں کو بلبلو آنا نہیں انداز شیون کا
لے جہاں بخش پر مسمی نہیں اسنے جمائی ہو ہوا جو چشمہ حیواں میں پیدا بھول سوسن کا

ہلال و بدر دونوں میں امیر اُسکی تجلی ہے

یہ خاک ہے جوانی کا وہ نقشہ ہے روکین کا

کھڑا ہوتا ہوں رستہ روک کر اس شوخ برفن کا وہ رہرو ہوں کہ آگاہا باندھتا ہوں جا کے رہن کا
خیال آیا جو ساقی اس صراحی دار گدن پر پڑا پھندا گلے میں گر گئی نے دھل گیا منکا

مرآة الغیب

سوتے پر شرم عصیاں جزبازد ہو گئی مجھ کو
 قدم یاں پھونک کر رکھتی ہو کجی جاتی ہو
 اٹھالوں سختیاں لاکھوں کڑی بات الٹا ہوتی
 وہ مشتاق شہادت ہوں کی جلا دگر کرتا
 تصور سے سخن روہوں کے یہ خالی نہیں رہتا
 مسمی مالیدہ لب کے ہو گئی جس جگہ آئے
 وہ خود دالفت ہوں کہ بھگو گیر گلشن میں
 گرم فرما جو ہوا بہ کہم میری زراعت پر
 یہ کس گریاں کا ساقی میکدے میں دور آتو
 پھلے پھولے چرن میں دفن کرنا چاہئے بھگو
 سمٹ کر گنبد دفن ہوا تو نید مرن کا
 منہ سی سجھا ہو گلچیں بھی ہو کجا مریے نشین کا
 میں دل رکھتا ہوں شیشے کا جگر رکھتا ہوں
 لگاتا زیا نہ بڑھ کے لسمہ میری گردن کا
 ہمارا دل ہو یا کمرہ ہو کوئی کچھ گلشن کا
 قیامت ناک آگ لگا آس زیت پھول سوسن کا
 چمکنے میں ہو غنچوں کے غریبے بابل کے شیلو کا
 بنے برق تجلی دانہ دانہ میرے سخن کا
 کہ غل ہے میکشوں میں خاتمہ ہوئی دن کا
 کہ ہوں مارا ہوا اک نوجواں لڑکے کو بہن کا

امیر آیا نظر جب چو دھوپ کا چاند بھگے ہم
 کسی نقاش نے کھینچا ہو نقشہ اسکے جو بہن کا

سیرا گر میرے یہ خانے کی موسیٰ کرتا
 آبرو دگر دیتی میں جو پیدا کرتا
 ہاتھ رکھے میں اٹھا زخم گلو پر دم خشر
 تودہ بت ہو تری فحوت سے جو ہوتا آگاہ
 جب تلمک گنبد دودھ کا ہوتا اک دور
 نور آنکھوں میں نہیں نام کو زکس کی طرح
 خط پشت لب جال بخش نہیں جائے عجیب
 اسے اجل دن ترے آنیکا جو ہوتا معلوم
 غم اٹھانے کو بہت تھے ترے بندے یارب
 جل کے خاموش چراغ ید بھیا کرتا
 گو ہر اشک کو میں آنکھ کا تارا کرتا
 جھیسے ہوتا کہ میں جلا د کو ہوا کرتا
 کبھی فرعون خدا فی کا ند دعویٰ کرتا
 گرد شیش لاکھ ترا باد یہ چمپا کرتا
 خاک اس گلشن رستی کا تماشا کرتا
 خضر سے کیوں نہ ملاقات مسیحا کرتا
 کچھ میں سماں تری دعوت کا ہوتا کرتا
 کیا کمی تھی اگر اک مجھ کو نہ پیدا کرتا

مرآۃ الغیب

وہ جو امید براری ہے امیر آجاتے

پہلے میں ترک تمنا کی تمنا کرتا

غبار اُس کے لب بام تک بلند ہوا
جہاں کسی کا دکھادل میں درد نہ ہوا
کھلا ہے باب اجابت دعا کو کفر غافل
برنگ اشک ندامت گرا چکا کھ سے میں
گلا وہ ہے جو تری تیغ کو ہوا مقبول
کیا وہ ذر معاصی نے جو صلی کو یہ لبت
یہ دل مارے کہ جس میں خیال بار جو نقش
کیا قبول نہ گل نے مرے گریباں کو
تہاری آنکھ کی دوری نے دل مرا کھینچا
چہرک کے آئی وہ زلف سیاہ پر افشاں
نہ پوچھ الفت خال سیاہ کا باعث
کوئی حسین نظر آیا بنا میں عاشق زار
مزمہ ملا سب جاناں کو استخوان کھار
برنگ شمع جلایا یہ سود الفت نے
کھلا جو یار کا جو ثرا تو دل کھنچا میرا
لکھا تھا خط میں جو حال اپنی چشم حیراں کا

امیر پائے طلب جب سے توڑ کر بیٹھے

کبھی نہ ہاتھ سوئے اغنیا لبت ہوا

نکا لینگے تہ شمشیر مبراں جو صلہ دل کا
دہان زخم سے ہم چوم لینگے ہاتھ قاتل کا

مرآة الغیب

ترپے میں دکھا جاتی ہو کچھ اندازِ لبّیل کا
عجب کیا ہو اگر گردِ دل تہیہٴ نبیوں سے کھینچا ہو
سفر میں یاد اسکے مصحفِ غرض کی ایسی ہو
بہرِ اکتاہٹ سے کیونکہ دامنِ قتل میں جلاں ہو
یقین ہو دیکھتا عالم ہیں شے کل جو رد کی
کیا تو آبِ دانہ ترکِ راہِ عشق میں لیکن
فساد اس ترک کو عشاق میں مدِ نظر تھا
بھلا کہ مانگ کی الفت کیا برباد کھولنے
نہو جھپٹک کہ حکم اسکا کہے وہل کیا ممکن
حیفوں کا گھٹایا رتبہ ایسا حسن نے تیرے
اثر ہے ناقوا فی کا یہ پاشناک بعد مرنے کے
لگا خنجر جو سینے پر ہوئے کیا کیا ہر قیدی
مدد اے سخت جانی ذبح کر نہ کوہِ بیٹھا ہو
روِ الفت میں بے آبیِ ذوق کی دکوائت ہو

امیر ایسا کیا بیتاب شوقِ قتل نے میرے

کہ ہو اس ترک کے خنجر پہ عالمِ رخِ لبّیل کا

تری گم دہنہ ہو گا خونِ حشر تہائے لبّیل کا
نشان اے نامہ بر کیا چھتا ہو قصرِ قاتل کا
فرشتوں پر چیاں ہو حراسِ زہرہ شمال کا
مراج ایسا ترپنے سے ہو بہم میرے قاتل کا
عجب کیا تن پہ میرے زخمِ دامنِ دار کا ہونا

نگاہِ یاس بس کر دل بھرا آتا ہو قاتل کا
لگا ہو آئینہ ہر ایک در میں چشمِ لبّیل کا
خطِ چاہِ ذوقِ یاد دھواں ہو چاہِ بابل کا
چھری دیکو پچھڑکھتا ہو بازو مرغِ لبّیل کا
اڑایا ڈھنک چاک آستین نے دستِ قاتل کا

نیکوئی اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا
الگ یاروں سے بھلاؤ بلایا ہو غیروں کو
زباں پرتیز کر کہ اس تیغ ابرو کا جو ہر دم
ضعیف ایسا کیا ہے سختی راہ محبت نے
وہ گریاہوں رہے بے آب خود بے زبانی سے
جوانی میں نہ کر غفلت سفر کرتا ہی پیری میں
ابھی بعد مردن بھی رہے شوق ستم چھ پر
کسی نے لفظ رنج بے نقطہ کب عالم دکھایا
جو پھیری آنکھ غیروں سے تو اٹھا لطف باز کو
ثرقی حد سے بڑھ جائے تو ہوتا ہے زوال آخر
وہ ہر خونریز عالم تو جو رکھ دے ناز سے انگلی
کڑی اتنی نہ کر سوا کر گی کیا قیامت میں
ابھی اشک بھرتے تھے اٹھی سرد آہوں پر
نئی معراج پائی ہو غبار گور مجنوں نے

ابھی تو میں تھکا ماندہ چلا آتا ہوں منزل کا
جداد دفتر سے رہنا چاہیے افراد باطل کا
صد امیری کہ نالہ ہر گلوئے مرغ بسمل کا
کہ چلنا دو قدم کرنا ہی ملے دو لاکھ منزل کا
بنائیں کاسہ گر کاسہ اگر کوئی مری گل کا
مسافر رات سے کرتا ہر سال دل کی ترنگ
لگائیں تیر جب تودہ بنائیں دھری گل کا
نہ ہوتا کس طرح لفظ رنج مجھ پر تل کا
تہا ری سرد دھری نے بجایا رنگ محفل کا
سوا ہو ایک شب سے کب زمانہ ماہ کامل کا
تو عالم مرغ بسمل اند میں ہو مرغ بسمل کا
کہیں اے سخت جانی ہاتھ چھو ہونہ نقل کا
ترہ پنا کس طرح دکھا گیا آن سے مرے دل کا
بگولا جو اٹھا قہر بنا سیکے سے گل کا

امیر آتا ہوا انابت کشاکش سے محبت کی

سافر کو لیے جاتا ہے کھینچے شوق منزل کا

اُس کی چلن سے نہ عاشق کو جدا رہنا تھا
سرخروئی تھی جو منظور تو مانند حنا
ہو گیا بندہ درمیکہ کیا قہر ہوا
شوق پا بوس حسیناں جو چھے تھا ایدل
چشم تر گس نہ ملی دیدہ آہو نہ ملا

زد پہ تیر نگہ ناز کے آ رہنا محبت
دل کو اس شوق کے قدر میں سے لگا رہنا تھا
باب تو بہ کی طرح اُس کو کھلا رہنا تھا
نقش پابن کے سر راہ پڑ رہنا تھا
اے حیا تجھ کو انھیں آنکھوں میں کیا رہنا تھا

مرآۃ الغیب

بھولنا تھا نہ بہار چمن، سستی پر
رنگ سے ہو کی طرح گل کو جدا رہنا تھا
اُسے تیخانہ سے کیجئے کو تو کیا بھربایا
جہاڑے تھے تو وہیں ہم کو پڑا رہنا تھا
لکے عالم سے ہوا اور ہی عالم اپنا
اپنے عالم میں ہمیں سب سے جدا رہنا تھا
تھی اگر برقِ تجلی کو غمِ شمس منظور
بن کے شوخی تری چتون میں بنا رہنا تھا
کیوں گیا کو چہ گیسو میں جوافت میں ہنسنا
میرے دل کو مری چھاتی سے نگار رہنا تھا
تیخ اس کی جو رہے مجھ سے کشیدہ تو رہے
دامنِ یار کو مجھ سے نہ کھینچا رہنا تھا
شاید اس ترک کے تو سن ہی کو رحم آجاتا
نیم جانوں کو سپرہ پڑا رہنا تھا
دن ترائی ارنی کو کو بھی گھنا تھا ضرور
عشق کو تسن کے پردے میں چھپا رہنا تھا
تھا اگر فتنہ عشر کو دو بالا ہونا
قامت یار کے سایہ میں پڑا رہنا تھا
مثل ہوئے مثل عصرِ حُشْب شہر کے پانوں
دستِ ساقی میں صراحی کا گل رہنا تھا

سناڑ تھا مجھ سے جو آہِ دلِ سوزاں کو اہسر

ابرِ غم بن کے مری گور پہ چھار رہنا تھا

کچھ نہ پوچھو دلِ با مجھ سے جدا کیونکر ہوا
دیکھو دل سا آشنا نا آشنا کیونکر ہوا
آشکارا رازِ حسنِ کبریا کیوں کر ہوا
رہ کے سو پردوں میں عالم آشنا کیونکر ہوا
اے مسیحا میرے دشمن ہوں شفا سے ناامید
تو سلامت دردِ میرا لا دوا کیوں کر ہوا
وجہِ حیرت اہل دنیا میں جو اپنا حالِ دل
ایسے بیدردوں میں یہ درد آشنا کیونکر ہوا
ہوش میں آبدِ حواسِ امتنانہ ہو رہتا کیوں
نامہ برقصہِ ریال کر گیا ہوا کیوں کر ہوا
اپنا بندہ ہوا مجھے کہتا ہے پھر محتاج بھی
جھ سے شاہنشاہ کا بندہ گدا کیونکر ہوا
نازلٹھایا میں نے پالا میں نے حضرت کو نہ میں
دل اگر میرا نہیں ہے آپ کا کیونکر ہوا
پوچھئے تاملِ زبانِ تیغ سے سب سرگذشت
کشتے کس صف سے بتائیں کیا ہوا کیونکر ہوا
جیتے جی برسوں میں تڑپا بتِ زلی تم نے خبر
مر گئے پر پوچھتے ہو کیا ہوا کیوں کر ہوا

مرآة الغیب

میں نہ مانوں گا کہ دی اختیار نے ترغیب قتل
خط کھا تھا میں نے میرے ہاتھ کرنے سے قلم
لوٹنا دیکھا نہیں جاتا ہے ہونہر دل
دل اگر ہے صاف کچھ شکل نہیں دیدار
میں نہ مانوں گا یہ آئینے کا ہے سارا تصور
اُس نے کھینچی تیغیاں سر جھک گیا قصہ
چاشنی ہو کیوں زبان تینا قاتل بابر
دلور محشر کو بھائی میری اسکی چھیر چھاڑ

الفبت گیسو بلا تھی مر گیا بھٹس کر اسیر

ہے بڑا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیونکر ہوا

کوئی دم پکیاں نہ ٹھہرا دیں تیرے تیر کا
دقت صید آیا تصور جب قضا کے تیر کا
زخم دل ہم کو پتا دیتے ہیں تیرے تیر کا
مجھ سے وحشی کا کھینچے مانی سے نقشہ گل کیا
ہوں وہ مجھوں جھاڑتا ہوں اٹھکے میں لایق
جب تھکا گردوں مرے دل نے اٹھایا بارش
ہوں وہ مشتاق شہادت دیکھ کر میری ترپ
راوند پہلو میں ہو کوئی نہ کوئی نسیم تن
دشت و حشت میں چھپے ہیں خال ایسے ہر قدم
جو وکیلہ غیر کا ڈھونڈھے نہ ہو کیونکر خراب
اہل دولت سے سوا کسی صاحب جرأت کی قد

رہ گیا کیا کیا پھر کہ دم ترے پھر سکا
چل دیا صیاد چھپا چھوڑ کر پھر سکا
دام ہے نقش قدم بھاگے ہوئے پھر سکا
رنگ اصفیٰ پر نہیں جتنا مرئی تصویر کا
رستہ جار دہ خروہ سے کوچہ زنجیر کا
بوجھ سر پر رکھ لیا اس نوجوان نے پیر کا
صورت بسمل پھر کہ جاتا ہوں دشمن شیر کا
جذب دل اپنا بھی منحہ ہے کوئی اکیر کا
پانوں شانہ بن گیا ہے گیسوئے زنجیر کا
حال ہوتا ہے پریشاں خاک دانگ سر کا
سیم دوز سے تیز ہے رخ آہن دشمن شیر کا

حشر میں پائیگا خوش چشموں کی لید اسرا
پوست کھینچا جائے گا صیاد آہو گیا
بھونکتی ہو چھ کو اس گیسو کی افشاں کی چمک
دل ہے بدوانہ چراغ خانہ زنجیر
تو وہ ہے نادک فلن تیرا بہک جائے تو ہاتھ
آپ اڑ کر تھام لے پیچھے پلہ تیرا
حلقہ گیسو میں پائی نقد دل دیکر جگہ
دسے دیا پہلے کرایہ خانہ نہ بھرا
کس پر مای کی زلف سے تشبیہ اسکو ہو امیر

سلسلہ پہنچا کہاں جا کر مری زنجیر کا

ظالموں کو بھی ہوا ماتم تری پیچیر کا
روتی ہے منہ پر کہاں رکھ رکھ کے تیرا
عارض تاباں ہے شعلہ نالہ شبگیر کا
گیسے پچیاں دھواں جو خانہ زنجیر
آئینہ سکتے میں آجاتا ہے مجھ کو دیکھ کر
منہ نکا کرتی ہے حیرانی مری تعمیر
سینہ مجروح خروہ ہو دل و ابرو سے دو نیم
دار مجھ پر تیرے بڑھ کر پٹا شمشیر
طوق مجبوں کی گرانی کیا لگا ہوں پر چڑھے
ایک حلقہ ہو میری اُترتی ہوئی زنجیر
توڑ کر سینے کو کاٹا ہو تری شرکاں نے دل
توڑا میں تیرا بڑکاٹ ہے شمشیر
کیا حقیقت وہ جہاں کی وسعت دیکھ حلقہ
لاہور اک تختہ گوشت ہے اس تعمیر
کچھ دم آخر نہ اٹھا سخت جانی کا ترہ
پاس مجھ کو آگیا قاتل تری شمشیر
کیوں ہر جوہر نملق ہوگا حشر میں حیران ہوں
کیا جنازہ اُسے گا داں عاشق دگر
رنگ لایا جو سن و حسرت چشیم بار میں
نہ گیس شہلا ہے ہر حلقہ مری زنجیر
یاد دلاتی ہو کیا کیا بوائے بکلی کی ترب
بے تکلف وہ اگل بڑنا تری شمشیر
اس قدر کبھی مری نقدیر کی برگشتگی
گھس کے اٹا ہو گیا قط خانہ نقدیر
نرم بازار بکلی تیری باتوں سے ہوا
لو ہے شمع طور کی شعلہ تری تقریر
سرگیا دیوانہ کا کل تو حسرت سے کہا
آج کیا دیراں نظر آتا ہے گھر زنجیر
مقتا کسی کی ابروئے خمدار کا یہ انتظار
دیدہ جو ہر میں اٹکا آ کے دم شمشیر

مرآة الغیب

گرد باد آسا ازل سے ہوں میں وہ وحشی امیر

خاک غربت سے بنا خاکا مری تصویر کا

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہیں کھلتا کہنا
رد کے اس شوق سے قاصد مارا کہنا
مثل مکتوب نہ کہتے میں ہے کیا کیا کہنا
او تھوڑی سی شب وصل بڑھادے یارب
پھاڑ کھاتا ہو جو غیروں کو جھپٹ کھاتا
جزین موئے مہرہ میں ہیں یہاں سوطیاں
وصفت رخ میں جو نہ شعر وہ نہ کلام
لاسکو گئے نہ ذرا جلوہ دیدار کی تاب
مگر کیا جہ کبھی کچھ نہ کہیں گے معہ سے
خاک میں ضد سے ملاؤ نہ مے آسکو
کیسے نادان ہیں جو اچھے کو بُرا کہتے ہیں
دم آخر تو بتو یاد خدا کرنے نہ
پڑھتے ہیں دیکھکے اس بُت کو فرشتہ بھی درو
اسے بتو تم جو ادا اُس کے کرد مسجد میں
اُن حسیدوں کی جو توبہ کو چڑھتے ہیں
شوق کہے بیٹے جانا جو پسو چاہو
سارے محفل کو اشاروں میں ٹاڈو جان
گھٹتے گھٹتے میں رہا عشق کریں ادھا
میں تو آنکھوں سے بجالاتا ہوں ارشادِ حضور

بات کہنا بھی تمہارا ہے سچا کہنا
ہنس پڑے اس پہ تو کچھ حرف تمنا کہنا
نہ مری طرزِ تموشی نہ کسی کا کہنا
جمع نہ دیکھیں اُن سے ہے کیا کیا کہنا
میں یہ کہتا ہوں میرے شیر تر کیا کہنا
عین غفلت ہے مری آنکھ کو دیر کیا کہنا
شعر میں نور کے ہے نور کا تیرا کہنا
ارنی معہ سے نہ اے حضرت موسیٰ کہنا
اب اگر سچ بھی کہیں تم ہمیں جھوٹا کہنا
سچے موفی کو مناسب نہیں جھوٹا کہنا
ہو بُرا بھی تو اُسے چاہئے اچھا کہنا
زندگی بھر تو کیا میں نے تمہارا کہنا
مر حاصل علیٰ حاصل علیٰ کیا کہنا
لب محراب کہے نام خدا کیا کہنا
پرا تو یہ ہے کہ پرا ہے انجمن اچھا کہنا
میرے اللہ بجالاتوں میں کس کا کہنا
سیکھ لو چشم سخن گو سے لطیف کیا کہنا
جامہ قرن کو مرے چاہیے نیا کہنا
آپ سنتے نہیں کانوں سے بھی میرا کہنا

مرآۃ الغیب

چستی طبع سے اُستاد کا ہے قول امیر

ہو زمین سست مگر چاہئے اچھا کہنا

قدم قاصدِ جاں سے فخر خانہ ہوا قدم رسولِ مرا سنگ آستانہ ہوا
 حسد سے طرہ مضمون مرا یگانہ ہوا عدد کے خندہ دندانِ نسا سے نشانہ ہوا
 بہانہ جو ہے خدا سے غفور کی بھت ہے جو نزع میں آنسو اُسے بہانہ ہوا
 ریاضِ دہر میں پوچھو نہ میری بربادی برنگِ بودِ دھرا یا اُدھر روانہ ہوا
 کمانِ حسن نہ تھی آشنائے تیرا دا کو تاہ کب غمِ الفت کا میں نشانہ ہوا
 خدا کی راہ میں دنیا ہے گھر کا بھر لینا اُدھر دیا کہ اُدھر داخلِ خانہ ہوا
 ہوانہ غیر کا احسان پس فاصدِ شکر غبارِ آؤ کے سرِ قبرِ شامیا نہ ہوا
 پڑا جو سایہ گیسو تو وہ کمرِ چکی ڈھلا جو کاندھے سے آچل تو درِ نشانہ ہوا
 نشانِ غیر کہاں صیدِ گاہِ وحدت میں پڑا ہفت پہ بھی تو تیر جی نشانہ ہوا
 جنوں کا جوش گھٹا تھا کبوئے گلِ آئی سمندِ ہوش رکھا تھا کہ تانہ یا نہ ہوا
 گھڑی بھر ایک طرح پر اسے قرار نہیں فراقِ یار بھی حق میں مرے زمانہ ہوا
 رجومِ رنج ہے دینارِ داغِ شمتے ہیں جگر کا چاک نہ ٹھہرا درِ خزانہ ہوا
 یہ بدحواس کیا شوقِ جہہ پائی نے کہ سنگِ راہ مجھے سنگِ آستانہ ہوا
 زمیں اٹھائی یہ نالوں نے سر پہ وقتِ سجدہ بلندِ بام سے وہ سنگِ آستانہ ہوا

پتا امیر کا منزل میں گور کے بھی نہیں

یہاں سے آگے اپنی کہ مر روانہ ہوا

امیر لاکھ اُدھر سے اُدھر زمانہ ہوا وہ بتِ وقایہ نہ آیا میں بے وفانہ ہوا
 سرِ نیاز کو تیرا ہی آستانہ ہوا شرابِ خانہ ہوا یا قمار خانہ ہوا
 ہوا فروغ جو مجھ کو غمِ زمانہ ہوا پڑا جو داغِ جگر میں چراغِ خانہ ہوا

مرآة الغیب

امید جا کے نہیں اس گلی سے آنے کی
ہزار شکر نہ صنائع ہوئی مری کھیتی
قدم حضور کے آئے مری نصیب کھلے
ترے جمال سے مریخ کا زمانہ ہوا
ہمارا اسرہ ہوا سنگ آستانہ ہوا
شرار کشتہ سے روشن چراغ خانہ ہوا
گر اچھو آنکھ سے آنسو ڈر بیگانہ ہوا
جو اپنی کشت میں سرسبز کوئی دانہ ہوا
مگر نصیب نہ دور از آشیانہ ہوا
کہ خال چہرہ زنگی چراغ خانہ ہوا
کہ چشم دام کے آنسو سے سبز دانہ ہوا
یہ حسن و عشق تو اب جو اسے زمانہ ہوا

اٹھائے صد سے پہ صدے تو ابرو د پائی
امیر ٹوٹ کے دل گوہر بیگانہ ہوا

کس تزک سے دھیان آیا اس رخ پر نور کا
میں گیا بوسہ جو اس کے عارض پر نور کا
رنگ و اخوں میں مرے پیہو انا سورا
رفتہ رفتہ راہ پر لانا ہے واعظ کو ضرور
آؤں کیا فردوس کو رضواں میں نازک ہیں
ہر قدم پر وہی درخت میں کہتا ہویہ دلی
کس قدر چچی مشقت کو کہن نے عشق میں

مرآة الغیب

اے حسین کیا مہر جو پر نور کا جو تیرے منہ پر حسین
بارگاہ حق سے ہر طاعت کی ملتی جو جزا
ہوں وہ میکش یا غیاں فوراً مجھے پرچہ لگا
بار دنیا جبکہ سر پر ہے اُسے راحت کہاں
چاہیے دینی ہوا میں اُس کو آہ سرد کی
کب کی آچکئی قیامت یہ مرا احسان ہے
داوی امین میں بھی برق بجلی بے حجاب
روزِ خلقت سے وہیں جو باہر آسکتی نہیں
خیر جاری کا جو ہوا ہے حضرت دعا خاں

سائیاں اپنے سید خانے کا بنواتا امیر
ہاتھ آجاتا اگر دامن شب دیجور کا

کیا تڑپ رکھتا جو شعلہ عارض پر نور کا
دائغ سینہ پہلے اٹھے منہ ٹھیک گیا ناسور کا
یہ غضب کا شوخ وہ بہت ہو جو صحبت و گھڑی
بیٹھتا ہوں صوف بکھڑے اسکے حسنِ صاف کے
درومندی اسکو کہتے ہیں کہ روزِ حشر بھی
میکش مفلس ہوں پہلے بھکاوے ساتی شرب
سے پیئیں گے آج ہم ساتی تکلف جو ضرور
عز گدڑی جو کہ دم بھر کہیں جاتے نہیں
عاشقِ نرگاں ہوں بھکواؤش سے بھگواؤش
تم مڑے سے حسن کے واقف نہیں کچھ نابز

مرآة الغیب

جب بندی پر پڑے دیکھیں کہیں سے کھول
اے خضر نردن کو کچھ مشکل نہیں عمر دراز
جلوہ حسن الہی اور پتھر اے کلیم
گور بھی ہے گور کن تعمیر ہو سکتی نہیں
آدی کا صفحہ جو دعویٰ خدائی کا کرے
ہم دہمیکش میں کہا پیر مفاں نے بدرگ
تو نہ ہو اے یار تو جنت جہنم جو تھے

ڈھیر تھے ہم کسی بادہ کش مغفور کا
آب حواں گر نہیں شیرہ تو ہے انور کا
آپ کی گرمی نے چکا یا سناہ طور کا
کون سے گھر میں گذر ہوتا نہیں در کا
بولتے ہیں آپ حضرت نام جو منصور کا
ہو مزار انگو کے سایے میں اس مغفور کا
تجھ کو دکھلا کر نہ دکھلائے خدا منہ جو رک

عبرت اہل دل منظور ہے مجھ کو امیر

بھیک بھی مانگوں تو کا سہ لوں سر مغفور کا

چیسے باندھا ہے تھوڑا اس ریخ پر نور کا
نحت وادوں سے جلے کون ان بچہ جو رک کا
اس قدر مشتاق ہوں زاہد خدا کے نور کا
تجھ کو لائے گھر میں جنت کو جلایا رشک سے
گور کا فرس لیے ہو تیرہ دنار اس قدر
حسن یوسف اور تیرے جن میں اتنا فرق
تقصیر تن بگدا کسی کا گور کن کی بنا پری
چہرہ جاناں سے شرما کر چھپایا خدا میں
حاجت مشاطہ کیا رخسار روشن کے لیے
زلف وردے یار سے نیرنگ تدریجیاں
خاکساری کر جو ہو منظور آنکھوں میں جگہ
غاناں کے کان کب کھلتے ہیں نکرشور حشر

سارے گھر میں نور بھیل ہے چراغ طور کا
مرہم کا دوز سے منہ آگیا ناسور کا
بت بھی بنوایا کبھی میں نے تو شاہ طور کا
مہم لعل تھیسے ہوئے پہلو دایا حور کا
پڑ گیا سایہ مگر میری شب دیو رک کا
جوٹ یہ نزدیک کی ہو دار تھادہ دور کا
گھر کسی کا گر پڑا گھر ہی گیا مزدور کا
خاتمہ تقدیر نے کھینچا جو نقشہ حور کا
دیکھ لو گل کا شتاب کون شیخ طور کا
مہر کے پنجے میں ہے دامن شب دیکھ کر کا
خاک ہو کر سر نہ بچا ہو پتھر طور کا
سونے والوں کو جگا سکتا نہیں غل دور کا

مرآة الغیب

پوچھ لینا سب وطن کا حال اے اہل عدم
بھڑکتے ہیں عدوئے جہاں سے بھی خاصاں جنت
موت کیا آئی تپ فرقت سے صحت ہو گئی
مودیوں کو حاد ثوں سے دہر کے کماؤں جو
چشم سنا غریب سبب ہر دم لہو رقی نہیں
جاتے ہیں میخانہ عالم سے ہٹے عدم
کی نظر جس پر کہ دلت سے رہا خاموش وہ
جلوہ معشوق ہر جا ہے بصیرت ہوا گم

بیٹھ لینے دو ذرا آتا ہوں اٹھا دو رکا
جھاک گیا سر کے پائے دار پندھو رکا
دم بھٹکنے سے بدن ٹھنڈا ہوا درخو رکا
بارش باراں سے گھر گرتا نہیں زہر کا
بچھوں سے ساتیا دل بھٹ گیا انگہ کا
کہندہ اند خود رنگی سے ہوا رادہ ندر کا
ہے اثر گردنگاہ یار میں سینہ زکا
کرناک شب تاب میں عالم جو شمع طور کا

مر کے یار ان عدم کے پاس پہنچو نکاتیر
چلتے چلتے جان جائے گی سفر ہی دور کا

یار ب شب وصال یہ کیسا عجوبہ
آواز صور سن کے کہا دل نے قبر میں
ہتے ہیں آسمان جو تمہارے سکاں کو ہم
جاگو نہیں یہ خواب کا موقع سازو
تغیر مقبرے کی ہے لازم بجائے قصر
ہیں ہم تو شادماں کہو خط میں پیام وصل
بھٹکو نہیں جو اُنس محبت کہاں بھٹے
نہرت جو بیخوشی سے کہ اشک اپنے گڑھے

اگلے پہر کے ساتھ ہی پھیلا پہر بجا
کس کی برات آئی یہ باجا کہ صبر بجا
کہتا ہے آفتاب درست اور قمر بجا
لقارہ نک بھی کوچ کا وقت سحر بجا
زرداروں سے کہو کہ کریں صرف زری بجا
بغلیں خوشی سے تو بھی تو اے نلمہ زری بجا
تالی نہ ایک باغ سے اے بے خبر بجا
ہمراہ تعز یہ کے بھی باجا اگر بجا

جائے قیام منزل رستی نہ تھی اتیر
اترے تھے ہم سہرا میں کہ کوں سفر بجا

ہوایہ جو شب شب بجز دیدہ تر کا
چراغ دیدہ ماہی بنامے گھر کا

مرآۃ الغیب

کھوں میں حال جو اپنے خط مقدر کا
 یہ کس کی یاد میں رو دیا کہ آبر و پائی
 حصار امن ہے ہم سے سیاہ کاروں کو
 عیاں ہے رجبت خورشید اور شفق قمر
 جو صاف دل میں انھیں جو چرخ سے واماں
 صفائے دلکار ہے کچھ نشان مرگ کے بعد
 ہوا کیس قدر موزوں کا باغ میں جلوہ
 عبث ہے ناز و تمول پر ان امیروں کو
 شتاب کو چہ جانان کو پور وداں قاصد
 زباں پہ نالہ ہو جتنا کہ میں ایشاک بھی جاری
 جو کام آئے پس مرگ بھی کسی کا رنر
 حصول کیا جو ملا اختیار دولت پر
 بدل کے شکل ڈراتا ہے کیا مجھے دشمن
 جمال جن کے سراپا تھے فد کی صورت
 عزیز کو کے فلک کر رہا ہو جھکو ذلیل
 کہاں یہ سختی عالم کہاں دل نازک

نہ آسماں سے غرض ہے نہ آفتاب سے کام
 امیر شیشے کا محتاج ہے نہ ساعز کا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوال تن ہوا
 جس غنچہ لب کو چھیر دیا خندہ زن ہوا
 سارے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا
 جس گل پہ ہم نے رنگ بجایا چین ہوا
 تن پیر بن تو پیر بن اپنا کفن ہوا
 اگلے کی طرح نیست بتدرج تن ہوا

مراۃ الغیب

یہ شو نگا قیدوں سے ہوا اشاعروں کی تنگ
آوارہ میں ہوا جو جگہ دل میں تم نے کی
دنیا کی سیر تھی کہ تماشا طلسم کا
احوال گور و حشر یہیں بچھ پکھل گیا
دکھلا دے اسے بت آج تو خدا وہ شان
رخصت کیے وقت رومے یہ اس تھوڑے کھ کے کھ
چیزوں کو ساتھ لیکے جو آئے وہ دور پر
صد شکر وقت آتی تو مجھ کو فلک نے دی
خلوت کہہ کہ تھا دل نگاہ شکل آئینہ
کیسی گھڑی تھی نہ سے تو کلا تھا میری ب
پہلی بنگا یا سس میں تو کا پینہ لگا
صیاد ہم کہاں وہ تماشا ہے کل کہاں
انشائے ادا زمانہ ہونا ہوا پر کہیں

نغم البدل دیا۔ نغم البدل نے انیس

دل ہو گیا جو خون تو رنگین سخن ہوا

وہ مہر ہوا نصیب مجھے تب کفن ہوا
تھوڑا جو میں نے یار کو گرم سخن ہوا
سکا ضرر دیاں کے بھیس ہوا ہزن ہوا
تھوڑا کل وطن نہ صورت اہل وطن کی یاد
تھوڑا مست کی جو ہاتھ ترے یارب آبد
لاچ تھوڑا واسطے ہی سے ذوق سخن لے

جب رہنے فر دشا کے گھر میری ہوا
پیدا مری زبان سے اُس کا دہن ہوا
پھر بنا جو شیشہ تو توبہ شکن ہوا
مدت ہوئی کہ دادی غربت وطن ہوا
تھوڑا کریم جان کے توبہ شکن ہوا
اس سے میں ہم سخن سے ترے ہم سخن ہوا

مرآۃ الغیب

سو عکس آئینے میں پڑے اور مٹ گئے
اس گھر میں جو گیاہ عرب الوطن ہوا
مٹی نے جام بن کے اڑائے جہانک پوٹن
پتھر ہوا جو شیشہ تو تو بہ شکن ہوا
اب سیر بارغ وصل کہاں اور ہم کہاں
گو لڑکا پھول یار کا سبب ذوقن ہوا
رکھنا تھا پاک پر سسش روز حساب
اس واسطے عطا نہ بتوں کو دین ہوا
چھانی جو پھاڑ پھاڑ کے اُسیں شراب
کیا صرف کار خیر میرا پیر بن ہوا
طالب کو تیرے جلوے نے مطلوب کر دیا
نظارہ جمال سے بُت برعن ہوا
تار تھکاہ و تار نفس سب ہوئے تمام
تب چار گز کسی کو میسر کفن ہوا
روئیں پٹ کے خوب مرے لگی تھیں
عزبت میں مہماں جو خیال وطن ہوا
داعظ کا تھا لحاظ تو فصل خزاں تاک
جبت آگئی بہار میں تو بہ شکن ہوا
اہل عدم سب آئے تماشے کو آپ کے
ہم آئے کیا سفر میں کہ خالی وطن ہوا

خلوت میں تھا تو شاہد معنی تھا میں امیر

خلوت سے انجمن میں آیا سخن ہوا

سورنگ سے میں مست بہار چمن ہوا
جو گل نیا تھا جام شراب کہن ہوا
باہم جو ذکر زلفت شکن در شکن ہوا
بر ہم تمام سلسلہ انجمن ہوا
آئی بہار پھر مجھے شوق چمن ہوا
برگ شکوہ پیغہ داغ کہن ہوا
کس سنبہ رنگ پردہ نشیں کا تھا شیفہ
کھایا جو زہر بھی تو نہ نیلا بدن ہوا
کیا دوں جواب شکوہ دل کا نہیں کہو
تم سے تو جو سلوک ہوا دل شکن ہوا
رہتا ہمشہ خلوت و خلوت میں ہم نشین
افسوس ہے کہ میں نہ ترا پیر بن ہوا
اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھو نگاہ وطن
یوں تو میں لا کھ بارغرب الوطن ہوا
نفرت ہوئی فراق میں ایسی شراب سے
زاہد کہا کیا میں نہ تو بہ شکن ہوا
یعقوب وار کھل گئیں آنکھیں منار میں
یوسف کا پیر بن مرے حق میں کفن ہوا

مرآۃ الغیب

اللہ رے پاس خاطر عزت تڑپ گیا
مٹھ وقت دالیں بھی جو سوئے وطن ہوا
جو سپہر سے ہمتن ہے یہ داغ دل
بیدر دھانتے ہیں شگفتہ چین ہوا
ممتوں ہوں میں زمین کا بھی آسمان کا بھی
حاصل یہاں سے گور وہاں سے کفن ہوا
احباب اپنے اپنے گھونٹیں ہیں جو عیش
کس کو خبر کہ کون غریب الوطن ہوا
صیاد قید میں بھی کیا خواہش چین
بھانٹے جو بال و پو تو نفس بھی چین ہوا
لیلیٰ کے ناتے کو جو کیا سارباں نے تیز
سینے میں لوٹ کر دل بھول بہن ہوا
لکنت نہیں فراق ترانا گوار ہے
لب پر کا جہما جو نیاں سے سخن ہوا
مسی ملی جو اس نے ہوا بد گمان میں
یو سے لے یہ کس نے کہ نیلا بدن ہوا

راتوں کو کی اسیر یہ ذکر خفی کی مشق

دل بن گیا زبان تو سینہ دہن ہوا

مرکز علوئے قدر سے عریاں بدن ہوا
سوروں میں قدسیوں میں تبرک کفن ہوا
دل عشق میں یہ جاذب رنج و محن ہوا
مانند داغ درد بھی جز و بدن ہوا
کس کا رنج صبح یہ پر تو فگن ہوا
آئینہ دار مالک نہر لبس ہوا
دشت شکار میں جو وہ ناوک فگن ہوا
جن کیا فرشتہ بھیس بدل کر بہن ہوا
ٹھہری زبان جدا جو زباں سے سخن ہوا
چارہ غم فراق کا کیا ہے سوائے صبر
ممنون چارہ گزہ ہوا میں نہر ارشک
ہر داغ تازہ مرہم داغ کہن ہوا
اللہ رے صفائے طبیعت کہ بودرگ
گرد نگاہ خالق سے میل کفن ہوا
آخر کیا یہ عشق دہان دکھنے گم
پنہاں نظریے روح کی صورت بدن ہوا
یاد تجلی رخ روشن جو دل میں تھی
قافوس شمع طور ہمارا کفن ہوا
ایسا ہوا ہوا اب تو زمانے کا توں سفید
آیا جو لعل ہاتھ میں در عدن ہوا
افشائے راز و وجہ جنوں کی برگ گل
پو پھوٹنے سے چاک مرا پیر بن ہوا

مرآۃ العیب

پوچھو وہ کیا سمجھ کے بدلے لگے لباس
نالے بدن کو توڑ سمے نکلے رنگ نے
قسمت کے بیچ دیکھے ان آنکھوں نے
پلکیں جو گریہ غمِ فرقت سے گر گئیں
میللا اچھا ملک نہیں میرا کفن ہوا
مخہ بند کیا ہوا میں سرا یا دہن ہوا
تازہ نگاہ زلف شکن در شکن ہوا
مشہور طفل اشک مرصع شکن ہوا
گامی تو دی سوال پر اس نے ہنر آشکر
دمیت سوال جادو راہ سخن ہوا

باغ جہاں میں طائر مضمون تھے اے ایتھر

جس دام میں پھنسے وہی اپنا وطن ہوا

بے یار ابر میں میں دل افکار ہو گیا
قیدی جو تھا وہ دل سے خریدار ہو گیا
الٹا وہ میری روح سے بے نیاز ہو گیا
وردِ زباں جو وصفِ ربّ یار ہو گیا
خواہش جو روشنی کی ہوئی تھکی ہوئی
کیا دادی جنوں میں ملا تھکی ہوئی
کفر آشنا کہاں جو کوئی مجھ سادو سرا
بادام چشم سبب زخموں کے وصف سے
گلیوں میں اتبکھرنے لگا جو وہ ماہر و
احسان کسی کا اس فنِ بلاغ سے کیا اٹھے
در پائے نیستی میں نہ دُعا میں بعد مرگ
بے حیلہ اس سبب تلک تھا گذرِ محال
اُترنا نہ یہ گذر گئی فصلِ بہار بھی
لینے لگے یہ نوک کی خرد و بزرگ دہر بھی
بجلی کا کوند نا بچھے تلوار ہو گیا
یوسف کو قید خانہ بھی بازار ہو گیا
میں نام حورے کے گنہگار ہو گیا
گلِ بلبلوں کا غنچہ منتہا ہو گیا
جگنو چمک کے شمع شبِ تار ہو گیا
جادو بھی میرے واسطے دیوار ہو گیا
سب کو کا تار ہاتھ میں زنا ہو گیا
خامہ ہمارا شاخِ ثمر دار ہو گیا
ثابت جو تھا وہ کو کب سیار ہو گیا
سومن کا بوجھ سایہ دیوار ہو گیا
کشتی مرا سقینہ اشعار ہو گیا
قاصدِ سمجھ کے راہ میں بیمار ہو گیا
طوفِ گراں گلے کا مرے ہار ہو گیا
عالم تمام وادی پر خسار ہو گیا

مرآة النیب

جس راہرو نے راہ میں دیکھا تراجمال آئینہ دار پشت بہ یوار ہو گیا
کیونکہ میں تک الفت ترگاں کروں امیر
منصور چڑھ کے دار پر سردار ہو گیا

آنسو ز میں پہ آتے ہی تغیر ہو گیا
پہلے تو ایک صفحہ سادہ تھا آئینہ
بر بادِ قصر تن جو ہوا بن گئی مسجد
ہر وحشیوں کے پانوں سے اڑ کر جی رہا نک
افشاں کے سحر میں جو چمک یاد آگئی
دل پھینس گیا جو اس کے خطہ بڑا گیا
گردش رہے ہزار زباں سے نہات کروں
وہ طالب فنا ہوں بنا جب کوئی محل
عالم تمام اپنا جوائی سے تھا جو ان
آئینہ جمال سے سکتے ہوا نیسے
زاہد ہوا بہشت میں مجھوس داغی
اُس عورت کی نگلی میں ہوا آنسو دکھا دھیر
ہم کو پھینسا کے زلف بڑھی غیر کی طرف
جب میں جوان تھا تو میری شاعری تھی یہ

یہ طفل بے جوان ہوئے پیر ہو گیا
دیکھا جو اس نگار نے تصویر ہو گیا
وہ گھر جو گر پڑا تو یہ تعمیر ہو گیا
تعمیر بامِ خانہ ز تعمیر ہو گیا
جگنو شہزادہ شہگیر ہو گیا
یہ سبیر اس غزال کو زخیر ہو گیا
میں لا غری سے خاتمہ تصویر ہو گیا
سمجھایہ میں کہ مقبرہ تعمیر ہو گیا
ہم پیر کیا ہوئے کہ جواں پیر ہو گیا
تصویر یار دیکھ کے تصویر ہو گیا
لو بے گناہ موردِ تعزیر ہو گیا
موتی محلِ بہشت میں تعمیر ہو گیا
عنقا کا دامِ دام منکس گیر ہو گیا
اب شاعری جواں ہے تو میں پیر ہو گیا

بخت سیدہ مرا جوازل میں بنا امیر

صوفیہ دادِ خاتمہ تقدیر ہو گیا

دل مرا کشتہ ہر یار بکس شہادت گاہ کا
حال روشن ہر ہمارے صبرِ حیا گاہ کا
پیر شگاف زخمِ درد ازہ ہجو بیت اللہ کا
شمع کے مانند دل پتلا ہر اشکِ آہ کا

مرآة الغیب

پائے استغنا سے تم ٹھوکر لگاؤ گے ہزار
رند مشرب کہ کے پیغے یار کے گھوڑا ہوا
عشق شیریں میں نہیں فرماؤ بھی خرد سے کم
موصد حشر سے واعظ کیا ڈرتا ہے ٹپے
کھل گیا جب یہ کہ دل بھی جلو گاہ یار ہے
فیض علم کا دیش نے تیرے دکو تودہ کر دیا
فکر رہتی ہو یہی دل میں کیسے گھر کریں
منظر چشم اک تماشا گاہ ہے تیرا حسنم
کیا ہی موزوں ہو طبیعت عشق قدیں بندہ
دیریں احسن کا طاب ہو تو اے زارا اگر
ہم کہاں دنیا کہاں کچھ نہ ہو لیں آگئی
جاسے بھی دو جان تھوٹی صد تھوٹی سے نتج
دل بھی ہا ضر جان بھی حاض کلف بر طرف
آرزو اپنی نہ مطلب سے کبھی واقف ہوئی

مصر نہ سجدے سے اٹھیکا بندہ درگاہ کا
تو پتا ہی پوچھتا رہا اب تک اُسکی راہ کا
ایک عالم ہے محبت میں گدا و شاہ کا
وہ بھی اک میدان ہو میری شہادت گاہ کا
کون چکر کھائے پیر و دیر و حرم کی راہ کا
بن گیا پیکار سمٹ کر تیرا پتی آہ کا
تب جہانیں ڈھنڈھتے پھرتے میں تیرا لشکر کا
خلوت دل ایک حجرہ ہے تری درگاہ کا
سر دین کر قبرت نکلا ہے مصر آہ کا
بت ہی میں جو کچھ میں آگے نام ہو اللہ کا
دیکھئے چلئے تماشا اس زائشا گاہ کا
چاک ہی ہونا ہے اچھا جامہ کوتاہ کا
مال اپنا جان ساتی اپنے دولت خواہ کا
اس دو دھن نے نہ نہیں دیکھا کسی شہا کا

اٹھ گئی دل سے دلی وحدت کے عالم میں اسیر

دیر میں جلوہ نظر آتا ہے بیت اللہ کا

حسن اس شوکت پہ بھرائی ہو اس درگاہ کا
بے طرح اٹھتا ہو شعلہ میرے دودا کا
شیخ کعبے سے گیا اُس تک برہن دیر سے
ہر پہن ضعف بچاتا ہو کچھ نہ در تن
ہو صبر کنگ میں اپنی یہ جاں بخشی کا فیض
رتبہ دیکھ عشق کی سرکار عالی جاہ کا
خوف ہو گردوں کو چل جائے نہ خرمن ماہ کا
ایک حق دوں کی منزل پھیر تھا پیر کا
نو کری کب کی کہ دعویٰ ہو اسے تجوہ کا
پست آواز ہو جس سے تم باذن اللہ کا

جا پہنچنا عرش تک اسے ضعف کچھ شکل نہیں
 بہر گلی اپنی نظر میں کو چڑھو پ ہے
 اپنے در سے دور بھا کر عبث کرتا جو شکل
 کچھ نہ سمجھے ہو نہ پوچھے ہو کہ وہ کیا چیز ہے
 اسے معلوم تیز ہے اس طفل کی تیغ نگاہ
 میں اگر کانٹے دکھاتا ہوں نہ بانٹے پاس میں
 آج سے کھینچوں تو آتے آتے مدت چاہیئے
 کچھ عرصہ دروزہ عشق ابرو میں بسر
 میرے دل کے آئینے میں منہ جو دیکھے برہمن
 مر گیا ہوں الفت قامت میں ابھی کچھ بچہ
 روئے قاتل زرد ہو جائے نہ کہو کہ خود ہے

ذکر حق میں سب جولوٹ سے ہوں محفوظ اے امیر

ہے حصہ بار امن گنبد تجھ کو بسم اللہ کا

نور وحدت سے یہ عالم کی دل آگاہ کا
 تائب دریا ہو دیدار ایک رشک ناہ کا
 خوب کی مہدی رچی خوف شہید ناز کی
 فی الحقیقت غوطہ بھر فنا ہے لا الہ
 مصر دل میں تجھ سے یوسف کو کیا ہو باؤ شاہ
 اس قدر دل پر نصرت کیا سبب یہ کہ میں
 بسملوں کے رکھیں پر اس طفل کا جو لٹل
 حق رکھی چاہے تو ہفتاد و دولت سے گذر

ہر ہے ایک ایک ذرہ میری گرد آہ کا
 رزق مایہ کیجئے کچھ کچھ کے نام اللہ کا
 خنجر قاتل پہ عالم ہے کفت نوشاہ کا
 ہے اُبھرنا اس صحنہ سے ذکر لا الہ کا
 اے پرورد میں تو دیوانہ ہوں اپنی چاہ کا
 باک گیا ہے کیا بتوں کے ہاتھ گھر اللہ کا
 اب شہادت گاہ میں عالم کی باز گاہ کا
 منزلیں طے ہوں تو مچ حاصل ہو بیت اللہ کا

مرآة الغیب

دیکھ کر نات و کر اس بت کی آتما و خیال
رہر و راہ عدم کو بھی خطر ہے چاہ کا
ساکن مسجد ہوا جاکر جھکا جو سودہ قد
سچ مثل شہور ہو سیدھا ہو گھر اللہ کا
شش عارض کر رہا ہو حسین عارض کو تباہ
لوٹنا و لٹ کر شاہی آٹا و نشا کا
صحبت احباب یاد رہا دیر کا رہو
بات وہ کہنے بھلا ہو ہمیں خلق اللہ کا
پیاں شیدا نے زخمِ دل کی بھلا چاہے
حیث جو پیاں جو رہ جائے کو تر چاہ کا
آنسوؤں کا جو شش یہ ذکر الہی میں ہوا
بن گیا سود گنار جو الٹ اللہ کا
گوہر مقصد ملا بحر سخن میں غیب کہ
تو کو جب پہنچے تو مضمونِ بات آیا چاہ کا
نور الیسا دیدہ دل کو خدا بخشنے آخیر

ساٹنے روضہ نظر آئے رسول اللہ کا

ہم چشم ابر کیوں مڑہ تر سے ہو گیا
صورتی سی آہر دھتی سودہ بھی ڈبو گیا
بے کشور عدم میں خدا جانے سیر کیا
آیا نہ پھر کے منزل ہستی سے ہو گیا
اب بلیں چمن میں کہاں آگئی خزاں
تھی دھوم چاندن کی وہ ہنگامہ ہو گیا
آیا عرق تو اور بڑھائی صفائے جسم
اس گل کے بال بال میں موتی پر ہو گیا
آخر ہوئی خیال خبط سبزیں جو عمر
سمجھایہ میں خضر مری کشتی ڈبو گیا
پتھر شلرا آتش گل سے نہ ایک خس
پر ابر آمشیانہ لبس بھگو گیا
پیری میں آئی موت جوانی گزر گئی
جاگا تمام شب میں دم صبح سو گیا
ماتم کیا کسی نے نہ میرا تو کیا ہوا
ابر آکے خاک گور پہ ہر سال ہو گیا

احوال جس میں تھا دل گم غشتہ کا امیر

رہتے میں نامہ بر سے وہ مکتوب کھو گیا

وہ دل کی شب بھی خفا وہ بیت منور رہا
جو صلہ دل کا جو تھا دل میں بدستور رہا
عمر رفتہ کے صفت ہونے کا آیا تو خیال
لیکن اُسد م کی تلافی کا نہ مفہور رہا

مرآة الغیب

جت کس دن نہ ہوئے موسم گل میں مکیں
 روز ہنگامہ تیر سایہ انگور رہا
 گردن بخت کہاں سے بھی لائی کہاں
 منزلوں دادی عزت سے وطن دور رہا
 راستبازی کر اگر ناسوری ہے درکار
 دار سے تعلق میں آوازہ منصور رہا
 وہ تو ہے چرخ بہرام پہ یہ پنج محلے پر
 پنج ہے عیسے سے بھی بالاتر دور رہا
 فصل گل آئی تھی مہین چمن میں ہویا
 اپنے سر میں تھا جو سودا دہ بدستور رہا
 جلوہ برق تجلی نظر آیا نہ کبھی
 بدلوں جا کے میں زیر شجر طور رہا
 زلف درخ دونوں میں جالے سے جالی کرتا
 مشک وہ مشک نہ کا فورہ کا فور رہا
 غول صحرائے مرا ساتھ نہ چھوڑا شب بھر
 ایک شعل کبھی نزدیک کبھی دور رہا

ہم بھی موجود تھے کل محفل جاناں میں امیر

رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

آسمان زیر زمین اسے تن بے جاں کسکا
 شہر بیگانہ ہے یاں کون جو پیدائ کسکا
 نہ تو یہ چکر کا طالب نہ پری پر مائل
 نہیں معلوم مرے دل کو پوراں کس کا
 حوصلہ قیس کا فریاد کا دل پیدا کر
 پھر تو یہ کوہ ہے کس کا یہ برباں کس کا
 غیر کا حال سنوں میں یہ مجھے تاب بھی تو
 ذکر کرتے ہو مرے مسانے جاناں کس کا
 دانت ہر وقت ہمارا بھی ہوا غیار کا بھی
 دیکھتے تھے وہ میرے زخماں کس کا
 جامہ گل کو جو کرتی ہے معطر ہر صبح
 چھو کے آتی ہے صبا گوشہ داناں کس کا
 کنگھی پوٹی سے کیم اخیر صفت بھی ہیں
 کیا خبر ہے کہ ہوا حال پریشاں کس کا
 غنچہ گل جو چٹکتے ہیں یہ آتی ہے صدا
 عند لیلوں کے سوا ہے یہ گلستاں کس کا
 صورت گل جو شگفتہ ہیں میرے زخم جو
 یاد آیا ہے مجھے چہرہ خداں کس کا
 نیچا کھول کے دل رکھ نہیں سکتے پیغم
 گوئے الفت میں جو باندھا ہوا میداں کس کا
 داغ حاصل نہ ہو کیونکہ تجھے بدنامی کا
 منا مذاق نہ کیا اسے نہ تاباں کس کا

مرآۃ الغیب

مخوف ہیں رخ بقیس سے پریاں کسی
تو نے سیکھا چین اے کباب خزاں کسکا
اہل آفاق جو کرتے ہیں فلک کا شکوہ
یہ تو سمجھیں کہ یہ جو تابع خزاں کسکا

اس زمانے میں نہیں نام سخاوت کا اتیر
کون عمن ہے اٹھائے کوئی احساں کسکا

جب تلک بہت تھی دشوار تھا نا تیرا
نہ جہت تیرے لئے ہے نہ کوئی جسم جو تو
شش جہت چھان چکے ہم دکھلا عید چل
صاف اس جنگ میں آتی جو ہیں صلح کی بو
دے سزا تجھ سے طلب کہ نہ صفائی کے گوارہ
نہیں بچے کا ترے تیر خرو سے دل زنا
دست نازک سے اٹھا تیغ نہ بھارتی ل
ابو پیری میں نہیں پوچھے والا کوئی
اے صدف چاک کر گیا ہی سینہ اکدن
منہدی ملتی جو مشاطہ تو کہتا جوہ شوش
دل عاشق کبھی ہوتا نہیں فرکان جدا
درد سر ہونے لگا کیجئے ناے کب تک
کوئے قاتل کو تو ہوتا ہے رواں تو قاصد
اچل آئے گی تو لیجاے گی سہراہ ضرور
کیوں تجھے ہے غدا تو ہواے نفس مٹی
دور اگلے شعر کا تھا کبھی اور اتیر

مٹ گئے ہم تو لاہم کھکانہ تیرا
چشم ظاہر کو ہے شکل نظر آتا تیرا
رگ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا
دل ملاتا ہے یہ آنکھوں کا دونا تیرا
کوئی میرا نہیں ہے سارا زمانہ تیرا
بال باندھا ہے یہ اے ترک نشا تیرا
ہاتھ جھوٹے گا ترے جائے گاشا تیرا
کبھی اے حسین جوانی تھا زمانہ تیرا
تو یہ سمجھی ہے کہ گوہر ہے یگانہ تیرا
خوب ہم جانتے ہیں آگ لگانا تیرا
ہے ترے تیر کے نزدیک نشا تیرا
شکل اے طالع نختہ ہے جگانا تیرا
جہان نے دم بھی عدم کو ہے روانہ تیرا
پیش جانے لگا نہیں کوئی بہانا تیرا
ہم نے کہنا کبھی جھوٹوں بھی نہ مانا تیرا
اب تو ہے ملک معانی میں زمانا تیرا

مرآة الغیب

پکارتا ہے یہ ناز اس کی کسائی کا
 قلق ہوا مجھے صیاد کی جدائی کا
 عزیز کیوں نہ ہو داغ اس کی یونانی کا
 میں طول روز قیامت کو سہا کے ڈرتا ہوں
 بغیر پہنچے ہوئے یاز تاک نہیں رہتا
 ہٹاؤ آئینہ ہم کو بھی دیکھنے دو گے
 خدا کرے کہیں جلد اُسے رخصتادی وصل
 تمام عمر ہوئی ڈھونڈتے پتا نہ لگا
 نہ پوچھ جام میں ساقی کے کیا جوائے نابد
 ابھی تو فیصلہ ہوتا دوسارے تھکڑ دینکا
 ہزار بار قیامت جہاں میں آئے گی
 شنادران محبت کو سیکڑوں میں لگا
 پیچ ہماری لٹکا ہوں میں کیا درازی حشر
 مرے نصیب یہ کہتے ہیں میرے نالوں سے
 خدا نے دل کو بنایا تھا جام استغنا
 رقیب طنز سے کہتا ہے آپ جہاں ہیں
 کچھ بھی وہ تین تو خوش ہو کے مجھ سے دل نہ کہا
 بدن میں روح کو آنے سے کام کیا تھا امیر
 چلن دکھانے کو آتی تھی بے وفائی کا
 حلقہ زباں پہ نہ لانا تھا بے وفائی کا
 فریفتہ ہوں اس انداز و رہائی کا
 کہ لے اڑا ہے مجھے شوق خود نمائی کا
 یہ پہچ نہیں اسوس ہے رہائی کا
 کہ ہے صلہ بھی مدت کی آشنائی کا
 کہ دل نہ ہو وہ کہیں یاد کی جدائی کا
 میں مٹ کے نام شادوں گانا بوائی کا
 کہ خود ہی دیکھو گے حسن اپنی خود نمائی کا
 لباس ماتی اترے شب جدائی کا
 ترادہن بھی ہے کیا حرف آشنائی کا
 بھرا ہے اس میں ہوتیری پارسائی کا
 زبان تیغ سے پیغام دو صفائی کا
 پڑھا ہے چار گھڑی دن ابھی جدائی کا
 جو ڈوب جائے وہ پورا ہے آشنائی کا
 کہ طل دیکھے ہوئے ہیں شب جدائی کا
 رہے خیال ہماری بھی نارسائی کا
 تبوں نے کا سہ اُسے کر دیا گدائی کا
 یقین ہے یہ اُسے میری نارسائی کا
 وہ دیکھ گھاٹ ہے دریائے آشنائی کا
 کہ دل لیا تو دیا ذوق آشنائی کا

ہوا وصال جو صدمہ ہوا جدائی کا
کسی گنتہ پہ کوئی قتل ہو میں کہتا ہوں
میں آفتاب قیامت کو دیکھ کر کھٹکا
بہار آئی ہے پھر خیر ہو خدا و ندا
بچیں آیت سجدہ ہوئی ہے پیشانی
پست گیا سب جاننا ہمارا داس سے
وہ آزمائش شمشیر ناز کرتے ہیں
ہمارے دلیں وہیں گدگی ہوئی پیدا
اعضا جو درد تو گھبرا کے میر کو لے کر
گہر کے گرد مٹی ہے میرے دکھا مال
حیات تو اس کو بٹھائے ہزار پردے میں
پہنچ سکا نہ وہاں نامہ بر تو دل نے کہا
یہاں ہے ذوق اسیری میں تجھ جہاں چہ
کسی طرح نہ کٹا کہہ کن کے کاٹے سے

اٹھو امیر نہیں ماننے کی وحشت دل

یہ عذر رنگ تمہاری شکستہ پائی کا

کیا تھا کس سے گلہ میں نے کج ادائی کا
دکھاؤ جلوہ جو دعویٰ ہے خود نمائی کا
کمال حسن نے بے پردہ کر دیا ان کو
ہماری آہ رسالا مکاں میں دم لیتی
خدا کے گھر میں کروں جا کے شکر کے عید

تھے تو شوق ہے اے جنگجو روانی کا
مجھے یقین نہیں آتا سنی سنائی کا
کھل پڑے یہ ہوا ذوق خود نمائی کا
مگر نصیب میں تھا داغ نارسانی کا
ٹے جو اذنِ دربت پہ جہہ سائی کا

مرآة الغیب

عجب طرح کی در انداز ہے خزاں ظالم
ہنسے جو زخم تو بولا بجزہ کے بجز یار
نقاب یار نے اٹھی ہے حضرت ناصح
تڑپ تڑپ کے گیا اس کے اُتارنے پر
چلی تو ہے نہیں صحر کو لیکر اے وحشت
سنبھل کے دیکھو اگر دیکھتے ہو آئینہ
میں درد دل بھی شب وصل کہ نہیں بکنا
کہیں سے ہاتھ شراب آئی جو کہیں سے گزرتی
چلوں وہ چال رہ عشق میں کھار تو کیا
دفا کے دوق میں ہے بخود بیڈرتا ہوں

گزر نہیں ہے حرم میں تو دیر کو چلیے

ایسر کام کہیں بند ہے خدائی کا

نہ بے وفائی کا ڈر تھا نہ غم جدائی کا
کہاں نہیں ہے تماشا تری خدائی کا
وہ ناتواں ہوں اگر نبض کو ہوئی جنبش
شب وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو
یہ جوش حسن سے تنگ آئی جو قبائلی
کمان ہاتھ سے رکھ صید گاہ عرفان میں
وہ بر نصیب ہوں یار آئے میرے گھر تو بنے
ہزاروں کافروں میں پڑے ہیں بچہ سوا
تمام ہو گئے ہم پہلے ہی نگاہ میں حیف

مرآة الغیب

نہیں ہر ہر لفاظ پہ خط کے اے قاصد
یہ داغ ہے مری قسمت کی نار سائی کا
نقاب ڈال کے اے آفتاب حشر نکل
خدا سے ڈر یہ کہیں دن ہر خود نمائی کا
نہیں فراد گھڑی بھر کسی کے پہلو میں
یہ ذوق ہے ترے نادک گود لہرائی کا
خزئی طرف سے کوئی جا کے کوہ کن سے کہے
اتھیں نہیں یہ عسل زور آ ز مائی کا
کہا جو میں نے کہ میں خاک راہ ہوں تیرا
تو بوسے ہے ابھی پندار خود نمائی کا
جنوں جو میری طرف ہو وہ جنت خیز کر لے
کہ دل ہو ٹوٹ کے ٹکڑے شکستہ پائی کا

ایسر روئیے اپنے نصیب کو ایسا

کہ ہو سسپید یہ ابر نار سائی کا

تنگی دل سے تری فرقت میں الیا جرتھا
ہر نفس کو میرے سینے پر گمان قبر تھا
کیوں ہوا عاشق جفا پر گرہ بھجھکا صبر تھا
اے دل بیتاب کیا تجھ پر کسی کا جبر تھا
ناز تیں کیونکہ نہ جاتے میگشتی کو باغ میں
نفسی غمی بوندیاں تھیں ہلکا ہلکا ابر تھا
تا بلت تھا ہمیں دل نے بڑا دھوکا دیا
ہم مسلمان اسکو سمجھے تھے یہ کافر گر تھا
گلرخان دہر پر سو سو جگہ مر رہ گیا
جو کھلا گل باغ میں میرا چراغ قبر تھا
تھک کو بھی اک سنگدل محبوب سے پالا پڑا
یہ مرے دل کے پیچھے تھے یہ پیرا صبر تھا

بار بار اُس کی گلی میں کیوں نہ جاتا اے ایسر

کیا کردں بے اختیاری تھی کراں بے صبر تھا

ظاہر یہ اتحاد سے رنگب اثر ہوا
اس گل نے پی شرب تو میاں بے شرب ہوا
سر سے کی طرح چشم بتاں میں نہ گھڑا
میں مثل سیل سے عیب و بد رہ ہوا
اے ترک تیری تیغ ہمارا گلا کہاں
اک یہ بھی اتفاق تھا و قد رہ ہوا
راہ دراز کو چہ جلا و قطع کی
قصہ ہماری زیست کا یوں مختصر ہوا
فرصت ملی نہ گردش پست و بلند سے
سوئے کبھی جو پاؤں تو دوران سسر ہوا

مرآة الغیب

الشد ری نہ اکت جانناں کہ شعر میں
کچھ خاک ہو گئی جو مجھ آوارہ کی شریک
نہق سے کہ جو ساز تو حاصل ہو سکتی
پسیا کسی کی آنکھ کی گردش نے اس قدر
چلا میں بلبلیں جو چین سے چلی بہار
نازک دلوں کو جو سخن نہ بھی بہت
شادی نے مثل گل بیدار کھلائی کھل گئی
پیری میں جو یہ ضعف کہ لکھیں بھی پھر کہیں
مضمون اگر رسا ہے تو آئینکا تازیان
ہوتی اگر نہ روح تو تھا خاک جسم میں

کیا جانے نامہ بر نے کہا آ کے کیا امیر

ایسی خبر سنائی کہ میں بے خبر ہوا

دلیں جب ہمیں خیال زلف جانان ہو گیا
اس قدر شرمندہ پیش روئے جانان ہو گیا
دل کیسی کا ہاتھ میں لانا جو دولت کی دلیل
کیا ہمارا گور پر ہے احتیاج رہی
دل نہ مجھوں کے تھپانے سے قائل کا نظر
جاکے تنہا اور بھی سدے اٹھائے باغ میں
غیر نے اس نکل کے بالوں میں کبھی سوچی
ضبط غم سے غرقہ سرخوئی کی ملی
عشق گیسو میں ہوا سامان غم سامان حشر

اُس نے جب تیوری چڑھائی کر لیا تو کھٹکا
 دھڑر سووائی نہ تعادل میں نہ تھا ہر کشتی
 ہوش میخاروں کا بھی شاید کوئی سہا تھا
 ادھ جہت ہر بقدر بے سربانی یہاں
 سوز غم میں کچھ نہ پوچھو جلد تن کا کھٹے خال
 اے جنوں کہتے ہیں اسکو اتھو جس دشت
 قید میں آنے لگے جب لخت دل شکو کی سلتہ
 گوشہ ابرو دکھائی تیر خرگاں ہو گیا
 آگے مغفوں لفظ کے جاے میں گریاں ہو گیا
 آتش تر سے جواے سائی گریاں ہو گیا
 جتنے کی برباد خاک اپنی سلیمان ہو گیا
 جھلکیہ کاغذ شراروں سے چراغاں ہو گیا
 جب کھلا جوڑا ہاں یاں دل پریشان ہو گیا
 خانہ زنجیر میں روشن چراغاں ہو گیا

تیر لاکھوں کھائے میدان محبت میں امیر
 دل تو تھا ہی شیر سینہ اب نیتاں ہو گیا

اصح دولت اُس ہی کا سوز حیران ہو گیا
 خطا جو کھلا ہوئے رخسار آساں ہو گیا
 اب کہا نکامیرے تڑپاں کو چھو گیا نکام
 میری چشم تر سے چشمی کار کھتا تھا خیال
 تم کھلے باروں جو آنکھ کبھی نگاشت کو
 جب بہار آئی جنوں کے ہاتھ سے باز گل
 دیکھ قاتل اپنے دیوانے کا جذبہ قاتل
 دشت گیسو میں جا بٹکیے سوئے صحرانوم
 تھا مسلمان جب تلک شتاتی کا فرقت
 سوزنی پر تھکا کاتھوں نے بٹھایا دشت میں
 بنگلی آن کی بناوٹ سے ہماری جہاں پر
 خوبدلوں سے نہیں خالی زمانہ ایک دم
 داغ سر پہ خاتم دست سلیمان ہو گیا
 کارواں آنے سے نہ رہا حسن ازل ہو گیا
 ہر دہان زخم لے قاتل نکلاں ہو گیا
 پانی پانی یہ ہوا بادل کہ باراں ہو گیا
 تختہ ز گس چننا جس بے بلستاں ہو گیا
 محوئے دامن ہو گیا نہ نہ گریباں ہو گیا
 جب گے سے مل گیا خیر گریاں ہو گیا
 بیچ کھا کر جادو رہ مار بیچاں ہو گیا
 میں ہوا کافر تو وہ ضد سے مسماں ہو گیا
 شامیانہ سائے ٹھن مٹلاں ہو گیا
 پانچو نہیں گو کھروٹا نکا تو پیکاں ہو گیا
 ہر سید ہو گیا جب ماہ پنہاں ہو گیا

مرآۃ الغیب

کیا اثر ہو جو بہا یاد لب لعلیں میں اشک
 کیا تبسم نے تے اے ترک گل پتھر کا نمک
 عکسے عکسے ہوئے اڑ جاتا جو آتی ہو بہار
 عشق بازوں سے پھری رہتی ہو تو اس چشم تار
 ضعف سے میں قید ہوئی طرح بل سکتا نہیں
 حسرتیں خوں ہو گئیں دلیں تو لایا فتنہ رنگ
 جب نقاب الہی نگاہوں کا ہوا ایسا جو کم
 اچھا نکا ندر اسکو کہتے ہیں جو دم درد غم
 کیا در میں گلزار میں ہم دھنسی نازک مزاج
 گل ہوا غنچہ تو یہ اُس سے صدا آئی امیر

جمع ہیر ہوتا نہیں جب دل پریشاں ہو گیا

گل نیا ہر ایک نقش پاسے خداں ہو گیا
 تشنگان عشق کے لب بھی نہونے پاسے تر
 برسے گیسو پر اُس نے ذبح کر ڈالا مجھے
 اسے پر ہی بل دیکھ زلفوں میں غصہ نے کیا
 ہم نے دیوار میں یہ بیہوشوں دل نہ کھا
 کو پہرہ کر دی میں دکھائی تیغ قاتل نے بہار
 چٹائی چٹائی زلف اوس پہ وہ دیوانہ ہوا
 بے لیاقت کا یہ خیالات میں پریر غرق کیا
 نہ تھا۔ مگر دلی یہ کثرت ہو تیرے دور میں
 وحشیوں کی لپٹی قیمت نے پھیلایا یہ پانوں

یار حسین کو چس میں جا نکلا کستاں ہو گیا
 واسے قیمت خشک چاہ زرخیز ہوا
 ایک کافر کے لیے خون مسلاں ہو گیا
 اور بھی ہم قیدیوں پر تنگ خداں ہو گیا
 سفید صفحہ تختہ گور غریباں ہو گیا
 بسماں سے اُسکے ہر کوچہ گستاں ہو گیا
 حور۔ یہ انساناں بلا سے جاں لیں ہو گیا
 اقرار تیرہ رہنماں تاراں ہو گیا
 کوڑیوں کے مول ہر لعل بدخشاں ہو گیا
 جب گریاں کو نکلیا ہاتھ داں ہو گیا

مرآة الغیب

دیکھ کر رنگ خزاں میں باغ کے در پہرا
 آسیا سے چشم لیلیٰ نے یہ پیادشت میں
 مر گئے اندھاے فرقت سے ہوئی حال بچا
 کعبہ کی زیارت کو طہارت تھی ضرور
 تیغ مجھ کو کیا مرے گھر تک کہ وقت نے دیے
 ہر نہال خشک مجھ کو چوب دہان ہو گیا
 بخت مجھوں سر نہ چشمہ غزالاں ہو گیا
 رفتہ رفتہ داغ ہم درد و دواں ہو گیا
 تیر کو واجب دھوئے اب سکاں ہو گیا
 ہر ستوں کھا کھا کے بل شاخ غزالاں ہو گیا

نامہ اعمال ہے جینک نہیں ملتا امیر

میر سے ہاتھ آیا یہ اور میرا گریباں ہو گیا

بے نشانی کا میں اپنے چرخ تر لوار نہ تھا
 فتنہ تھا قمر تھا جلوہ ترااے یار نہ تھا
 جب کہا اُن سے شب تم کوئی غم نہ تھا
 کیا بلا تھی نگہ جو شمس ریاساتی کی
 بات رکھ لی مری قابل نے گنہگار نہیں
 تاب جلو سے کی نہ آئی تو کیسکو تو کہا
 جوش و خروش سے کہتے ہیں کہ آئی جو بار
 صاف دو ہاتھ سرو ہی کے اگر چل جاتے
 آنکھیں پھیرا لیں موسیٰ کی نہیں تو بطور
 لاش پر میری جو آئے تو رہے کیونہ جانو
 وہ کھنچا کر تو گھنچا شان بھی عشوق کی
 کیا مزہ تھ کو لادیتے فلک مجھ کو شکست
 خون ناسخ سے جمایا تھا غضب کا لکھا
 ہلکے کیوں پنج میں لایا دم آرائش حسن
 دہن یار نہ تھا کچھ کمر یار نہ تھا
 جب تک کو سنبھلا نہ تھا دل زار نہ تھا
 درد نے اندھ کے کہا کیا گنہگار نہ تھا
 اُٹھ گئی آنکھ تو کوسوں کوئی ہشیار نہ تھا
 اس گنہ پر تھے مارا کہ گنہگار نہ تھا
 خوب دیکھا تو کوئی قابل دیدار نہ تھا
 ہاتھ ڈالا تو گریباں میں کوئی تار نہ تھا
 پھر تھیں ٹپتے تھے تم سے سر دکار نہ تھا
 کچھ بھلی کے سوا پردہ رخسار نہ تھا
 دم اعجاز تو قفل دہن اسے یار نہ تھا
 جسے کھینچا تھے اے شجر خوکار نہ تھا
 عہد ساتی میں نہ تھا تو بے نیاز نہ تھا
 لب معشوق سے کچھ کم لب سو فار نہ تھا
 کچھ نہ ہی تلف کا طرہ تو میں اسے یار نہ تھا

مرآة الغیب

وقت یہ میں نہ ہوا کئی امیر آکے شریک

پار سمجھا تھا میں جس کو وہ مرا یا نہ تھا

سارے جہاں کا رخ مڑے دلیں آگیا
لوڑ کا جام بھی ترے مقول نے پیا
کھائے تھے داغ جسکی محبت میں کڑوں
بسمل ترپ رہے میں کتنا نہیں جو دم
سلائی عرس کا جو کیا یار نے تو غیر
سو بھی نئی طرح کی یہ گرمی کو رات کو
جانا ہے نامہ ملے کے کوئی نامہ بڑا کب
اُس بت کا دل بلائے عجب کا مقام ہو
توڑی ترپ کے زخمی شمشیر عشق نے
موسمی اسی پہ دعویٰ دیدار تھا نہیں
ہوش و حواس جانیکا ایدل گلہ نہ کر
ابرہ کا شوق کو چہ قاتل میں لے گیا
گرمی سے گد میں جو ہوئے ہم عرق عرق

نکلا خیال رخ میں نہیں دل سے دود آہ

ابر سید امیر گلستاں میں چھا گیا

بندہ نوازیوں پہ خدا سے کریم تھا
باتیں بھی کیں خدا نے دکھایا جمال بھی
کیوں تیغ ناز بھول گئی جو کو وقت قتل
ناگجا جویرے دلو درگوش یار نے

کرتانہ میں گناہ تو گناہ عظیم تھا
اشد کیا نصیب جناب سلیم تھا
میں بھی تو اک نیاز گزار قدیم تھا
دیتے ہی بن پڑا کہ سوال یتیم تھا

مرآۃ العیب

کیا رنگ اس کے جاتے ہی گھر کا بدل گیا
مہم سے جو وہ کھینچا یہ گلے سے پٹ گیا
کیا کیا نہ آفتوں کے رہے ہم کو سانسے
دنیا میں کچھ قیام نہ سمجھ کر خیال
اب کون جو جو منزل الفت میں ساتھ دے
پہنچے تو ہم بھی جلوہ گیار میں نگہ
لاح کبھی ہمارے نفس تک بھی تو لگ
ہوتا نصیب کے ہمیں نقد عیش کیا
کیا چاہتا میں فیض کو انجم سے آسمان

جس دن تھا میں چین میں ہوا خواہ گل امیر

نام صبا کہیں نہ نشان نسیم تھا

وہ دن گئے کہ نہ میں بھی نصیب عیش تھا
کچھ ان کو زیب گوش کی حاجت نہ تھی
آنکھیں تھیں اپنی نور تجلی سے آشنا
تیرے مریض غم کی نہیں آج کچھ خبر
دنیا کا حال اہل عدم ہے یہ مختصر
ہم اپنی دھن میں مست تھے کیا جانیں
سامان عفو کیا میں کہوں مختصر یہ ہے
آخر جو غم میں بیٹھ رہا مثل درد نے
دانت وہ حال سے ہو جو رکھتا ہو کچھ غرض
غش جھگڑا وصل میں نہیں آیا تھا اپنی

مخفی میں شمع تھا میں میں نسیم نہ
منظور پرورش تھی کہ گو ہر بیتیم تھا
جس دن نہ طور تھا نہ جو د کلیم تھا
سننے میں کل تو حال نہایت نسیم تھا
اک وہ قدم کا کو چڑا امید دہیم تھا
کس سحر کو جہاں تھا کہ ہر کو حیم تھا
بجہ گناہ عمار تھا خالق کریم تھا
مٹی کچھ تو صاحت کہنا طوں حکیم تھا
کیا جانیں ہم نخیل کے حاتم کریم تھا
سر مست ہوئے گیسوئے عنبر نسیم تھا

مرآة الغیب

ہلکشت میں نقاب آئے وہ رخ سے کیا
شرم آتی تھی صبا سے مخاطب نیم تھا
زنگ بزم بہار میں بلبل سے پوچھتے
گل کا زمین پہ پالوں نہ شل نیم تھا
الفت کی دل جلوں کو وہاں غینہ آئی
خس خانہ تھا کہ طبقہ تار جھیم تھا
کرتا میں درد مند طبیبوں سے کہا روبرو
جس نے دیا تھا درد بردارہ حکیم تھا

دامان گل کو خود نہ چھو اور نہ اسے امیر

کچھ ڈر صبا کا ہم کو نہ خوف نسیم تھا

دل اپنا زیر سایہ امید و بیم تھا
جس دن جھیم تھا نہ ریاض نعیم تھا
سوراخ کیوں ہو سینہ گوہر ہلکے
تلا تو ہم کو کون گستاہ یتیم تھا
محشر میں لغتہ میں نہ ہوا کی خدا نے خیر
مدت سے در نہ کھولے ہوئے منہ جھیم تھا
تیری دوا سے اور مرا درد بڑھ گیا
شاید مرض سے سناں مجھے اے حکیم تھا
کیا جانیں کس غریب کی آتی تھی دلیر
ہنگامہ گل جوان کی گلی میں عظیم تھا
خود کہہ رہا تھا شوق میں گستاخ دل برا
اصرار قوم سے جو نکلا نسیم تھا
قاتل کے خط سے قتل کا ہوتا نہ کیوں یقین
عنوان نامہ آئیہ ذبح غلطیم تھا
کیسی شفا مرض میں کہ الٹی ہوئی دوا
سمجھے نہ ہم رقیب ہمارا حکیم تھا
تلخی زبان دوست سے دبی جو کیا مزہ
شیریں تھا فنک جو کلام سکیم تھا
ہم را ز تب مزار میں پہنچے کہ کچھ نہ تھے
دل کو جو خوف جمع عظام بریم تھا
کیسا سوال دید جو ہم پہنچے طور پر
سوزاں کہیں شجر تو کہیں خشکیم تھا
روشن ہے آفتاب سے اعجاز مصطفیٰ
اگلی آٹھی کہ ماہ خلک پر دینم تھا
کب مجھے شل سایہ چٹے بخت کے پالوں
پانچوں سواروں میں میں بزرگیم تھا

اس محل کا وصف چشم سنانا میں کیا امیر
دگس کا پھول باغ میں گوشیں صمیم تھا

مرآۃ الغیب

ہر جگہ جو شے محبت کا نیا عالم ہوا
 آنکھ میں آنسو جگر میں داغ دلیں ہم ہوا
 میرے مرتے ہی زمانہ درہم برہم ہوا
 یونہی بھیلی کڑی مرگ اک عالم ہوا
 موت آئی درد فرقت سے جس صحت ہوئی
 بڑھتے پڑھتے زخم آخوند ختم کا مرہم ہوا
 آنسوؤں سے بیقراری میں ذرا تسکین تھی
 بڑھ گیا اور اضطراب دل جو رونا کم ہوا
 روز کی فریاد سے تنگ آگئے تھے اس قدر
 غلق کو مژدہ ہمارا نالہ ماتم ہوا
 میں ترا غمخون ہوں اے گریہ بے اختیار
 جب پڑی مجھ پر مصیبت میں شریک غم ہوا
 راز داری محبت کا میں کیا دعویٰ گدی
 جس قدر محرم ہوا اتنا ہی ناجرم ہوا
 دے قسمت رہ گئی حسرت ہی لطیف یاری
 بڑھ گئی شان کٹافل کچھ جو غصہ کم ہوا
 بے اپنے حال ابتر کے جو محشر میں کھلے
 دفتر اعمال مردم درہم برہم ہوا
 چارہ گر کو لائے میں احباب رماں کے لئے
 لو مراد خیم جگر بھی قابل مرہم ہوا
 کیا دہاکی بیٹھ کر پہلو میں اُسکے تیرنے
 درد دل بھی گھٹ گیا درد جگر بھی کم ہوا
 مار ڈالار و اول کی نگاہ لطف نے
 ایک دم کا عیش ظالم عمر میر کا غم ہوا
 شور محشر بھی ہوا اگر شریک تعزیت
 دھوم سے میرے دل مرحوم کا نام ہوا
 رات بھر دبا کیا بے یار میں گلاز میں
 صبح کو پھولوں سے رخصت صورت ہم ہوا

ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہیں آہ

کچھ تو دشت نے کی کمی کچھ تو سودا کم ہوا

ہو نہیں وہ غم دوست جب غم نے کی کمی کی غم ہوا
 کس طرح مکھنوں دل اظہار کرتا پیش یار
 لذت شرم گنت تھی کب فرشتوں کو نصیب
 آج تک میں خود نے اپنے راز کا حرم ہوا
 میرے زخموں کی ہنسی پر تم کو رونا آ گیا
 یہ مزا چکھنے کو پیدا خسلق میں آدم ہوا
 تیرا دیوانہ جو آیا یہ ملا یک نے کہا
 یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جس کا ایسا غم ہوا
 استغلام عرصہ محشر بھی لو برہم ہوا

نوک خنجر ہو کہ اسے سفاک پیکان تیر کا
 ادب بچے ادب بچوں کی مرے گل نے مٹا دی آبرو
 ذبح کرتے ہو مجھے ایک آن ڈھیلے ہاتھ سے
 تیغ زنگ آلود خنجر کند قاتل خرد سال
 زنگ آ کر دعا فرقت میں مانگی موت کی
 جان قاب میں ہو مضطرب دم خفا دل بقرار
 دل جگر دونوں تھے میری جان کے خون گ
 رہ گئے وہ دو قدم چل کر ہی میت کی ساتھ
 جو مرے پہلو میں آ بیٹھا مرا ہی دم ہوا
 چشمہ خورشید گھٹ کر قطرہ شبنم ہوا
 واہ اچھے وقت میں غصہ تمہارا کم ہوا
 کیا کہوں مقتل میں وقت قتل کیا عالم ہوا
 حسرتیں بگردیں مزاج آرزو دیر ہم ہوا
 موت ہی آئی مزاج یار کیا برہم ہوا
 جو گیا پہلو سے میرے مجھ کو اس کاظم ہوا
 پالوں میں پھندہ الکاح کر گئیوئے خرم ہوا
 رد کننا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا اسیر
 چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

وہ کون تھا جو خرابات میں خراب نہ تھا
 شب فراق میں کیوں یارب انقلاب نہ تھا
 لحاظ ہم سے قاتل کا ہو سکا دم قتل
 اُسے جو شوق سنا ہے مجھے ضرور جو جرم
 شکایت اُن سے کوئی نکال دیوں کی کیا کرتا
 نہ پوچھ عیش جوانی کا ہم سے پیری میں
 دماغ بخت تھا کس کو دگر نہ اے ناصح
 وہ کہتے ہیں شب وعدہ میں کیسے پاس آتا
 ہزار بار گلاؤ کہہ دیا یہ شمشیر
 فلک نے انسر خورشید سر پہ کیوں لکھا
 غرض یہ ہے کہ ہو عیش تمام باعث مرگ
 ہم آج پیر ہوئے کیا کبھی شباب نہ تھا
 یہ آسمان نہ تھا یا یہ آفتاب نہ تھا
 سنبھل سنبھل کے بڑے وہ اضطراب نہ تھا
 کہ کوئی یہ نہ کہے قابل عذاب نہ تھا
 کسی کا نام کسی کی طرف خطاب نہ تھا
 ملی تھی خواب میں وہ سلطنت شباب نہ تھا
 وہیں نہ تھا کہ وہیں میں مرے جواب نہ تھا
 تجھے تو ہوش ہی اے خانماں خراب نہ تھا
 میں کیا کروں تری قسمت ہی میں قبول نہ تھا
 سیوٹے بادہ نہ تھا سنا غر شرب نہ تھا
 دگر نہ میں تو کبھی قابل خطاب نہ تھا

مرآة الغیب

سوال وصل کیا یا سوال قتل کیا وہاں نہیں کے سوا دوسرا جواب نہ تھا
ذرا سے صدمے کی تاب اب نہیں ہی ٹہری کہ ٹکڑے ٹکڑے تعادل اور اضطراب نہ تھا
کلیم شکر کرو حشر تک نہ ہوئی آتا ہوئی یہ خیر کہ وہ شوخ بے لقاب نہ تھا
یہ بار بار جو کرتا تھا ذکرے داغظ چنے ہوئے تو کہیں خاناں خراب نہ تھا

امیر اب میں یہ باتیں جب اٹھ گیا وہ شوخ

حضور یار کے منہ میں ترا جواب نہ تھا

کہا جو میں نے کہ یوسف کو یہ حجاب نہ تھا تو سنس کے بولے وہ منہ قابل نقاب نہ تھا
شب وصال بھی وہ شوخ بے حجاب نہ تھا نقاب الٹ کے بھی دیکھا تو بے نقاب نہ تھا
پٹ کے چوم لیا منہ مٹا دیا انکار نہیں کا اُنکے سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا
مرے جنازے پہ اب آتے شرم آتی ہے حلال کرنے کو بیٹھے تھے جب حجاب نہ تھا
نعیب جاگ اُٹھے سو گئے جوانوں کے تہارے کو چے سے بہتر مقام خواب نہ تھا
غضب کیا کہ اسے تو نے محبت توڑا اسے یہ دل تھا مراد شیشہ شرب نہ تھا
زمانہ وصل میں لیتا ہر کردیں کیا کیا فراق یار کے دن ایک انقلاب نہ تھا
تہیں نے قتل کیا جو مجھے جو تنے ہو اکیلے تھے ملک الموت ہر کاب نہ تھا
دعاے توبہ بھی مینے پڑھی تو مے پنی کہ مزہ بھی ہم کو کسی شے کا بے شراب نہ تھا
میں روئے یار کا مشتاق ہو کے آیا تھا ترے جمال کا شہید اتواے نقاب نہ تھا
بیان کی جو شیب غم کی بے کسی تو کہا جگر میں درد نہ تھا دل میں اضطراب نہ تھا
دہ بیٹھے بیٹھے جو دے بیٹھے قتل عام کا حکم ہنسی تھی انکی کسی پر کوئی عتاب نہ تھا
جولاش کبھی تھی قاصد کی بھیجے خط کبھی رسید وہ قومے خط کی تھی جواب نہ تھا
سرد قتل سے تھی ماتم ہاتھ پانوں کو جنبش دہ خجہ پہ وجد کا عالم تھا اضطراب نہ تھا
ثبات بگر جہاں میں نہیں کسی کو امیر ادمر نمود ہوا اور ادمر حجاب نہ تھا

مرآة الغیب

نامہ لیکر جو کوئی کوئے بتاں سے آیا
میرے گھر میں جو کوئی اسکے مکاں سے آیا
اے جو جس تو تو نہیں قافلے والوں سجدہ
جانتا ہوں وہ کماندار کشیدہ پر بہت
اب کوئی کہے میں دم بھر میں ٹھہر سکتا ہوں
شغل و دنیا کا دل میں بھی مجھے بھٹا ورنہ
خبر مرگ مری دیر و حرم میں تو گئی
دو تائب جو وہ سفاک پکاروں میں تیرا
مفتقدوں سے کہو اللہ وہ اب کہتے ہیں کیا
دیکھ کر اس رخ و گیسو کو میں حیراں ہوں ایسر

شب تاریک میں خورشید کہاں سے آیا

شب سوئی سامنے میرے جو ہو جائیگا
عشق میں تازہ دماغ آرزو ہو جائیگا
ضبط گریہ میں نہیں کرتا کہ رہتا ہو خیال
ہو اُبل پڑنے کا ڈر کیا دلوں تر قندے مثال
ہو یہی رنگ ستم اس خال عارض کا اگر
ہو کئی بیش جو یہ تاثیر حسن و عشق کی
آری پر کچھ نہیں موقوف اے آئینہ رو
اُفت نہ کر ایدل زمانہ میں ڈالیکا تھے
تم جو اٹھ جاؤ گے ہم عیش ہوگی نرم غم
دست قاتل سے بڑھ گا تیغ کا پانی ضرور

سن ترانی میں مقام گفتگو ہو جائیگا
رنگ اڑ کر چہرہ عاشق سے ہو جائیگا
سو کھل کر کاشا نہال آرزو ہو جائے گا
سر دواہ کنا ر آب جو ہو جائے گا
مشک کا دل نات آہو میں ہو جائیگا
ذریعے ہم ہو جائیگے خورشید تو ہو جائیگا
جو تجھے دیکھے گادہ میرا عدد ہو جائیگا
کھا کے کوڑا اور ابنی سند ہو جائیگا
مادہ گلزنک شمشیروں میں اہو ہو جائیگا
تا کر ہے آج کل تک تا لگو ہو جائے گا

مرآة الغیب

بدمرہن شرم عصیاں سے ہوں الیا آپ خاک سے میری تہمت بھی دھو ہو جائیگا
میرے میخانے سے اے ساقی کہاں کی عید ماہ نوایاں ناخن دہست سب ہو جائیگا
خواب و تاب رنداں ہوں پڑھوں کہ بچوں کا آب گوہر ہاتھ میں آپ دھو ہو جائیگا
چھاری ہو دلیں میرے اس قدر اے یاس گل دیکھ ظالم مفت خون آرزو ہو جائیگا

چار سو ٹکراؤں گا سرد دیکھ کر ابرو دایر
فرض اس کبے میں سجدہ چار سو ہو جائیگا

اک جہاں بسمل تڑا اے تند خو ہو جائیگا چار ہی ہاتھوں میں شہرہ چار سو ہو جائیگا
جذب پر آمادہ گر اے شوق تو ہو جائیگا خنجر قاتل مرا طوقی گلو ہو جائے گا
طاقت دیدار کا دعویٰ ہے اہل دید کو فاش پردہ ہو گا بے پردہ جو تو ہو جائیگا
اے قصور نگہ سے بخت تیرہ جانا ہے کہاں دل میں عکس زلف آئینے میں ہو جائیگا
مہل میں عید دیہ تملاتی اگر توڑ بیگا جام چکریاں لے لیکے بسمل کا گلو ہو جائیگا
ہوں وہ میکش شیشہ کے کو کو نگاہت میں آبر دہشت جا لگی بے آبر ہو جائیگا
میرے قلب صاف کے منہ پر نہ آئینہ بڑھے کوئی دم میں گل چراغ آرزو ہو جائیگا
یاس دجراں کے اگر تھوکنے میں نرقت ہیں بڑھتے بڑھتے درد دل درد گلو ہو جائیگا
جائے عیسے بجز میں ہو گی ہوس جلاؤ کی ختم یہ جھگڑا خدا کے رد ہو جائے گا
کون سفتا جو یہاں اے بت بری تیرے حضور اور بھی دیر ان دل بے آرزو ہو جائیگا
ساتھ میرا تو نہ چھوڑ اے یاس بجز یاز میں ایک تھوکنے میں ہوا سب رنگ ہو جائیگا
پھول اے طیلن نہ پھولوں پر درد زہری ہوا دیکھا کل اور رنگ گفتگو ہو جائیگا
بھولی بانوں پر نہ بھول آج اس گل کے دلا غارہ مٹنے سے نہ رنگی ہو ہو جائیگا
عجب اصلی عارضی زینت سے چھپتا ہو کوئی خوف مہر صبر جا شینگے پانی ہو ہو جائیگا
ضل گل آنے تو دقت نہ نکالے کیا ہو شہا

مراۃ الغیب

خوب گھر دیوں سے آتا ہی ہمارے دنگور لہٹ رنگ میں یہ رنگ بدگلو میں بوجھ جاتا
داغ حسرت گھر سے میں لیکر کہاں جھاؤں آہ
جھانسا ہوں گل چراغ آرزو ہو جائے گا

یہی جو سودا ہی تھو حزن کا پتا کہاں گئے ناز و نیک
یہ طرز دشت نے رنگ باز دھاک ہو گیا دو پہا کوٹا
یہ راجہ کا تب کو در حرم آتا تو بخت بنیاد ہی مٹاتا
چمن و بلبل کے خون کا کھڑکواہ میں برگ و برسر
یہ جتنے چنے میں لوٹیں گے نہ آسمانے نہیں میں گئے
غم محبت پر جس کا مطلب کہ دلت اس کو چھوڑ کر
کیا تھا کیوں ادعا ہے یا ظل ہوا تھا اس تل سے کیوں بقال
بڑھے پیرا کے چنے سے تیرا ہی الفت کے کھٹے کھٹے
کہا کا نا نہ کہا کا شیدوں شائے قافل خود مردان
فریب زدیاں روز محشر چھپے گا کشتہ کا قتل کیونکر
عجب ترخ ہی باغ دنیا کہ جس کا صانع نہیں ہے
ہودانہ دشوار جبر کا مرنا اسی گل میں تھا اپنی صفا
لکھا جو وصف ایک گلبدن کا نور گاہ پیدائش
کمال احباب کے شکر گوہ کیا نہ عرس ایک دن جلا
اثر ہو گیسو کا یہ تہا کہ حرف آگیاں میں حرف تھا
نہیں بواب ذکر رسم اچھی گنہ کی تندی پر پور
خدا سے جینا نہ ہوتا سحر بود کا شوق و جفا
کہاں میں ایسے نصیب ہے کہ پھلے غلو جو اسے

غبار آسا نہیں کہیں کا نہ آسمان کا نہ میں میں کا
زمیں پہ جادہ فلکات جو زلشان ہو چاک آستیں کا
درست لکھتا تو ٹوٹ جاتا قلم ہمارے خط جبین کا
نہیں جو یہ داغ لالہ تر نقش ہو چکی گیسو کا
نشان تک شنگے جبین کے کھلائے سطر خط جبین کا
کے ہو جبین خیم باباں تیا کہاں درد تیش کا
سزا ملی ہو گیا سید دل جو مشکنا نہ غزال جبین کا
یہ نفس جس دلیں جیکے پیچھے بلند ہوا نام آنگین کا
قلم سوئی ہو بدک کے گوشت نہایت لڑہ ہو انوس کا
جو چپ ہوگی زبان فخر ہو پکار گیا آستیں کا
ہزار ہا صد تیں میں پیدا پتا نہیں موت آفریں کا
نہ تھا مناسب عزیز کر ناموے پہ دو چار گز میں کا
جو صفحہ ہو برگ یا سمن کل تو خامہ خوشاں آستیں کا
سرحد ہی عجم ہوتا کھچی حسینان جبین کا
ورنہ جو دیوال میں جو ہمارے نقشہ ہو غلطی کا
لگائے درہ جو چھ کو قاضی کیسے گیسوے عینیں کا
مکان کا تب پتلیہ لگا کہ کچھ بتا د ہو کہیں کا
اڑائے نامہ کے آستے پڑے کھلا لافانہ خط جبین کا

مرآة الغیب

لاے جنگو دل مصفا ہوئے کو بھی دیکھتے ہیں اچھا
 چڑکھا سپر ہو قطع جارتہا کہاں کی لباس کیا
 کس شے نے یہ جہاڑا ہوں کہاں الہی میں جہاڑا
 کہاں کا کچھ ہو دیر کیا بناؤ کوچے کا اسکے رستا
 پڑ گیا عکس آئینے میں یہ جانہ راں اٹھ کر نکلیں کا
 ہمارے بازو نکلتے پہنچا کسی طرح ہاتھ آئینے کا
 کہ سر نہ اٹھتا ہزار چاہوں یہ ربط جو جدہ درمیں کا
 میں پوچھتا ہوں تیرا کہیں کا نشان کہ ہو کہیں کا

اسیر گھڑیوں رہی خوشی گلے سے آواز تک نہ نکلی
 خیال جس رات خواب میں بھی بندھا کسی چشم گھبرا

ہوا جو پسینہ میں زمیں کا تو دل ہوا شاہد چھوڑیں کا
 اگرچہ یہی میری نالائقی میں نہ اب کے کچھ اثر عیاں میں
 فقط جو تیرا خیال باطل کر اسی میں ہونا چاہتا
 کہیں مکر زیاں سے کتنا کوئی غافل نہیں ہو سکا
 کھلے میں یہ استغناء بیکر پست ہی ہو پست اسرار
 جہاں میں ہیں دادرس بہت کم ان کے مال جو عالم
 جو ائے جس میں ہوا خواہی میں گھر کر جو ارباب
 سفر مبارک ہو آخرت کا جو انجام ہو خدا یا
 جو شغلہ بالاسے طور پر چکا جھپکا کتنی جس خرم سے
 کیا ہو اس مست نے کتنا اسرار خفا کو گوارا
 بعد یہ میرے نہ آئے کہہ کوئی یہ در کھنکھاتا
 ہوئی جو تقدیر سے رہائی ضرور جو قسمت ازبانی
 جو وقت غربت میں بھی ایذا نہ دھانڈھوں میں طمانی
 جس میں غنیمت نہیں کھلا وہ گل پہاڑ انکورہ
 اس کا پھیلا جو نور سارا کہاں کا خورشید عالم آرا
 بس اب اراد نہیں کہیں کا کہ رہنے والا ہو تو نہیں کا
 نہیں یہ بازو میں چھریاں میں نشان چین آئینے کا
 درست اٹھے کبھی ایدل جو نقش اٹا ہو انکس کا
 ہمارا اظہار غم جو گویا سوال درویش آئینے کا
 کلاہ کا شاک و سیر کر گیاں جو بازو دستیں کا
 کہ کی فرشتوں نے خاک آدمی شہر لگایا نہیں کا
 سیاہ مستی میں یہ سمجھا جہاڑو آہ آئینے کا
 جو گھر سے نکلے مرا جنازہ اتنا سنا ہو کتنی میں کا
 بھیجا ہوا تھا کوئی شہر ارہ تمہارا رخسار آئینے کا
 بہو پیو میکشہ ہمارا جو نام لکھ آئینے کا
 برہنہ دیکھتے ہو گورچہ کو کس کشتہ جو چشم گھبرا
 کہ نیک اس در پہ جہہ سانی نشان جہاڑو آہ آئینے کا
 بھیجی جو چشم غزال صحرا دکھا دیا زنگ شہر کا
 یہ کوئی تو نہ کھل پڑا جو آئینے کا بازو آئینے کا
 گھر اچھا ہے کوئی سارہ لباس نہ تیرا جس میں کا

مرآۃ الغیب

جسین جو بیٹھی رہا لے لگیں تو بستان سے لعلیں
ہنسی خوشی سے ہونہو ہوں بہ نعلوں پہ لکھو انگلیں کا
جو دیکھی رنگس کی شہ ساری طہری ہوئی آتش کی جلا
نگاہ میں ہو گیا ہماری تجا پس خیم سگس کا
عجب ہو آئیے کا سحر رکھ لیں انگن جو چشم دہر
قدم نکالائے گھر سے باہر کا کھیلنا غزل چیں کا
جو تیغ ساعد ہوئی مقابل ترپ گئی غنی مثل لعل
اٹ گئی صفت جو تے قائل اٹ دیا گوشہ ستیں کا

اتر دیکھا جو اسکا نقشہ تو نقشہ یوسف کا دلے اُترا
کہ نقش ثانی کے آگے ہوتا فروغ کیا نقش لعل کا

ردیف بای موحدہ

سیکھ کر مجھ ناکش سے طرز افواں عندلیب
صحیح گلشن میں ہوئی ایسی خوش ٹولیاں عندلیب
ہوں وہ عاشق قدہ عارض کا جو گلشن سے چوں
فاختہ پکڑے مراد امن گریباں عندلیب
رجم کر دیں پھول بیدردی اسے گلچیں نہ توڑ
سر پہ نادوں سے اٹھا لیگی گلستان عندلیب
نصیب گل آنے تو دواڑ جا لیگی لیکر حق
خانہ صیاد میں دو دواہو بہاں عندلیب
یرق آسا جو فروزاں خندہ گل باغ میں
چاہے بیسائے اب انگوں کا بالوں عندلیب
چھوڑ کر تیرے رخ رنگیں کو اسے شراب چین
گلں پہ مرقی کس نے ہوئی جواناں عندلیب
قصل گل میں بیول دکھلا میں جو پر دیکھا جا
کیدوں نہ دھیر دم کش میری سلیمان عندلیب
عاشق کامل کو وصلت میں زیادہ کر ملال
کون گل ہو جو رنج گلزار گاہ پر عاشق نہیں
جو پسند آجائے عاشق کو دی مشق ہو
اٹو کے گل خود مشق میں پہنچا جو دیار تاک
تو کرے چوڑی جو اپنے ہاتھ لی اسے گل حداد
شوق میں لالوں کے حائے باغ میں گل انگر
تا بوجھ صیاد میں آتی کبھی ممکن نہ تھا

مرآۃ الغیب

وہ بھی دن آئے کہ اُترے تیرے صدقے کبھی اے گل تر لمیں رکھتی ہو یہ ابراہاں عندلیب

فاتحہ خوانی کو جب وہ گلبدن آیا امیر

بن گئے سب ساکنین شہر خوشاں عندلیب

کیا ہنسی و گریم عشاق مضطر کا جواب سوچ رکھ کچھ سوال روز محشر کا جواب

در دہا ہوا کاشکست کا سہ سر کا جواب غافلوں کو دیکھی میری لاش ٹھوکر کا جواب

منہ پر چھاتا ہوا کما آئینے میں دیکھ تو چھ کو دیتا ہے دہن تیرا ہوا بر کا جواب

مشفق سے کھیں سر عصیاں فرشتے رات دن ایک دم وہ میرے گھر ہو ایک دن وہ اسکے گھر

جب میں کہتا ہوں کہو گے کیا خدا کے سامنے کہتے ہیں تم کو بتا دیں روز محشر کا جواب

نرم دل سے نرم دل میں سخت گوشت گوشت گو شینے کا شیشہ یہاں چھوڑ چھوڑ کا جواب

لے زباں ہو گوش یاروں کی کڑی کجیاک نے اے زباں تو اسکے بدلے دے بار کا جواب

اُس نے خط بھیجا جو پھر کوڈاک پر ڈاکا پڑا یار کیا کرتا تھا میرے مقدر کا جواب

منہ چڑھاؤ اور کاتوری چڑھاؤ اور برہمنہ ہوں منہ پہ دو ٹکا میں برابر کا جواب

کس لئے ڈرتے ہو ہنگامے سے آؤ تو یہی پانوں کی خلیج دی گئی شور و غش کا جواب

پھینک دو خط لکھ کے قاصد سے جو تم پر آ رہو اڑ کے آئیگا جو میرے مقدر کا جواب

منہ کی کھائی سیکڑوں بال آئینے میں پڑ گئے لپکے آیا تھا تری زلف معنیر کا جواب

رہ گیا خاموش وہ بت بید ہانی سے امیر

یاد تھا کوئی سوال جان مضطر کا جواب

سے خوشی ظلم چرب دیو پیکر کا جواب آدمی ہوتا تو ہم دیتے برابر کا جواب

جو بگولادشت عزت میں افشاں بچھا میں کرتی ہو تعمیر دیرانی مرے گھر کا جواب

ساتھ خیر کے چلیگی دقت ذبح اپنی زباں جان دینے دے دیتے ہیں برابر کا جواب

مرآۃ الغیب

سجدہ کرتا ہوں جو میں ٹھوکر لگاتا ہوں وہ بت
ابر کے لگے نہ اٹھیں میری موج اشک سے
وہ کھنچا تھا میں بھی پھنچ رہتا تو بنتی کس طرح
جیتے جی ممکن نہیں اس شوخ کا خطا دیکھنا
شیخ کہتا ہے برہمن کو برہمن اُسکو سخت
رد و کھلا تا ہے گردوں کی کٹی ہوئی تین
ہر جگہ تیرا گدا تیکے میں ہر جا گور شاہ
جلوہ گر ہے نور حق ہونے سے یکتائی امیر

سایہ بھی ہوتا اگر ہوتا پیسیر کا جواب

پلا سا قیاء ارغوانی شراب
وہ شعلہ ہر ساقی کہ رنگ کی طرح
کہاں بادہ عیش نشہ تقدیر میں
نہ لایا ہے شیشہ نہ جام دسبو
کہاں عقل برنا کہاں عقل پر
مرے چہرہ زرد کے عکس سے
ہوئے مست دیکھا جو چہرہ لونا رنگ
کہاں چشمہ خضر کیسے خضر
خضر ہوں اگر میں تو جا کر پیوں
گلستاں ہو پھولوں سے کیا لعل لعل
عجب ساقی گندی رنگ ہے
رہنہ طاق پر پار ساقی امیر

کہ پیری میں دے نوجوانی شراب
اُڑا دیتی ہے ناتوانی شراب
پیوں میں تو ہو جائے پانی شراب
پلا سا بت ساقی زبانی شراب
نئی ہے بہتر پانی شراب
ہوئی ساقیا زعفرانی شراب
پیالوں میں تھی ارغوانی شراب
خضر میں بری زندگانی شراب
سبہ چشمہ زندگانی شراب
چلے ساقیا ارغوانی شراب
کہ پرت سے بنتی ہو دھانی شراب
پلائے جو وہ یار جانی شراب

مرآۃ الغیب

لائے گارنگ خون دل داغدار کب
 رو یا ہمارے حال پر ابر بہار کب
 اٹھے گا میری خاک سے یارب غبار کب
 منتقل سے وہ پھرے تو نقصانے یہ عرض کی
 داغوں سے دل چہن چو کر دل ضبط آہ کا
 ناصح خوشی سے کون اٹھاتا جو بار عشق
 ٹھنڈی ہوا جو بار جو ساقی جو نہر ہے
 ہلو ملائے خاک میں بھی جب ہوئے نہ صفا
 کہتی جو مرغا دل سے یہ وہ چشم فتنہ گر
 کیا کیجئے گلہ کہ نہ آیا وہ د فن کو
 میں خاک بھی ہوا تو ہوئی خاک گرد یاو
 عشر میں ایک ایاب سے ہم پوچھتے ہیں
 آئے ہمارے کو بھی نہ مرے استخوان پند
 بر ہم نسیم کو چہ جاناں ہے کس یئے
 جسکا دماغ جو ترے جوڑے کی کوست
 ہم کیا سمجھ کے یار سے رکھیں امید قتل
 یارب تجھ بھر کے وہ دیکھنے کے کب ادھر
 میں تو تڑپ تڑپ کے ہوا عشق میں تمام
 کیا سیکسی کا شکوہ کدوں میں فراق میں
 جو تجھ کو جانتے ہیں فلک کاشرب کلم
 مرنے کو نہ ہم نہیں کرتے جگوا سیر

آئیگی اس چہن میں الہی بہار کب
 بیٹھا زمین پر اٹھ کے ہمارا غبار کب
 آئے گا ہاتھ گوشہ دامان یار کب
 حاضر ہوا اب حضور میں یہ جاں نثار کب
 رکتی ہے روکنے سے نسیم بہار کب
 کرتا جو کوئی آپ سے جبر اختیار کب
 کھیلو گے میکشولپ سے کاشد کار کب
 چائیگا پھر حضور کے دل سے غبار کب
 بچتا ہے زد پر آ کے ہمارا شکار کب
 مرنے کا میرے اُن کو ہوا اعتبار کب
 گردش میٹگی اسے مرے پروردگار کب
 آخر تمام ہو گا غسم انتظار کب
 خوش ہو گا ان کو کھائے سگ کوئے یار کب
 تعظیم کو اٹھانہ ہمارا غبار کب
 سو گئے وہ بوئے نازد مشک تار کب
 کرتا ہے عاشقوں میں وہ ہم کو شمار کب
 ہو گا یہ تیر میرے کلیجے کے یار کب
 آئے گا جہن تجھ کو دل سے قرار کب
 آتا نہیں ہے گویا بے اختیار کب
 کہتے ہیں شکوہ ستم رو دگار کب
 سو مر گئے تو اُن کو ہوا اعتبار کب

ردیف تاع فوقانیہ

کیوں نہ کھیلے مجھے جو خار ہی برہمن دست
دوست کے دوست کا دشمن ہی جو چو نہیں دست
دیکھ کر ربط گل و خار یہ امید ہوئی
شاید آجہائے مسے ہاتھ میں بھی دان دست
مثل بیوقوفی می آنکھیں بھی روشن ہو جائیں
لاکسی روز صبا بخت پیرا من دست
طرف کعبہ نہ حجاج کے لئے ناداں رہی
غور کر دیکھ کہ ہی خانہ دل مسکن دست
نماک الموت سے کہہ رو کہ نہ تکلیف کریں
مرگ آسان ہی مگر کون سے شہیدان دست
شاخ صندل پہ ہوا مار سید کا دھوکا
دیکھ کر کاکل پر تیج پس دشمن دست
اے جنوں یاں کوئی بے کار رہا جاتا ہی
یا گریاں ہی مرے ہاتھ میں یاد امن دست
ہم تو نظارے سے محروم خدا کی قدرت
آئینہ ادھ تماشاے رخ روشن دست
رہ گیا شوق ری لاش کو پامالی کا
گرم جولاں نہ کسی روز ہوا تو سن دست
ہو وصیت کہ گفت بچہ کو اُسی کا دینا
ہاتھ آجائے جو آتا ہوا پیرا من دست
دیکھ گروں نے بنایا ہے اسی کو بہنو
گم پڑا تھا جو کوئی بغل سم تو سن دست
ہکس ہر عضو کا ہر عضو میں کیونکہ ٹپٹ
کہیں آئینے سے بڑھ کر ہی صفا ہے تن دست

کیوں نہ طپوس پہ فانوس کا دھوکا ہو امیر

شع روشن سے زیادہ ہی فروغ تن دوست

ایک ہی میرے حضر اور سفر کی صورت
گھر میں ہوں گھر سے نکال بھی نظر کی صورت
چشم عشاق سے چہاں ہوں نظر کی صورت
وصل سے جان چراتے ہو کر کی صورت
ہوں وہ ٹیل کہ جو صبا دھنے کاٹے مرے پر
گر گئے پھول ہر اک شاخ سے بکری صفا
جھانک کر روزن دیوار سے وہ تو بھاگے
رہ گیا کھول کے آغوش میں در کی صورت
تیج گو دن پہ کہ ہی سنگ پر آہیں دم زنج
خون کے قطرے نکلتے ہیں شر کی صورت

مرآۃ الغیب

کون کہتا ہے خاک میں آلو میرے
نہیں آتا ہے نظر المداے خضر اعلیٰ
پڑ گئیں کچھ جو مرے گرم لہو کی چھینٹیں
قبر ہی دادی غربت میں بنے گی اکدن
خشتک سیروں تن شاعر کا ہو ہوتا ہے
آفت آغاز جوانی ہی میں آئی مجھ پر
جلوہ گرد بام پہ وہ ہر نقاسے شاید
دہن پار کی کو صیف کڈی منزل ہے
نوبہار چین غم ہے عجیب روز افزوں
ہوں بگوئے کی طرح سے میں سراپا گردش

بارش سنگ حوادث ہونہ کس طرح امیر

آہ ہے شکل شجر اشک ثمر کی صورت

رنگ فتن صبح کو کیوں ہونہ سحر کی صورت
دل شکستہ میں وہ ہوں خط جو کہو تو کو دیا
ہوش اڑے تھے تو اڑے تھے خرد صلت
چہن دہر سے کیوں قطع نہ ہو نخل مراد
جھک گیا بار محبت کے اٹھانے کے لئے
دیکھتے ہی بیٹھے جو رنگ کیا قاتل نے
سایہ آساترے کو چہیں جو سب مجھے رسم
باندھ رکھ کسے گروہ میں کہ بہت تھوڑی ہے
رات دن کبیر دل میں ہے جنوں کا نفع

پھرتے ہیں شام سے شب بھر وہ ثمر کی صورت
گر پڑا اڑتے ہی ٹوٹے ہوئے پر کی صورت
نیمہ کیوں اڑ گئی آنکھوں سے ثمر کی صورت
پتا پتا نظر آتا ہے تیر کی صورت
ابھی کھنچ بھی نہ چکی تھی ام سے کی صورت
تیرا بربد بھی چلی تیر نظر کی صورت
راہ دیوار بھی دی گئی مجھ در کی صورت
آبرو ہے جو خدا داد گہر کی صورت
کیا سے کیا ہو گئی اللہ کے گہر کی صورت

مرآة الغیب

شکوہ کس کسکا الہی میں شہب بھر کوں
ہاتھ چھپایا چو اجل نے بھی سحر کی صورت
اس نزاکت چو میں سو جان سے صدقے قاتل
ہاتھ بھی تیغ چکاتی ہے کمر کی صورت
وہ تہہ دست ہوں مذکور متع کا ہے کیا
صورت گل بھی نہ بھی گھسی زر کی صورت
طرفہ آنکھوں کو دکھاتی ہے تماشا تری بزم
تیلیاں دوڑتی بھرتی ہیں نظر کی صورت
نہر گزری چو مری دادی غربت میں مگو
اب تلک یاد ہے کچھ مجھے گھر کی صورت
شہر شوق ہی کافی ہے کبوتر کیسا
اڑ کے نامہ مرا پہنچا کجا خبر کی صورت
سینچ اے دیدہ تر مزرع دل کو ایسا
نخل ماتم بھی پھلے پھولے شجر کی صورت
قبر میں چین سے یادوں کی گذرتی ہے امیر

پانوں پھیلانے ہوئے سوتے ہیں گھر کی صورت

بات کرنے میں تو جاتی چو ملاقات کی رات
کیا بڑی بات چو رہا دیہیں رات کی رات
ذرتے افشاں کے نہیں کرک شہب سے کم
ہو وہ زلف عرق آلود کہ برسات کی رات
زادہ اس زلف میں چھنس جائے تو اتنا پوچھو
کہیے کس طرح کئی قبلہ حاجات کی رات
شام سے صبح تلک چلتے ہیں جام نے عیش
خوب ہوتی چو لیسرا ایل خرابات کی رات
وصل چاہا شب سراج تو یہ عذر کیا
ہو یہ اللہ و پیمبر کی ملاقات کی رات
ہم مسافر ہیں یہ دنیا چو حقیقت میں سرا
ہو تو وقف ہمیں اس حیا و نقطہ رات کی رات
چل کے اب سو رہو باتیں نہ بناؤ صاحب
وصل کی شب ہو نہیں حرف و حکایات کی رات

لیاتہ القدر ہے وصلت کی دعا مانگ امیر

اس سے بہتر جہاں کوئی مناجات کی رات

بڑھکے کچھ کیسے سے بھی چو غر دشان کوئے دست
ہیں غزالان حرم صید سگاہ کوئے دست
کیا ز میں چو ہی چو نالام نے میان کوئے دست
چھٹ پڑے دشمن یہ یارب آسمان کوئے دست
دور سے آئے ہیں ہم اسے ساکنان کوئے دست
دو جگہ عکس چو تھوڑی سی میان کوئے دست

مرآة الغیب

کی مشقت جسے پہنچا دہ میان کوئے دست
باغ جنت پر بھی دیتا ہوں اسے ترجیح میں
رہتے ہیں بیخ میں تقدیس میں تہلیل میں
الفاظ کے مثل زکس دیر سے جو چشم شوق
جھک گئی گردن گیر باں کی طرف جہت فکر
ہو لقیں ہو در جہت خورشید سے جلدی سحر
گلشن جنت کی کیا پروا ہے سوال میں
بلبلوں کے چھپے جب باغ میں جا کر سنے
اے ہما بیجا نیرہ کوئے قدم رنج کیا
دیکھوں اے داغ خط کسے سنتے ہیں دل سے مسکایا
جب کھلا تفسیر سے مضمون جنات نعیم
یسے اشکوئے جو دریا موجزن ہو رات دن
ہو نیا عالم ہی اس عالم سے وہ عالم جدا
جب قدم رکھا زمین پر آسمان پر جا پڑا
نامہ بریں جھانتا ہوں پر تباہ کیا نہیں

مشکلف چلتی ہیں میں ساکنان کوئے دست
کون بڑھ سے زیادہ درمیان کوئے دست
قد سیوں سے کم نہیں میں سکھان کوئے دست
جلد دکھلا دے یہاں خیر ان کوئے دست
سخن واقرب سے ملا ہوں نشان کوئے دست
حکم حیدر ہو صدائے پاسبان کوئے دست
میں جو شتاق بہشت جلاوطن کوئے دست
یاد آئے ہلک کیا کیا پاسبان کوئے دست
مستحق ان ہڈیوں کے میں سنگان کوئے دست
وصف تو فردوس کا کر میں بیان کوئے دست
میں یہ سمجھا دے یہ قرآن میں بیان کوئے دست
مردم آبی بنے ہیں رہر دان کوئے دست
اور ہی کچھ میں زمین و آسمان کوئے دست
بار ہا ہم نے کیا ہے امتحان کوئے دست
دل میں جواب تاک نہیں آتا نشان کوئے دست

چاہتے ہو داب لو اس کو نعل میں اے امیر
بوستان سعدی کی ٹھہر بوستان کوئے دست

ردیف ثنائے مشکلتہ

گر یہ بے سود ہونے دل ناشاد عبت
کھینچ گئی روح بدن سے تری شمشیر کرباقتہ
داورس کوئی نہیں شکوہ بیداد عبت
حوصلہ وار لگانے کا ہے جلا د عبت

مرآۃ الغیب

ایک رنگ آتا ہوا یاں صنعت سے اک جانا ہو
بندہ ہوں تیری محبت کا میں جاؤنگا کہاں
ایک شتاق شہادت بھی تو جو ہر نہ ہوا
وہ گل آیا جو نہ آئینہ کبھی گلشن میں
داد بھی دیکھا دی جس نے یہ کی جو بیدا
لاکھوں گھرا در ہیں دلیں ہرے کیا رکھا ہو
عمر رفتہ پہ تاسف سے نہیں کچھ حاصل
شکے درد دل عشاق یہ کہتا ہو وہ بت
بال بال اسکا گرفتار بلا ہوتا ہے
جوان دی کام میں عشوق کے کب کچھ پایا

ابتدیا تاک رہے پابند شہوت کے اسیر
ظاہری قید سے گھبراتے ہیں آزاد عبت

ردیف جیم

کسے سے تیرے یاس ہوئی ٹھیکو یاد آج
نجنوں کی قبر سے جواٹھا پھر سب آج
تم بھی بناؤ کر کے چلو سیر باغ کو
تالں جو یو ہیں وعدہ ترقی جو حسن کی
ہاں پہنچ ہے قید پورہ گھیدو کی جو سسرا
کل ناک تو میرے سانس سے تم بھاگتے تھے روز
حسرت سے لہو مرگ بھی آنکھیں کھلی ہیں

کل ناک تراٹھا سمت کا جو انتظار آرا
گدرا ادھر سے کیا کوئی محل سوار آرا
نکھرا ہوا ہے رنگ عروس پہاڑ آرا
کل تشو ہوئے تھے قتل میں گئے ہزار آ
کل کاٹکاتے ہیں ادھ مجھ سے غبار آ
بیٹھے ہو پاس آکے کہو کیا ہے یار آ
تجھے تھے ہم تمام ہوا انتظا آرا

مرآة الغیب

یہ نظر تہوں کو مرا امتحان ہے اب رہ جائے آہ و مری پر در دگار آج
 تاضی بر بہہ سر ہے تو زنجیر محسب شاید کہ پی گئے ہیں بہت بادہ غار آج
 شتاق قتل کون ہوا رات کو شمار کھد تا زنجیرے کہچے میں کس کا غار آج
 ہمد دراز ہے شیب فرقت تو غم نہیں شب بھر رہے خسانہ گیسوئے یار آج
 کھینچے ہوئے ہیں تیغ وہ بڑھ بڑھکے رکھ قدم اسے دل کی تو وقت ہے محبت نہ ہار آج
 روتا ہے باغبان در گلشن پر زار آج شاید چمن سے ہوتی ہے رخصت بہار آج
 کانٹوں میں پھیلا ہو جنوں گل کو کھینچتا باقی رہے گا ایک نہ دامن میں تار آج
 کل تک انھیں بھی صاف شاد کیا آسمان باقی کہیں کہیں ہیں جو نقش و نگار آج
 قاتل نے ہاتھ روک لیا کیا غضب کیا باپوس ہو گیا دل امید دار آج

رہ رہ کے چکیاں مجھے آتی ہیں کیوں آتیر

کرتے ہیں یاد کیا وہ مجھے بار بار آج

گلگشت کر رہا ہو وہ گلغزار آج چھرتی ہے باغ باغ نسیم بہار آج
 پھولیکا خان سے دشت میں پھولزار آج چھالوں سے چھڑ کرتی جو پھول کوک خار آج
 بولے وہ عکس دیکھ کے چشم سیاہ کا آئینہ کھیلتا ہے ہرن کا شکار آج
 تر پار رہا ہے حجر میں لذت وصال کی کل پی مٹی جو شراب ہو اسکا غار آج
 جاگا ہوں عمر بھر کا ذرا اب سو رہوں کہدور ہے خوش چراغ مزار آج
 میری تڑپ کو دیکھ کے ایسی ہو بے قرار شتاق صبح خود ہے شیب انتظار آج
 بھنکھلا کے بوسہ لب جاں عیش پر کہا کچھ موت تو نہیں ترے سر پر سوار آج
 حوریں جنان میں بیٹھی ہیں دامن بیٹ کر اٹھا کر کسی خاک سے بارب غبار آج
 گرم خزام رات کو ہو گا محد یہ یاد ہر نقش پا بنے گا چراغ مزار آج
 بسمل نظر سے راہ میں لاکھوں میں غل گھر بیٹھے آپ کھیل رہے ہیں شکار آج

مآۃ الغیب

منظر کس کا قتل ہے تیغ نگاہ سے
پھر پھر کے دیکھتے ہو کسے بار بار آج
میکش ہیں زیر سایہ انگو رنار کش
ساقی چمن میں تیری پڑی ہی بکار آج
وہ کیا شب فراق میں کوئی نہ آئے گا
بیغائندہ ہے موت کا بھی انتظار آج
پہلو میں غیر کے ہے مقرر وہ جان جہاں
دل کو کسی طرح نہیں آتا قرار آج
کل تک سوا ہی آئے یقیں جو بہار کی
نکلا ہے پیش خیمہ ابر بہار آج
سر پہ ہے ابر ساقی دمطرب میں سامنے
اندھے جوش رخت پر در در گار آج
قدموں پہ اُسکے ہلکے تھپ کر گرایا
کیا کام آگیا ہے دل بے قرار آج
کل ملک جو کچھ دکھایا جو دیکھا جو دیکھتے
دکھلائے کیا مشیت پر در در گار آج

روستے ہیں پھوٹ پھوٹ کے کہیں آبلے امیر
دیکھو تو ٹوٹی ہے کوئی کیا نوک خار آج

جلے تہارے رنج آنکھیں سے دامن موج
یہ شعلہ وہ ہے جو بجائے برق خرم موج
یہ انتظار ہے ساحل کس کے آئے گا
سر حجاب ہے ادغیا بلند گردن موج
خیال زلف میں کرتے ہیں ہم ہی کا سفر
پست نہ جائے کہیں اڑ کے مار رہن موج
یہ خوف ہے تری ابرو کی تیغ کا قاتل
کیا حاکم نہیں جاتا جو رعیت تن موج
عجبت ہے تجھ کو فریبوں سے چشم دادرسی
سنے نہ بھر میں گوش حجاب سیمون موج
ہمارے بدلے پہ آتی نہیں کسے قوت
حجاب روکتے ہیں آنکھیں نہ دیکھ کر کہیں موج
یہ خوف ہے تری تیغ نگہ کا دریا میں
کہ چشم مردم آبی ہے زیر چرخش موج
نقطہ نہ دیدہ تر سے نگوں چشم حجاب
خمیدہ شرم مژدہ سے ہوئی ہو گردن موج

ڈبورا با ہے مجھے بھر کس خطا پہ امیر

حجاب کا نہ مخالفت ہوں میرا نہ دشمن موج

دنیار کی نہ ہم کو درم کی ہے احتیاج
بس تیری اک نگاہ کرم کی ہوا احتیاج

مرآۃ الغیب

خط عذار پار رقم بے رقم ہوا
دل انکے کیف میں ہیں جا جہاں نا
اشکوں کی ساتھ عشق میں لازم ہوا بھی
ہم سمجھتے ہیں آنسوؤں سے اپنی کشت کو
بے احتیاج کوئی نہیں اس جہاں میں
ہر رنگ سجدہ گاہ ہے مشوقِ خود میں
کب بھوک میں ہوں طائفانِ تجھے نکلے
اس خط کو کیا دوات و قلم کی ہوا احتیاج
کب میکشوں کو ساغرِ حرم کی ہوا احتیاج
جو برباہ اسکو علم کی ہے احتیاج
اے ابر کسکو تیرے کرم کی ہے احتیاج
نادک کو پر کی تیغ کو دم کی ہوا احتیاج
ساحد کو دیر کی نہ حرم کی ہوا احتیاج
ہاں ہوا اگر تو سنگِ شکم کی ہوا احتیاج
دعدہ کیا ہے اس نے تو آئے گا وہ امیر
کچھ اُس سے قول کی نہ قسم کی ہوا احتیاج

ردیف حائے حطی

آزماؤ دل کو صاحبِ آزانے کی طرح
دیدہ و لمیں مرے رکھا ہوا کیا آخر اشک
صورتِ آئینہ ایدل تا کجا دیدارِ رخ
در دلِ اولِ تودہ عاشق کا سنتے ہی نہیں
نادک انداز لگا اچھی نہیں یہ ناک جھانک
بادہ خوار و تمکو کیا خورشیدِ محشر کا خوف
جب بھی آتا ہوں دلیں تیری چوٹی کا خیال
چشمِ فتاں اُنسے کہتی ہوں اگر ارشاد ہو
ایک بارے برقِ تکلیف اور کر جھکواؤ
تم تو آتے ہی قناعت کرتے ہو صاحبِ بیا
کرد میں تم توبہ لے بیڑی کی طرح
زنگ پیدا کر میں میں گمے دانے کی طرح
خاک جہاں اب کو چہ گیوں میں فنا کی طرح
اور جو سنتے ہیں تو سنتے ہیں فنا کی طرح
اڑنہ چائے دیکھنا کوئی نشانے کی طرح
چھا رہا ہوں ابرِ رحمت شامیانے کی طرح
جوٹ پڑتی ہو جگر پر تازیاں کی طرح
ہم بھی کچھ نیرنگ دکھلا میں نہانے کی طرح
پھونک دے جھک بھی سیرِ آشیانے کی طرح
دلیں آتے ہو تو آؤ گھر میں انہی طرح

مرآة الغیب

اے بتیوں اب اور ہی دکھلا کوئی عالم سچ
 در سے کیسے کے نہیں اٹھتا سنا اس لئے
 چار دن کو کیسی طرح آشاں آگند لیب
 اور کہاں اب وادھر بھی سرسری کوئی نگاہ
 دلو آجھا تا بڑا دسوزن فرماں سے حسین
 تنگ ہو مجھ پر یہ عالم قید خانے کی طرح
 اس میں بھی کچھ کچھ تیرے آشنائے کی طرح
 ڈالیوں پر کاٹ دیں دن آشنائے کی طرح
 تیرے مشتاق ہم بھی ہیں نشانے کی طرح
 زخم میں ابھی جو یہ ٹانگے لگائے کی طرح

کہتے ہیں رد اس زمانے کے اطباء میں امیر

حال بیماروں کا سینے میں فسانے کی طرح

جہن وہ رشک ہر مجھے تھک دکھا کھج
 پیر مغاں کی بزم میں بخت یہ کہاں
 ہنگامہ میکشی کا مناسب ہو گرم ہو
 ایسا کیا ہو جو غم نے کوتاہ روز وصل
 اہل جہاں بغیل میں تمکایں بخش ہیں
 ایسا شب فراق کیا ہم نے انتظار
 پوچھو نہ کچھ جواتی دیر ہی کی سرگزشت
 صبح شیدہ صال یہ روتا ہوں میں بہو
 شادی کی رکھ اسید جو غم کا ہو سامنا
 شکر اسے ہوتا ہو شب فرقت اگر تمام
 ہوتا نہ شب وصال کی آتی ہو کب لڑ
 ہوتے ہی صبح غم سے سدھارا وہ ہریش
 میرے جوں کا بچہ خورشید میں ہو تنگ
 بچا ہو دل غیر شب وصل اے امیر

تار و زحش شام ہوا اے خدائے صبح
 جنت میں جیسے شام نہیں ہو اے صبح
 کیا سرد و صحتی ہو ساقی ہو اے صبح
 کیا دور ہو جو شام ہو پیدا بجائے صبح
 اندھوے زشت نہ انکا دکھائے صبح
 آنکھیں سفید ہو گئیں اپنی برائے صبح
 یہ ماجرائے شام ہو وہ ماجرائے صبح
 مثل شفق ہو سرخ سرا پار دائے صبح
 اب سواد شب ہو ظہور ضیائے صبح
 ڈرتا ہوں کوئی اور نہ فتنہ جگائے صبح
 تاثیر ایک دن نہیں کرتی دعائے صبح
 کیوں آتش شفق سے نہ بجھو جلا صبح
 کرنا ہو چاک چاک ہمیشہ قبائے صبح
 دردانہ بند کیجئے آنے نہ پائے صبح

ردیف خاکِ معجمہ

کیا کیا جلا جو دیکھ کے رنگ شراب سرخ
ہم رنگ اصل قرع نہ ہو گی کسی طرح
کشتہ جو تھما میں ایک بت سرخ پوش کا
ہم دل جلو نکا سینہ جو مچانے کا جواب
رہتا جو دلیں بادۂ گل رنگ کا خیال
غازہ جو آسنے رات کو منہ پر لگا لیا
فرقت میں یاد دہ رنج گلگوں جو آگیا
خاصہ سمجھ گیا میں یہ ایسا ہے قتل کا
چھوٹے جو اپنے دست نگاریں سے وہ نگار
پھنستا جو نور عارض گلگوں سے اسقدر
اُجھرا جو اُس نگار کا جو بن شباب میں
پر تو سے تیرے شان جمالِ جلال کی
خوڑا نکھیں یہ نہیں ساقی کی میکشو
خونہ زیاں شکستہ ہیں قاتل کی وضع سے
منہ ہر می لٹکا کے ہاتھ جو دھوکہ گلبدن

غصے سے ہو گیا جو رخ آفتاب سرخ
گل ہو ہزار سرخ ہو گا گلاب سرخ
ہاتھ آئی حشر میں مجھے فرد حساب سرخ
واں جو شراب سرخ بیاں جو کباب سرخ
ساقی رہے نہ کیوں مری چشم پر آب سرخ
مانند آفتاب ہوا ماہتاب سرخ
خون روئے اسقدر کہ ہو افش تو سرخ
شجرِ حریف سے کھا مجھے اُسے جواب سرخ
یا قوت کی طرح سے ہو درخوش آب سرخ
ہو جاتی جو سفید بھی اُسکی نقاب سرخ
دریا نے جن میں نظر اُسے جاب سرخ
ہے روئے مر سفید رخ آفتاب سرخ
بلور کی پیالیوں میں جو شراب سرخ
جوڑا گلے میں سرخ کر میں جو خواب سرخ
پانی ہو کیوں نہ طشت میں شکر نہا سرخ

مطلب نہیں اتر کو جو رد تصور سے
ساقی ہو سبز رنگ الہی شراب سرخ

روایف دالِ مہملہ

کون اٹھائیگا تجاری یہ جفا میرے بعد
 ہوں وہ تالاں کہ ہواتے لئے مرئی غوشی
 جتنا جی چاہے بلاؤں میں بھنسا لگھیکو
 ہو رصیت مری مرتد یہ لکھ دیں با حجاب
 شکر ہو کچھ تو محبت میں ہوا رنگ اخر
 کون اتم میں ہو یوں دل کا جلا نیوالا
 ضعف میں ہر تن تجویں بھی رہ لو لیکن
 مر گیا ہوں میں صنم تیری فراموشی پر
 تھا وہ بلبل کہ جگر میں مرے کاٹا کٹھکا
 خون مرا کر کے بہت ہاتھ لے قاتل نے
 تھی مرے دم سے قحط اس کے تھکی تیری
 میرے مرتے ہی ملا خاک میں یہ اوج خوں
 نگہ ناز سے مارا نہ کسی کو اُس نے
 خوش خطوں نے نہ کسی کو بھی کیا زبردیر

زینت محفلِ ادب میں سخن تھا میں امیر

نہ رہی رونق بزمِ شعرا میرے بعد

ہوت پھر جاتی جو آنکھیں اگر آتی پونید
 ہر میں پھر تک جو آتی تو گھبراتی پونید
 دیکھتا ہوں اُنکی ہلکوں کو جو آجاتی پونید
 رات بھر روتے ہی دردے جھکو دکھائی پونید
 مانگ کر ہلکے بچے پر آنکھوں نے اڑ جاتی پونید
 جان کو دیوانہ مجھے تنکے جوانی ہے پونید

مرآة الغیب

ہجر کی شب ایک تو یوں نہیں آتی ہوئید
درد دل کہتا ہو نہیں جب رات کو کہتے ہیں وہ
تیرے جلو کا اگر آنکھ نہ بندھتا ہو خیال
ایک دم کو تو کہہ فرما اگر ہو ہجر میں
جاگتے ہیں جو فرشتوں کو نہیں آتا نظر
جانتے ہو نہ کیوں ہوتی ہیں آنکھیں وقت خواب
بشتا ہوں رند یہ کہہ کر میں مشتاقِ جمال
غفلت پیری جو اب بھی نوجوانی تک ترنگ
غانفلوں کو اور غافل میری صحبت نے کیا
ڈرتی جو میرے یہ خاتمے میں جو آتی ہوئی
خواب میں ہر شب نظر آتے ہیں کیا کیا ماہر
چشم ماہی شام سے ہر چند زمانے کی طرح
عین غفلت میں ہیں خوش اس طرح ایل چہا
سخت جاں ہوں تجر میں شریکِ گریخِ اہل
میں تو کیا محفل میں اسکی جائے سو جائے میں کو
ہجر میں آدام کیسا ہم بھی شب بیدار ہیں

ہجر جاناں میں جو سو غمزدن سے آتی ہو امیر
خفتگانِ خاک کی صورت سلا جاتی ہو نیند

چشم کوئی گود ہے برق سر طر پسند ہم کو اس چہرہ پر نور کا ہے نور پسند
تلفیہ یوں ہے تین دہریں میں ان سب میں ترے جود کا ہے زخم کا ان گور پسند
نسلِ مٹی ہے تری زلف یہ ہے کچھ کیوں نہ ہو ہم کو سوا و شب دیو کو پسند

مرآة الغیب

اور غموں سے نہیں بزمِ جہاں میں کچھ کام
کاش چراغِ چھڑک دے کہیں تھوڑا سا گم
تیری تعریف سے ہیں کان ہمارے شقائق
تیرے دل چاہیں نہ کیوں سارے جہاں میں
ہوں میں شاعر ہے مجھے شعر سے رغبت سی
کیوں کہی بات جو کہنے کی سزاوار نہ تھی
اک نظر میرے دل صاف کو دیکھے جو کبھی
کاٹ کر راہ مرے گھر کی چلا اور طرف

سنگ آیا ہوں بہت اہل وطن سے میں امیر
کیوں نہ ہو دل کو وطن سے سفر دور پسند

آفتِ ہریوں جہاں میں اہل ہوں کے گرد
بچو لو نکا و پھر روز لگاتے ہیں گلہ روش
گھیرے ہیں دردِ غم دلِ لال کو عشق میں
ساتی وہ بادِ خوارِ لامست پسند ہوں
گھیرے ہیں تیغِ یار کو اندکشانِ عشق
دورانِ سر میں الفت لب کا یہ حکم ہے
سہرے گیا کسی کی پلاک یا د آگئی
عالمِ تمام بحثِ عقولِ عشق میں ہے
سودائے زلف میں میں عزیز جہاں ہوا

حسرت جو دیدِ گنبدِ مولا کی اسے امیر
آنکھوں کی پتلیاں ہوں تصدقِ فلس کے گرد

مرآۃ الیب

پہنچا نہیں کئے بت دلخواہ میں قاصد
 اک چاند کے ٹکڑے کو لکھا میں نے خط شوقی
 اس بت نے نکالا تھا اگر مجھ تک آتا
 مکتوب میں اس چادر بخدا کی جو تعریف
 کیسا چین کو چڑھاناں میں گیا جلد
 لے کر خبر یار میرے حلقہ اپنی
 خط لیکے گیا، کئی گز سے ہیں پہنچے
 خط اس نے لکھا پیر کی یہ کہنا تو قسم کو
 ڈھیلی جو کر کس کے ذرا باندھ دو بارہ
 خط پڑھتے ہی ہوتے وہ ادھر آپ روانہ

بیجا تھا اس کو تو اک بت کی ملی میں
 سیدھا گیا اللہ کی درگاہ میں قاصد

ردیف دال ہملمہ

سخی کھڑی ہو اک دو بوند پانی پر گھمنڈ
 صورت پر دان کر سوز نہانی پر گھمنڈ
 بسکلوں کو بھی ہو اپنی سخت جانی پر گھمنڈ
 اب تلک ٹھکڑو نہ زور نا توانی پر گھمنڈ
 ادھر کرے چار دن اس دار زانی پر گھمنڈ
 کیا لڑکین جو کہ کرتا ہے جوانی پر گھمنڈ
 عصا بہت لمبل کو اپنی خوش سیانی پر گھمنڈ

خنجر قاتل نہ کر اتنا روانی پر گھمنڈ
 شمع کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ
 ہے اگر شمشیر قاتل کو روانی پر گھمنڈ
 ناز اٹھایا ہوا سکے حوصلہ جان زنا
 نوبت شاہی سے آتی ہے صدا شام سحر
 دیکھ اونا دان کہ پیری کا زمانہ جو قریب
 چار ہی نالے ہمارے سن کے چکی لگ گئی

مرآۃ العجب

عفو کے قابل مرے اعمال کب ہیں اکیرم
تیرے رحمت پر ہے تیری ہر بانی پر گھمنڈ
شیعہ محفل شامت آئی تیری خاطر ہو
دل جلاں کے سامنے آتش زبانی پر گھمنڈ
طبع شاعر آ کے زوروں پر کے کچھ نہ ناز
سب کو ہوتا ہے جوانی میں جوانی پر گھمنڈ
چار موجوں میں ہماری چشم نہ کے نگیا
ابر نیساں کو یہی تھا در فشانی پر گھمنڈ
دیکھنے والوں کی آنکھیں آپ نے دیکھی نہیں
حق بجانب ہر گم ہے سن ترانی پر گھمنڈ
عاشق و معشوق اپنے اپنے عالم میں مست
واں نزاکت پر تو یاں ہر ناتوانی پر گھمنڈ
تو بھی کلمہ ترا پڑھو اسکے چھوڑوں اسے غم
زادوں کو بہت شیعہ خوانی پر گھمنڈ
سبزہ خط جلد یار ہے نہ پراسکے ہونود
نضر کو ہے اپنی عمر حاد دانی پر گھمنڈ
گود میں کہتی ہے عبرت قیصر و فقور سے
کیوں نہیں کرتے ہواب صواب الی گھمنڈ
ہے یہی تاثیر آب خنجر جلا دیا
چشمہ حیراں نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ

حال پر اجدادہ آبا کے تفاخر کیا اتیر
ہیں وہ ناداں جنگو پر قہقہے کہانی پر گھمنڈ

ردیف ذال معجم

کیا رو کے قضا کے دار توید
قلعہ ہے نہ کچھ حصار توید
چوٹی میں ہے مشک بار توید
یا قسنہ روزگار توید
دونوں نے نہ درد دل مٹایا
گنڈے کا ہر رشتہ دار توید
کیا ناد علی میں بھی اثر ہے
چاروں ٹکڑے میں چار توید
ڈرتا ہوں نہ صبح ہو شب وصل
ہے ہر وہ زر نگار توید
ہم کو بھی ہو کچھ امید شکیں
کھوئے جو پتہ خیار توید
پیشال کو بڑا ہماری پہنچی
گاڑا تیرے پائے یار توید

مرآة القیب

عاجت نہیں ان کو نور تن کی
کھینکے وہ نہ آئے فائے کو
بازو پہ ہیں پانچ چار توید
دیکھا جو سب مزار توید
ہے نقش نہ خاکار توید
اے ترک ٹہیں بلائیں سر سے
اک سینا کا خط ہزار توید
ڈر ہے تمہیں تنگدوں سے لازم
لا یا تو ہے سادہ کار توید
اکسیر کا نسخہ اس کو تمہیں
کھوئے جو ترا غبار توید
بچ ہے اتیر کی لمحہ پر

میلے کا ہے اشتہار توید

چوٹی میں اگر ہے بار توید
یاں حسب کے تو پانچ چار توید
لا میرے ہی سم سے بار توید
دہاں بغض کے ہیں ہزار توید
ہے مار سیاہ اُس کی چوٹی
من سانپ کا زر نگار توید
گھران کے گئے تو ہم نے گارے
چاروں کونوں میں چار توید
کچھ مرے خون سے جو عاقبت
دکھلائے نئی بسا توید
جاتی نہیں سحر کی تپ مار
تاش نے نکھا جو کوئی پڑزہ
چاندی ہوئی اُس کی جب دیا حکم
ہو ایک سپر نہ تیغ غم کی
لوتار نظر مر می اگر ہے
کیوں رشک سے دل جلے میرا
چوٹی نے ترے جو سر چڑھایا
بازوئے ہنم کہاں کہاں تو

مرآة الغیب

اللہ سے آمیر سوزِ فرقت
جل جاتا ہے برقِ دارِ کونیند

ردیفِ رایِ ہملہ

دل پر داغ کا مسکن نہیں ہو اسکے گیتوں
ہجوم ایسا ہوا گلشن میں اسکے قد کو پر
الہی شکر و تہمیرے خطِ شوق نے پایا
کہاں جاتا جو اپنی فکر سے اس چشمِ کامغوں
سنبھل سکتا نہیں ہو سرغورِ ناتوانی سے
امیدِ قتلِ ترکِ چشم سے کچھ تو پڑتی جو
یشوقِ قتلِ مٹا ہوا کہ قتل میں گھلا رگڑا
پرستش سے بتِ پندار کی لاکھوں کعبہ صفت
مے رونے نے فرقت میں تلایا ایک عالم کو
چمک جاتا جو درِ دل زیادہ پیچھے میں
اگرِ رخصت ہی ہے یہ نظرِ اتنا شہرِ جاؤ
دیواناں یہ مطلب تھا یہ میرِ الغرض پاے
خبرِ تھکا نہیں ہو اے سب جانِ تہج و
پڑا خط بھی نہ میرے تن پہیری تختِ جلالی سے

اٹکا ہو بھول لائے کا یہ گویا شاخِ شہو پر
گرے سرو لب جو ٹوٹ کر سوز لب جو بہ
عوض تو بعض کے باندھا ہے آئینے اپنے باندھ
یقین و صید ہو ڈالا جو گھوڑا ہم نے آہو
اگر کچھ سے اُٹھتا ہے تو آ رہتا ہے زانو
بڑھا کر دستِ مڑگاں رکھ دیا جو پٹا ابرو
کبھی شمشیر کے نیچے کبھی شمشیر کے اوپر
سسلاں کیا کھجکھڑن ہوتے ہیں ہندو
بہانے ابرنے دیا مرے ایک ایک آنسو
اگر برسات میں شب کو نظر پڑتی ہو چمکنا
کہ اپنے داغِ دلی اشرفی باندھو نہیں بازو
کہ اس جیل سے رکھ دوں ہاتھ دروازے کا
سب اصحاب کبھ آیا ہمارے لاشِ کار
تفاخر تھا بہت قاتل کو اپنے زہرِ بازو

امیرِ انجام کا کب دھیان رہتا ہو محبت میں

سسلاں ہو کے ہم عاشق ہوئے اک طفلِ ہندو پر

نقطہ کہتا نہیں میں شہرِ اس مصلحت کیسویہ
رباعی اک نئی ہوتی جو موزوں چار ابرو پر

مرآة الغیب

نہیں خالی سید جو جو نمایاں اُسکے ابرو پر
 وہ شاہ حسن تل بھیجے تو یہ اویں شربت بخشے
 مرض میں اُسکے گھر جا کر عیادت کا فرہ ہوتا
 معطر سفر جہاں ناک ہو جو میر داغ دل سے نکلیں
 سلام اُس ترک کا لینا جو ایسا قتل کا شاید
 ہوا میں سینہ زن فرقت میں سیر کے یاد اسکا
 نئی وحشت ہو جھک کر دیشیوں سے انس ہو لیا
 خیال ناوکے رخ کاں نے یہ سوار رخ ڈالے ہیں
 گسے تھے ہر گلشن میں کبھی دو اشک گرم اپنے
 نہایت تنگ ہو فاقہ ہماری سخت جالی سے
 کیا دلکو جلا کر خاک خاک اپنی نبی دسمہ
 ملے بازو اگر اس ترک نے دست خالی سے
 بہت کرنا تھا دم جب سامنے آیا وہ صید لکنا
 صدف کی کیا حقیقت ہو اگر احمیں ہو گوہر
 پس مردن پہ بخشی ہو کہو رفعت بقراری نے
 بڑھا جاتا ہو تجھے دیکھ کوسوں ناقد وسیلے

نیشیں زاغ نے اکر بنایا شاخ آہو پر
 کہ صدقے ہو عیاں پھر کچھ کے شاہین تر از پر
 دعا اپنے پر ہی جب ہاتھ رکھو اُسکے بازو پر
 جن میں مست ہیں کیا بلبلیں ہو لوگی خوشبو پر
 کہ رکھتا ہو وہ پیشانی کے بدلے ہاتھ ابرو پر
 خیال آیا جو زانو کا تو مارا ہاتھ زانو پر
 کہ آنکھیں دشت میں ملتا ہوں بھٹکے ہوا پر
 کہ تودے کا گلاں ہوتا ہو مجھ کو اپنے پہلو پر
 حباب انکو نہ سمجھو میں یہ تجاے لب جو پر
 کہ تن پر خط نہیں پڑتا کوئی اس دہ بازو پر
 بڑی مشکل سے پایا قبضہ اسکی تین ابرو پر
 جمایا طائر رنگ خانے رنگ بازو پر
 نہ سوچھا کچھ بڑے حیرت کے ہوا ہے چشم بازو پر
 نہ کیونکر آبرو دہا نکھ کی موقوف آئینہ پر
 چھپے ہم خاک کے نیچے گئے اخلاک کے اوپر
 سوار اے قیس تو بھی کیوں نہیں رہتا ہوا پر

سہی قد یاد آتے ہیں جو گلشن میں خراماں بھی

بھراتی ہیں اتیر آنکھیں مری قمری کی کو کو پر

کیا قصد جب کچھ کہوں اُن کو چل کر
 گوا میں ضیافت اُسکے کہے کو چل کر
 دبی بات ہو نٹھوں میں منہ سے نکل کر
 ز میں رحم کر تو ہی ہو بچا دے مل کر
 سیر راہ بھٹی میں پر یاں نکل کر

مآۃ الغیب

ادھر کی نہ ہو جائے دنیا ادھر کو
وہ کرتے ہیں باتیں عجب چکنی چکنی
وہ مضطرب نہیں کیا کرے ساتھ گفتگوں
یہ کہتی ہے وہ زلف عمر خضر سے
گلستاں نہیں ہے یہ بزم سخن ہے
غضب ادب پر ہے مریا بے قناری
پڑا تیر دل پر جو منہ تو نے پھیرا
نہ آئیں گے وہ آج کی شب بھی شاید
چلو دشتیو بزم گلزار ہیکے
چھپا کب بہت خاک ظالم نے ڈالی
کمر بال سی ہے نہ چلکے یہ ڈر ہے
حضور اس کے باتیں جو کیں ڈرتے ڈرتے
چھپے حوت گیری سے سب عجب سے
وہ ہوں اللہ ساں سوختہ بخت مشکیش

کچھ شعرا میرا سس کر کے ہزاروں

مگر وہ گئے تھے پہلو نکل کر

یہی سوز دل ہے تو محشر میں جل کر
پڑی مجھ پہ ادھبی وہ تلوار چل کر
نہ وحدت سے مطلب کثرت سے مطلب
نرسیاں بھی تیرے نادک انگن
جو شام مشب بحر دیکھی تو سمجھے

مرآة الغیب

جہاں میں نہ کی قدر غم جب کسی نے
رخِ اس بت کا شاید نکلتا ہے پھر
جلا تھا مراد دل جو پر دانہ آسا
جلائے کو دل داغ سینہ حاضر
جو کھینچے گا بھی تیر سینے سے ظالم
انہیں آتے دیکھا تو دڑیں لگا میں
یہ میری طرت پانوں مغل میں کیسے
عزیز اس قدر نقد جاں پہل و ایل
بشر کیوں نہ ہو بے وطن ہو کے مضطر
وہ بسمل ہوں جب ہاتھ قافلے کھینچا
مراد بھی آئینہ انجمن ہے
قدم جب خوشی نے در دل پہ رکھا
امیر اہل مسجد سے انظار تقویٰ

ابھی آئے ہوئے کدے سے نکل کر

دکھائی ادا طرہ ظالم نے چل کر
ارادہ ہے خود اُن سے پوچھوں میں چل کر
جو برسات میں تا دوں یا رہو بچے
آؤ قح ہے دھوکے میں اگر وہ چڑھ لیں
کہیں محتسب چونک اٹھے غش سے
یہ ہر دم دلاکہ دگل نہ سمجھو
زمین پر نہیں پانوں رکھتا ہے قافلے
دو پڑ گرا سہ پہ شائے سے ڈھل کر
یہ خط تم نے بھاڑا کہ قاصد نے چل کر
بہانہ کیا خود گراے ہم بھیل کر
کہ لکھا ہے نامہ اُنہیں خط بدل کر
نہ جا بوائے سے میکدے سے نکل کر
دکھائے میں جلوے وہ شکیل بدل کر
کہو خون دامن پوٹے اُچھیل کر

رآة القیب

وہ نیرنگ پر داند ہے غمر اس
 نکالا جو پیر مخالف تو کیا غم
 کھینچے دل نہ کیونکر حسین کی جانب
 دیم نکر ہے و حیان کس خوب رو کا
 پڑا ہے جو ہے آب چاہ زرخداں
 نفس دار کی ایک جا آمد و شد
 حسیں کیوں نہ جوشن جوانی کو روئیں
 وہ مقل ہے تیرا کہ آتے ہیں قاتل
 نہ جانے کبھی دار قاتل کا خالی
 یہ خواہاں ہے مثل بھیجیں بے نشانی
 مرے قتل سے وہ کرب ہے منکر
 یہی سوز غم ہے خواشکوں کی صورت

دکھاتی ہے یہ تین تشکیلیں بدل
 بلا لے گی پیر و خضر ز چل
 جو پارہ بھی دوڑے کنوئیں سے نکل
 کہ ساچھے میں آتے ہیں مضمون دھل
 ہوا کیا عرق تیرے رخ سے نکل
 کہ مقصود اپنا تھکا نا مقاصد چل
 کہ جو بن مشاشک کی طرح دھل
 جواں دوڑ کر گھٹنیوں مفل چل
 جگر دہ رہے روک لے دل چل
 نہ جانے کہیں نام ہم سے نکل
 خطر کیا ہے بیشی ہے کیوں نان مل
 کسی روز یہ جانے گا دل چل

ایسے چنے تن کی بڑھی یہ حرارت

کہ جن ہو گئی خاک ساقی سے جل کر

نہ جاتا تھا اس تک کہ تو دل کر
 تھکے مدتوں راہ میں جن کے چل کر
 شب تار ہو جائے مگار روز روشن
 کہ لے وہ جو بندے کی اپنے حفاظت
 ضعیفوں کو ہے باعث زیت بستر
 خدا گرم نظروں سے دیکھے ہو ساقی
 لگا رہنے دو در سے بیتاب دل کو

ردانہ کیا روغن قنازل کر
 وہ در تاک بھی آئے نہ گھر سے نکل
 زمانے کو بدلو نہ آنکھیں بدل کر
 تو یوسف جواں بھیڑیوں میں ہوں چل
 کہ مٹا ہے عکس آئینے سے نکل
 ابھی سے تپلا ہو شیشہ گھل
 کہاں جائے یازد سے پھیل نکل

مرآۃ الغیب

گریں گرم آنسو جو دریا میں میرے
عجب خاک تیرہ بھی ناگن دھوڑی
مے گرم نے کر دیا گرم ساقی
یقین ہے کہ پھر جان ہی میں یہ ہوڑی
جو وہ اُٹھ چلے اہل محفل تو کیسے
رتیبوں سے کیا راہ ہے ڈاکیوں کو
وہ مجھوں ہوں شب کو جو صحرائیں ٹھکوں
ابھی جان دیدوں جو دے مجھ کو مٹی
اُٹھا ایدل آنکھوں سے اتنا زلفناں
نظر چشم دل کو وہ بے پردہ آئے
جھنکائی محل گل رخوں کو نلک نے
مرے آنسوؤں نے مجھے بخشوایا
کہو میرا مرنا نہ اُس گلبدن سے
وہ لاغر تھا میں ہفت قلمزم میں ڈوبا

ایتر آسمان بھی کھلاڑی ہے مشا طر

دکھاتا ہے کیا کیا یہ نقشے بدل کر

اُسیتیں جو ہوا دست شکر باہر
ڈر سے آسکتے نہیں سیر کیہ خانے میں
داغ الفت مرے دلیں کوئی چھپتا ہے
غیر قاتل سے جدا ہو نہیں آتا ہونقیں
میں یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خیر باہر
ماہ و خورشید چلے جاتے باہر باہر
شیخ فانوس کا نور ایک ہوا اندر باہر
ہو گا ساگ کو چڑھتا ہے کہ دگر باہر
مور و رزن سے نکلتے ہیں برابر باہر

مرآة الغیب

شوق ہوتا جو نہ اس چاہ ذوق کا رہے
ایک گھر میں نہیں رہ سکتے بیلوں وہاں
ہوں وہ دیوانہ جو رکھتا ہوں نہ انیس قدم
بھر حشیم سے کیوں دانہ اشک آئے نہ بند
ہوں وہ جانناز میں آیا تو پے استقبال
چاہتا ہوں کہ وہ بیہودہ ہوتا گھول کے حصو
خاصہ دی کیا جو خط اس تیرنگن کو میں بھول
شیخ صاحب نے جو رند کی سی ہو آمد
بھول چڑھاتا ہو بخت جان بھی دی ہو گیا
بادہ خوار و کار مانے سے جدا ہو عالم

روح سے قدر ہو اس پیکر خاکی کی امیر

کیا حقیقت ہو صدف کی جو ہو گوہر باہر
موج و حشت نے ہزاروں کو بھائی نہ بھر
ہو ہمارے دل صد چاک کا حصہ نہ تلف
آج منت ہوئی پوری ترے دیوانے کی
اے جنوں ماں خدا کو نہ کڑی کر مجھ پر
ہو خوشی مجھ کو جو نہ ال سے رہائی کی تو یہ
تیری بات تو سیر پر یہ نہیں نالاں میں فقط
قید خانے کی طرح وادی حشت میں ہو قید
یاد گیسو نے دکھایا ہے ترا شا کیسا
کس پری کے گل عارض کا میں دیوانہ تھا

مرآة الغیب

قید خانہ نظر آیا مجھے وحشت میں تھیں
اے پری دست خنائی کا میں دیوانہ ہوں
پانوں پر اُنکے گری ہو کے پریشاں کا کل
اپنے ابرو کا وہ دیوانہ جو سمجھا مجھ کو
پچھلی یوں ترے وحشی کو قیامت میں ملک
اک تھیں کا ہونیس دیوانہ بکلف و ضرر
تیرا وحشی جو کبھی جانب صحران گذرا
ہر گھڑی فعل در آتش ہوں جو اے آہنگر
اے جنوں پانوں میں مجروح تو گدینش آتش

اپنے دیوانے کے مدفن پہ جو آیا دہ امیر
جائے گل سایہ گیسو سے چڑھائی زنجیر
تین قاتل بھی نہیں جلتی کبھی مجھ زار پر
جایا سیرہ نہیں ایدل یہ قصر یار پر
ہوں وہ وحشی جب قدم رکھا در دیوار پر
جو رہفت افلاک میں انسان کے جسم زار پر
بے بیت الحزن پر چھائی دیویدلی
کہہ گئی گل گل کے میری شمع بالیں کو صبا
بے نقاب آؤ چمن میں تم تو ہر برگ حنا
ہوں وہ بلبل یہ کیا گلشن کو دنگوں میں مست
دار کہہ دیتی نہ قاتل کو ملی گلشن میں بار
بارغ سے پہنچا میں وحشی بے کلف سود

مرآة الغیب

مے سے کپڑے زاہد ان خفا سے نیا تو کئے
وہ جس میں ہو تو ہوا زندہاں میں جسدِ جلوہ گر
میٹھے ہی میٹھے ہر پر ہوا بالِ جہا
گر گھل کانٹے نہیں ہوتے ہر گشت میں بود
کی نظر قاتل نے جب میری طرف کی میں نے آہ
زیرِ دہلا یہ کیا مرغانِ گشتی نے جو دم
آنکھ اگر آئینہ وحدت نما سے ہو دہلا
باغ سے باہر تو کیا جاؤ گناہ میں بے بالِ بود
شیش ساں گریاں جو قاتل میرے بالیں پر تیر
موت کو دے دے ہوئے دیکھا اسی جہا پر

رودے ہیں عشاق کیا کیا ابرو دیکھنا پر
جلوہ گر جو خود وہ اپنے ظالمیہ ابر پر
دیکھ کر چہرے سر پامیر سے جسم زار پر
شانِ ماسکی جو کوئی فارغ مولوی زیر بار
تجھے ہم پہنچا جو ابرو نکاں اُس آنکھ کی
بند آنکھ کی دکھائیں ہو گئیں ہنکام مرگ
اوج دولت میں بھی تکتے شاہد اپنے حویں
ہو نہیں وہ عروہ راحت گرد پاؤں فرشِ نوا
جو بلند واپست کی کتبہ تزلزل کو قیصر
زوں وہ ظالمیہ کتبہ کتبہ ہوا پور قیصر
ایسے نادوری سے دیکھنے والے ہوں مست

روزِ یادوں کے گلے تکتے ہیں اس تلوار پر
دھوکے کی ٹٹی جو پردہ یار کے رخصت پر
کیسے چھوٹا لے وہ اپنے موتوں کے مار پر
چھت جو ٹٹی جو تو کڑیاں پڑتی ہیں دیوار پر
باڑھ دیکھی رکھ کے آنکھ کی ترک نے توار پر
آخر شب کیا اُداسی چھا گئی بازدار پر
لالہ داغی کباب دیکھی خندہ زن کسدار پر
گر پڑے دیوار چھت کس سائیہ دیوار پر
سیل کی ہے چال یکساں راہ نامہ وار پر
نوجہ میں رہ گئے مسیاد سے دھجوار پر
نکاح کے ٹکڑے میں سجانے کی دیوار پر

مرآة الغیب

کر کے گلگشت چمن گھر کو چلا جدم وہ گل
ابر کے بدلے اُداسی چھا گئی گلزار پر
ہو یہی باعث جو رنگ بدن طوی کا سنبر
زہر کھایا جو تہارے سینہ و خزار پر
نیزہ قاتل سب بھل چرخداں زخم تن
کیا اُگاہے نخل ماتم قہقہہ دیوار پر
اسے پری آتے سیماں بھی عیادت کو اگر
سورہ جن پڑھ کے دم کرتے تھے بیمار پر

تیز پڑتی ہے نظر اُس ترک کی جھ پر امیر
تل رہا ہے باز کیا کھشاک کے آزار پر

ہوا گرنار سے وہ بزم میں رتھماں جھاک کر
چوم لے پاؤں سرگوشہ دا ماں جھاک کر
مرتبہ پیش خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند
جس قدر ملتا ہو انسان سے انسان جھاک کر
خاکساران زمین کا ہے یہ شوقِ پاؤں
رہ گئی ہے مگر گنبد گرداں جھاک کر
رفعتِ قصر تو اضع سے اگر واقف ہوں
آئیں پھر خانہ درویش میں سلطان جھاک کر
میں وہ عاشق ہوں صفائش پر پردیوں کا
ہوتے ہیں مجھ سے نعل گیر سلطان جھاک کر
دیکھ پائے جو اسی ٹھاٹھ سے تجھ کو اسے ترک
لے قدم دوڑ کے رسم سہریاں جھاک کر
تم وہ میسے ہو جو آئے تو ہوائے تسلیم
بید مجنوں ہوئے شمشاد گلستاں جھاک کر
بڑیاں بھی جو کٹیں ہوں وہ اسیر لاغر
پاؤں میں میرے پھینے طوق گریباں جھاک کر
مکشی اہل تواضع سے کوئی چلتی ہے
پت دروازے سے آتا ہو خدا انسان جھاک کر
تو وہ گلزدی اگر باغ میں رکھتا ہے قدم
چوم لیتی ہو قدم شاخ گلستاں جھاک کر
قدنم گشتہ پر کس طرح نہ رد میں انسان
سب سمجھتے ہیں کہ گر جاتے ہیں ایوان جھاک کر
آئی پیری تو ملی خاک میں تعمیر حیات
چار دیوار عناصر ہوئے و ہاں جھاک کر
ہو یہ ایمان کہ چلا چاہتے ہیں زبر زمین
چلتے ہیں موسم پیری میں جو انسان جھاک کر
کہد و صیاد سے کیا ہاتھ بڑھانے سے ہو کا
خود نہ پاؤ گی مجھے شاخ گلستاں جھاک کر
یاد رکھ مصرع استاد یہ ہر وقت امیر
دست دشمن سے ملے چاہئے انسان جھاک کر

مرآة الغیب

دگر رہتی ہو جو یاد دے جاناں رات بھر
یاد زلف یار میں جمعیت خاطر کہاں
اندون ہوتی ہیں یوں اپنی بسبیل و ہمار
کچھ شب فرقت نہ پوچھو حال اشک آہ کا
بندہ گیا ہر شام سے کس زلف کی افشاں کا دھیا
باغیاں ہوتا ہوا ہر گھبراہٹ سے کیوں چین چین
نیت بد ہے تو کار نیک سے حاصل کیا
عالم افلاس میں کیا روشنی کی احتیاج
اور بیماری میں ہوتا ہوا شریک درد کون
تیرے دشتی کی سوا کسی کا ملا کچھ تو پتا
آتش شوق اور میرے قصہ خواں نے تیر کی
کی عبادت صبح تک بھیجائے ہم بھی سلام
پوچھتے ہو کیا شب فرقت کی تاریکی کا حال
ذرا پردانہ آسا گر دشمن ایام سے
کشور دہ میں لکھ کے ننہ احباب کو بھیجے اتیر

کیسے کیسے طے کئے خاے نے میدان رات بھر
غنی سراں بیٹھ دلا سب گجریاں ہو کر
رخ یار آئے گا آنکھوں میں گھٹاں ہو کر
روصیں کشتوں کی گلے ملی میں شاداں ہو کر
عید سے عید ہوئی یار پہ قرباں ہو کر
پتلیاں کہتی آنکھ میں ہیں اے غیرت حور
دیکھنے آئی ہیں پر یاں تجھے انساں ہو کر
عشق عارض میں مرے تار قطر جاتے ہیں
رہیں قرآن میں خیرا نہ قرآن ہو کر
چشم مردم میں کھٹکتا ہو نہیں انساں ہو کر
ناتوانی نے مری بھک بنا یا کاشا

مرآۃ النیب

ہو کے محدود میں ہوں بندہ فرمان ایاز
ابھی اتنا ہی حجاب ان کو جو کچھ کہتا ہوں
جل گیا اُگلے ہی دانا جو مری قسمت کا
ہو جدا تم سے تو کیا خاک رہے عاشق میں
ہوں وہ وحشی مجھے نظروں سے گرائے بوجھلا
دل ملا خاک میں ایسا کہ ملا پھر نہ پستا
گل ہوا غنچہ تو آداز یہ اُس سے آئی
کچھ اٹھایا نہ تر پنے کا مزہ تو پا کر
خون دل کو چڑھ گیسوئے سیہ میں جو بیہ
ہو تماشا جو مرے داغ چمن میں چکیں
چاہتے ہیں تری تلواری کے جو ہر ترک
باغ سے ہم کو نکالا تو ہماری آنکھیں

موسم گل میں تقاضا رہ جنوں کا یہ اتیر

چاک ہو پیر ہن زبست گریباں ہو کر

زار ایسا میں ہوا یاد یہ پیسا ہو کر
اس قدر تھک گئے ہم بادیہ پیا ہو کر
ہم مریفوں سے یہ اغراض سیما ہو کر
لذت درد سے جیتے کامزہ ملتا ہو
بد مریکے بندھی ہو مرے نالوں کی ہوا
سرد گل سے ہمیں تشبیہ میں کرتا ہوا
یاد کس ترک کی آئی کہ مر از خم جگر

ذرہ چاہے تو تھکا دے مجھے صحرا ہو کر
کف پا اٹھ نہ سکے نقش کف پا ہو کر
کیسے نادان بنے جاتے ہو دانا ہو کر
چھیر تباہیوں ہے مجھے زخم دل اچھا ہو کر
گنبد قبر اڑے کیوں نہ بھولا ہو کر
لال آنکھیں نہ کر د آگ بگولا ہو کر
رہ گیا دیدہ بسمل کی طرح دا ہو کر

مرآة الغیب

ہالہ ماہ کا دل شوق سے ایسا بھسلا
 اوپے آڑے ہیں کبوتر تری ٹکڑی کے غضب
 حسرت دست خنائی میں ہم یار دے
 دل حسینوں کی محبت میں لگا ہے رہنے
 دیکھ لے وہ ہو کڑی آنکھ کے لکڑی طیرت
 لیجے مال امیروں سے فقیروں کے لئے
 آکے وحشت میں جو کہتا نہیں رہتا ہوا
 بے دہن بنتے ہوتا قم سے جلانا نہ پڑے
 نہ محبت نہ تلطف نہ عنایت نہ وفا
 لیکے وہ تیر کاں جاتے ہیں جب ہنکار
 خرم جان و ہنگ مزرع امید امیر

دل نے پھونکا شہر راتش سودا ہو کر
 پڑا ہوں صورت نقش قدم تیرے در پہ

کبھی تو بھول کے رکھ دے قدم مر سز پر
 جو ذبح بھی ہو تو احسان نہ رکھ کر پر
 وہ مست ہوں کہ گردنا ہوں سینہ خنجر پر
 وہ مست جب کبھی گذرا ہو میکہ کے طرون
 دل شکستہ نے اس بت کے دل کو نرم کیا
 بزمگ سایہ رہا پائے مال ساری عمر
 نکھا جو خط میں سبب یار کو سلام نیاز
 ہوا سنے بوسہ لب ہے یہی کو لوگ کے لوبہ
 ازل سے طبع ملاحظت پسند رکھتا ہوں
 پڑا ہوں صورت نقش قدم تیرے در پہ
 یہ ذکر خیر رہے گناہ بان خنجر پر
 وہ شستہ ہوں کہ ٹپکتا ہوں سر کو تھپڑ
 بہک کے دست سبوا ہوا پڑا ہے ساغر پر
 کیا ہے ٹوٹ کے شیشے نے زور تھپڑ
 میں جکے پالوں پڑا پالوں رکھ دیا سر پر
 ہمارے سایہ پردوں سے کیا کہہ رہا
 حباب بن کے رہوں گا میں آب گداز
 چھڑک لیا تھا ناک میں نے شیر مار پر

مرآة الیغ

پھڑک رہا ہے مرا مرغ روح اسے قاتل
 وہ زار ہوں کہ جو لٹیٹوں تو شک یہ ہوتا جو
 لگو کو دیتے ہیں گردش جو آئیے میں یہ ترک
 جو آبرو کا ہے خواہاں تو خاک ساری کر
 صیف مرثہ کو بھی جو تاک چشم ساقی کی
 چلا ہے نامہ مرا لے کے نامہ بریارب

سوال سے جو یہ نفرت نہ ہاتھ اٹھاؤں امیر

پڑھوں جو فاقہ میں تربت تو انگیر

وہ ناتواں ہوں جو لیٹا کبھی میں بستر پر
 پھر نیگے حشر میں کھ لے ہوئے وہ نلف دواز
 کچھ اس میں شان نکلتی جو تیرے عزت گانگی
 کیا عدد نے جو گیسوئے یار میں شانہ
 پیا تھا جوش جنوں میں کبھی لہو میرا
 ہوا تلون اہل دل سے یہ ثابت
 میں سخت جاں ہوں وہ کرتا ہر سنگ ارٹھے
 پئے ہیں دفتر عصیاں کو کاتب اعمال
 یہ مجھ کو حسرت دیدار یار تھی دیم قن
 جو ایک دم کو بھی غرنے میں آپ آ بیٹھے
 وہ ناتواں ہوں نکالے جو گھر سے یار مجھے
 رجوم اشک سے دانتوں کے عشق میں کھلا
 وہ ناتواں ہوں کہ آئے جو غنید کا تھو نکا

گناں ہوا کہ شکن پڑ گئی ہے چادر پر
 بڑی بلا تو پڑے گی یہ اہل محشر پر
 نثار سودگ جاں ایک نوک نشتر پر
 ہوا یہ رشک کہ آ رہے چلے یہاں سر پر
 دہی مزا ہے ابھی تاک زبان خضر پر
 قدم ٹھہر نہیں سکتے ہیں آب گوہر پر
 خطبے ضرب نہ آ جائے اس کی پتھر پر
 مرے گناہوں کی گٹھریاں غیر کے سر پر
 پس فنا نہ چڑھا خون بھی ہر اسر پر
 رجوم خلق سے دیوار اٹھ گئی در پر
 چلوں وہ چال کہ بچوں نہ خسر تاک در پر
 بندھا ہوا موتیوں کا پل یہ آب گوہر پر
 توار کے منیل پر کماہ جاؤں بستر پر

مرآۃ الغیب

ایتر ظلمت عصیاں سے رہ گیا پر وہ

عجب نقاب پڑی روئے اہل محبت پر
سنا کسی سے جو نام دوائے درد و جگر
رضا جو عشق کی ہر طرح ہوں میں راضی
نہ کوئی دوتے والا نہ ہیراں جو طیب
کہاں سے آئے الہی دوائے درد و جگر
کہاں تلک کوئی یارب چھپائے درد و جگر
کہ جہاں جائے یہ جو انتہائے درد و جگر
کہ درد سینے میں بھی جو سوائے درد و جگر
ٹپکی نہ سر سے ہمارے بلائے درد و جگر
ہو اکھاں سے یہ بیٹھے بھائے درد و جگر

ہمارے دل کا وہی درد ایتر کچھ سمجھے

ہوا ہو عشق میں جو مبتلائے درد و جگر

جلتا ہو دل فراق میں کیونکر خوش آئے ابر
یکس وہ ہوں کہیری لمحہ پر جو آئے ابر
میں کسکے غم میں نالہ درد آشتائے رعد
دریا بہاتی ہیں مری آنکھوں کی تپلیاں
ساتی میں بادہ خوار ترے بادشاہ وقت
سر سبز کیا ہو گشت وہ برگشتہ بخت ہوں
میں ہجر یار میں نہ کروں نالے اسے تلک
آئی خزاں بہار گئی رنگ دہ کہاں
اک برق دشن کی یاد میں درد و کے مر گیا

مرآة الغیب

دل میں ہمارے اگل لگا کر فراق میں پانی کو دوڑتے ہیں بحث لکھ ہائے ابر
ہر دامن شہ میں سمندر بھرے ہوئے جب پھر کس طرح نظر میں ہماری سمائے ابر
خط اس طرح ہے روئے کتابی یار پر کاغذ پہ کاغذی کوئی جیسے اٹھائے ابر
بے جا ہر میرے دیدہ گریاں سے سامنا کہہ دو کہ آبرو کون اپنی مٹائے ابر
مجھ مست سے پھری ہوئی چو یہ ہو آباغ شیشہ بھردن جو سے تو پھر گرائے ابر
برسات میں یہی ہے اگر میکشی کا لطف دامن پہ زہا بدوں کے نہ دھبا لکھائے ابر

ہم بیکسوں کا کون عزادار ہے امیر
ہاں نیگاؤں ہے دوش ہوا پر رواں ابر

اے بتو لازم ہر چشم لطف دولت خواہ پر بوسہ یاد تمام کچھ تو دد خد کی راہ پر
جانور بھی ہوتے ہیں اقبال مندوں کے سطح سایہ کرتا ہے ہما شہر سے فرق شاہ پر
پھنس گیا ہوں دام میں مسیاد کا ہر اختیار اب گلا میرا دباٹے خواہ اڑائے خواہ پر
بیٹھنے دو پاس لینگے بوسہ عارض نہ اب شک اگر ہو ہر ہم کہیں کلام اللہ وہ
پہرہ روشن سے تیر کے طرح تشبیہ دیں جھانیاں ہم کو نظر آتی ہیں روئے ماہ پر
کاسہ دروزہ آنکھوں کو بناتا ہر بحث چاہئے ہر وقت انساں کی نظر اللہ پہ
کی مشقت ہو گئے ہم خاک کی راہ میں اے فلک وہ آجک اتنا نہیں ہر راہ پر
اٹھ سکیں گا کس طرح تھکنا تو اس سے کہہ ہجر ڈالتے ہو کوہ کا تم بوجھ برگ کاہ پر
شکر ہے اتنا تو الفت نے کیا پسدا اثر آہ کراٹھتا ہے وہ بیدرد میری آہ پر
ہودہ شاہ حسن ہیں انداک بھی نہ رہیں سکے بھلاؤ زرخور رشید و سیم ماہ پر
دیکھتے کیا ہو دل تالاں کو دیکھو رعد کو کیا بڑی آواز ہے اس قامت کو تاہ پر
ہوں وہ بیمار محبت میں جو چاہو نگاہ علاج چرخ سے اتر نیچے عیسیٰ سقف بیت اللہ پر
ہے کفادت بوریاد تخت میں تازہ ندگی موت کا قابو برابر ہے گدا و شاہ پر

مرآۃ الغیب

شکر جو آئے بھی میرے گھر میں جہاں جگہ ہے
یہ عنایت پر عنایت بندہ درگاہ پر
دم میں بجائیں گے یہ نکل حجاب اب اے آئیر
ہیں عبت مغرور منعم خیمہ خرگاہ پر

کون دشت کا ہو اسلہ جہاں چل کر
آرہا جو مرے دامن میں گریاں چل کر
نقادہ دیوانہ کہ زنداں کی محبت نہ گئی
رہ گیا چار قدم سوٹے بیاباں چل کر
جمع عشاق میں نکلو کہ گرے لاش پہ لاش
تسخ کی چال دکھاؤ سیریاں چل کر
ابرا یا ہے بہت بیٹھ چکے مسجد میں
کیجئے بادہ کشی آج گستاخاں چل کر
قصہ اس بزم کا کیجے کہ بے بوند لب
بیچے مول کوئی لعل بدخشاں چل کر
جہانتا ہوں کہ مجھے یاد دلاتا ہو وہ چال
چال مجھ سے نہ کرے کہکبک خزاں چل کر
باغ باغ اس کی گلی میں جو مرا غنچہ دل
کیا کہوں میں طرف ردغہ رضواں چل کر
سخت جہاں ایسے میں عاشق کہ نکلتا نہیں دم
پانی پانی ہے ترا خنجر برآں چل کر
تو خزاں ہو جو گلشن میں تو تیرے آگے
کہکبک دطاؤس نہ کیوں بخور ہوں پشیاں چل کر

دل بھڑاتا ہے احباب کی فرقت میں آئیر

روئے خوب سیر گور غریاں چل کر

طرفہ دولت کا نشان زلف رہا جو سر پہ
تو شہ حسن ہے یہ ظن ہما ہے سر پہ
سارے عالم میں پھر ہم نہ ملی امن کی جا
پہنچے جس شہر میں دیکھا کہ قضا ہے سر پہ
واقعی کتنی ہے معشوقہ دنیا بے شرم
رخ پاس کے ہے نہ بڑبڑ نہ ردا ہے سر پہ
شیخ سراں سوزش غم سے نہیں دنیا کو تہا
کیا تکلف ہے اگر تاج طلبا ہے سر پہ
دھوپ میں چلکے دکھایا جو نیا تم نے دروغ
آفتابی ہے کہ دامان تھا ہے سر پہ
رو برد اس کے جسم بیتی جو مدہر کی آنکھ
چاند سورج کی وہ چوٹی میں ضیا ہے سر پہ
کہکشاں چرخ یہ دکھی تو یہ سمجھے شب بھر
ترک کھینچے ہوئے شمشیر جفا جو سر پہ

مرآة الغیب

سلطنت کو ترے درویش سمجھتے ہیں دیال
سرخ ٹوپی نہیں پہنی ہے مرے قاتل نے
حب ارشاد نبی فقر حقیقت میں ہے فخر
دشت میں گرمی رفتار و تبار دل سے
حاصل کوہ غم چر بول کیا راہ چلوں
کوئے جاناں میں گرایا مجھے اے غزنش پا
میکشو پانوں اٹھائے ہوئے گاشن کو چلو
مختب دل سے دیشیے کی پر ہی کاوشن
داعظ شہر بھی رکھتا ہے کنہیا کا لکٹ

اہل دنیا میں غرض کے لیے دیندار تیر

دقت سوگند کے قرآن کی جا ہے سر پر

اور بھی تیر لگا دل پر مری جاں دو چار
ذکر اس مصحف عارض کا بھی ہوتا چتر و
ساکنان حرم دیدہ کو ہم دیکھ آئے
جب نکلتے ہیں مکاں سے وہ بلی کو کپڑے
جلسہ گورنریاں نہیں رہتی خالی
جھانکا کہ روزن دیوار سے دیکھ تو ذرا
عاشق عارض دلب قید سے چھوٹے حیدم
ہوں وہ وحشی کہ ٹھہرتا نہیں دل رزمرا
رخ کے عشاق سے والیتہ گیسو میں سوا
ہوں وہ لیل مرے زنجوں کو فرہ درد کا ہج

ساتھ پکیاں کے نکلیاتے ہیں ارباں دو چار
جمع ہوتے ہیں جہاں حافظ قرآن دو چار
رنج کے حیراں میں لو گیسو کے پشیاں دو چار
چاک ہو جاتے ہیں رستے یہ نگریاں دو چار
رد و آرہتے ہیں اسمیں نئے جہاں دو چار
دیرہ میں خاک نشین بے سرو ساں دو چار
گئے دس بیس حلب کو تو بدخشاں دو چار
حب تک ملے نہیں کرتا ہوں بیایاں دو چار
لاکھوں ہند و نظر آتے ہیں مسلاں دو چار
نہ بھرے جی خونہ خالی ہو نکلداں دو چار

مرآۃ الغیب

امتحان مردم دنیا کا کیا ہم نے امتیر

دیو خصلت جو ہزاروں میں تو انسان دو چار
تہیں کو جاننا تمہیں کیجئے تمام عالم سے تنگ ہو کر
ادا تو دیکھو کہ وقت زینت ہر ایک نے یان بھگائے
ٹھہر گیا ہے ہمارے ہزار منت سے درد اُفت
قدم جو اسے مکاں میں رکھوں نہیں یکے کی شوقی
جو سخت دل گردنوں کے چھوٹے تو پہنچا در کو اس اید
عبور دریا میں ساتھ میرے ہے سیری تقدیر کی برائی
نہاں تھا آنا کہ ہونہ ظاہر عیاں تھا جانا کہ میں مار
بہت غریبی چونکی صحبت کا شوق اے مجاہد ہو کر
کہاں طریق جنوں میں عباد کوئی آنا جکا مات
غضب جو انسان دم سے تیرے کے بوالساک یونانی
ہوئے تھے بندہ چون کے عاشق شہید ہوئی کیا جتنی
اخر نہ جانے کی طرح سے مرے قدر کی کو جتنی کا
گیارہ موسم کشادگی کا کہ غنچہ ہوتا تھا ہاتھ میں گل

جواب خط وہ ادھر سے آیا کہ دل کیا اے امیر غمی

ہو اکی صورت گیا کہ تو پھر ادبان خدا گاہ ہو کر پڑ

نہ کہ باطن ہو کہ ہر عین ذرا تو چشم تیرے دا کہ
جوا بھکے پہلو سے انجمن میں وہ دور بھیجے میں عیاں
شر سے کہہ دو کہ لپٹ نظر تیرا کیوں نہ تھوڑا
قدم کو نفرش زبا کو گفت پر عرشہ ہاتھ کو جنتیں

مرآۃ الغیب

ہوا کہ کھولی تو کچھ نہ دیکھا سہ کو سنا سن رہی تھی
 نہ بھول اس زندگی پہ غافل نہیں ہو کچھ مقدار
 بپاؤ طوفان بے ثباتی رد ارزی میں میں گونجیں
 بہن جو کشتہ نکاتیرے مرن یہ لالہ گل نہیں تکلف
 نہیں ہو کوئی جہاں میں باقی چلیگی اب تیرا کس پر
 اسی کا پر رنگ یا سیمیں میں اسی کی بوباس تیرن میں
 بلا جو حرص و ہوائے دنیا کہ جس سے کون میں ہیں
 جو آئینہ ہو تو ڈٹ جائے جو آنکھ ہو وہ تو پھوٹ جائے
 سحر و دس حوائے میں سوائے ذلت حصول کیا ہو
 یہ کیسی تیر جفا کا یار رب ہر ایک لیر و رعب غالب
 شبیدہ نظر کیس کی کو کوئی پوری نہیں اترتی
 زمانہ جو دل جلتی محفل سپن سے کہ نہیں بدل
 ہجوم جانا میں ہر تیر پاؤں کا دیکھتے تیرا جفا
 جواب رقتی نہیں میں اپنا ضرور تیری ہر تیری
 ذرا سے کھٹکے نے نیند اڑائی کہ چوٹ تیر چپ رگ

ہو وہ ہر امید سے اتنا کہ ساتھ لیتے مجھے جگا کر
 کہ راہ لگی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تھے بنا کر
 ہو میں ناخن بھرا ہوا جو جاپٹ یا میں گھبرا کر
 صبا نے گویا کہ تیر توں پر چراغ روشن کئے ہیں لاکر
 مگو تیرے قتل گم میں لائیں مسیح مرے جلا جلا کر
 جو کھڑکے پتا بھی اس چمن میں خیال آوازاں بنا کر
 کیا پریشان ان آندھیوں نے تیرا نام نہ کجاں انا کر
 خدا نے صفحہ غیر کا دکھائے فروغ حاضر مراد دکھا کر
 چمن میں بچے جو کوئی جسے تو نہیں پہچان کھلا کر
 ہلال کی جو خمیدہ گردن سپہر جلتا ہو رھ کھا کر
 مٹا دیے صانع ازل نے ہزاروں نقشے بنا کر
 کوئی تو جنگا نہ ہو بھی غافل اسل چمن میں بھی بنا کر
 مگر بڑی ششکلوں سے روکا دیکھ زانو بادا کر
 قریب تیری ہیں اک جہاں کوئے نے شمع دکھا کر
 صدایہ گوش شر میں آئی کہ وہاں گیس جسے شہر اک

امیر میری رگ گلو کو یہ تیغ قاتل کی آرزو تھی
 ملے دہ آکر جو بعد مدت تو خواب وے گلے لگا کر

ہوا سوا ہر گوش و خشت چمن میں روز بہا جا کر
 وہست ہیں ہم کہ پانوں اپنے جسے جیش بریج بنا کر
 جٹ جو مغرور جنگجو تخت نہیں غریب کو تیری پروا
 یہ ظلم سارے میں چند روزہ دیکھ کر ان انتقام کا بھی

مرآۃ الغیب

خیال گیسو میں دل ہمارا جو اب تک شبِ الجھڑا ہو
 شربِ جدائی ہوئی یہ حالت رہی تپ دھم کی شدت
 خدا ہی باندھے ہوا کچھ ایسی کہ دل میں اس گرم کاپاں
 عیاں جو سرخی شفق کی دیکھی ہمارے دلوں پہلے ہو کا
 بکھیر منکر جو آئینے ابوراہ صبر لنگے بے تامل
 بنی نہ چھوڑا جہانیں قرآن سمجھے کوئی توفیقِ جلال
 طیب سے کوئی جگائے کہدے دوا کی ہر فکر تھک بوجھا
 بجا ہو چاہ ذوق کو تیرے کہے اگر خلق چاہ فرم
 جدا ہو پہلو سے کسا پہلو کسا راعضا جو ہیں دشمن
 رقیب نے تیرے گھر سے ہلکو صنم نکالا اگر نکالا
 پہاڑ آئی چین میں ساقی ہمیں بھی کر دو جام سے خوش
 اسیر قسمت میں جو لکھا ہوا اسی کا ہر روز سنا سنا
 خدا ہے مالک خدا ہے رزاق کسی سے ہرگز نہ انجانا

ردیف رائے ثقیلہ

منہم پھر نہ کہ وطن کی طرف یوں وطن کو چھوڑ
 اے روح کیا بدن میں بڑی ہو بدن کو چھوڑ
 کیا لطف اگر کبھی یہ فلک ہم بھی آگئے
 ہر روح کو ہوس کہ نہ چھوڑے بدن کلاں
 کہتی ہو بونے گل سے صبا کے صبح دم
 تلوار چل رہی ہے کہ یہ تیری چال ہے

چھوٹے جو بونے گل کی طرح سے وطن کو چھوڑ
 میلا بہت ہوا ہوا اب اس پیر بن کو چھوڑ
 سیدھی طرح سے راہ پر آؤ اس جلن کو چھوڑ
 غربت پکارتی ہو کہ غافل وطن کو چھوڑ
 اب کچھ ادھر ادھر کی ہوا کھا چین کو چھوڑ
 اے بت خدا کیو اسطے اس بانگین کو چھوڑ

مراد الغیب

نقاش فکر یار کار خ کھنچ زلف کھنچ
کھنچا نہ جائیگا کبھی اسکے دہن کو چھوڑ
بندہ ترا ہوا ہے خدا کو وہ چھوڑ کر
اے بت امید شیر نہ رکھ نہ زمین کو چھوڑ
عریان محض تھکاو نہ کر کچھ خدا سے دور
چادر تو اسے ظالم کوئی میرے کفن کو چھوڑ
ناداں سوائے حق ہی کیسکا کہاں جو د
باتیں خودی کی خوب نہیں یاد من کو چھوڑ
بدیاک میرے سامنے بھرتا ہوں چو کڑی
اے دشت اب تھکائے غزال ختن کو چھوڑ
بسمل کو تیری تیغ سے کرتی ہو کیا جدا
دو دھار سے کہہ ہی جو قضا اس لہجہ کو چھوڑ
راحت سے بیٹھ کو چڑخت سے ہاتھ اٹھا
ایدل ہوائے زلف شکن درگن کو چھوڑ
شاعر کو فکر شعر میں راحت کہاں ابتر
آرام چاہتا ہے تو شوق سخن کو چھوڑ

ردیف زائے مجھ

کیا ہوش رہا میں تری تلوار کے انداز
سیکھے ہے یہ شاید تری زقار کے انداز
اک جلوہ میں غش کر گئے اسے حضرت موسیٰ
ہوتے ہیں بھی طالب دیدار کے انداز
ہنگام غضب منہ میں زباں کرتی ہر لہر شا
میں خفت یہ نہیں سے تلوار کے انداز
طوبی کے تلے برسوں ہی فردوس میں بیٹھ
پائے نہ ترے سایہ دیوار کے انداز
کیا ناز میں صاحب نہیں کیا ہے جہاں تیر
دیکھ تو ذرا اور بھی دو چار کے انداز
بوسہ کوئی مانگے تو نہیں کہتے ہیں ہنس کر
انکار میں بھی صاف ہیں اقرار کے انداز
کس شوق سے ملتا ہوں گل خجراتس
ظالم کی کھچاوت میں بھی ہیں پیار کے انداز
جب چو کڑیاں بھرتے ہوئے جاتے ہوئے
یاد آتے ہیں تھکاو تری زقار کے انداز
انصاف تو فرمائیے کیونکر میں اٹھاؤں
سہر بار کے یہ ناز یہ سہر بند سہر انداز
آنکھیں نہ خنجر بھی ہیں دیدار کی طالب
دیکھو تو ذرا طالب دیدار کے انداز

مرآة الغیب

ہر موج سے اک فزّش متانہ ہو گیا
ہیں آپ رواں میں تری زقار کے انداز
کن آنکھوں سے دیکھوں میں نزاکت رنگ
پہرتے ہیں نظر میں کمر یار کے انداز
جینی میں تری چال ترے ناز کہاں ہیں
ہاں باتوں میں البتہ میں گنہگار کے انداز
گہر کے سیجا جو چلا ہو سہمے کاشن
اچھے نہیں کچھ تر گسں بیمار کے انداز
کہتی ہو امیر اس سے اجل میرے سر ہانے
اچھے نہیں عینے ترے بیمار کے انداز

ہو یہ تیری کا کل چپاں دراز
عمر خضر ایسی کہاں جاناں دراز
ہر مصیبت میں رہی میرے شریک
یا خدا عمر شب ہر جاں دراز
سینہ خالی رہ گیا دل بے گئے
کر کے دستِ ظلم وہ شتر گاں دراز
کیوں نہ دعویٰ تیرے قامت کے
قد صنوبر کا جو اے جاناں دراز

اہل دنیا کی ہوس ہے اے امیر
شل موئے قید ہی زنداں دراز

ردیف سین مہملہ

جاتا ہوں اس لیے صنم بیوفا کے پاس
پہنچا جو اسکے پاس وہ پہنچا خدا کے پاس
یوں دل مرا جو اس صنم بیوفا کے پاس
حیضِ حشر آشنا کسی نا آشنا کے پاس
پہلو میں دنگے چاہئے قصور یار کی
بتخانہ بھی بنے حرم کبریا کے پاس
بولادہ بت سرہانے مرے آگے وقت نرنگ
فریاد کو ہمارے چلے ہو خدا کے پاس
ثابت ہوا یہ گرم نگاہی سے یار کی
نکلی نہیں ہے ہو کے وہ چتون جاکے پاس
نکلا وہ کے تو دور سے کتنے لگائے دار
جلاد کوئی ہاتھ چھری کا بھی آگے پاس
سنبلی کو چھیر کو پریشان کر دیا
کیا بولے زلف یا رہی تھی کچھ صبا کے پاس

مرآۃ الغیب

توفیق اتی دے مجھے افلاس میں خدا
حاجت نہ لیکے جاؤں کبھی اغیا کے پاس
انصاف کر کہ ہیر میں کیونکر میں جان دوں
قابل کہاں میں تیری ادا میں قصا کے پاس
بوجہ لاکھوں جنتیں خزاں سے ہو گئے
کیا کیا کٹاریاں ہیں تمہاری ادا کے پاس
مرنگی آس بھی نہ رہی عاشقوں کو اب
جب پوچھیے قصا کو ہر ادا کے پاس
رہتے ہیں ہاتھ باندھے ہوئے گل خاں دہر
یارب ہو کس غضب کا فضل اس خانہ کے پاس
نظارہ چاہتے ہیں بہم حسن و عشق کا
آئینہ دیکھتے ہیں وہ مجھ کو بٹھا کے پاس
آئی قصا جو حسرت پاؤں میں تو خیر
بقلم ازرا کاش ترے نقش پا کے پاس
لڑکا کے مار رکھتی ہے عشاق کو ترے
لڈکا عجب یہ ہے تری زلف رکائے پاس

پیچھے پڑا ہے اخی گیسو کے دل امیر

جاتا ہو دوڑ دوڑ کے یہ خود قصا کے پاس

اُمیں پہن پہن کے نئے گلبدن لباس
یارب ہزار رنگ کے بدلے جن لباس
کرتے ہو کیا لباس سے آرائش بدن
اک روز فرش خاک ہو منہ کفن لباس
کیا کیا بتوں کو دہر میں آراستہ کرے
اترا ہوا جو پائے ترا یہ من لباس
پھاڑوں میں اپنا جامہ ہستی تو دے کفن
پہنائے یوں حیا مجھے چرخ کہن لباس
کہدو قریب آئی سواری بہار کی
پہنے نیا اُتارے پُرانا چمن لباس
دزد کفن کا گور کی نزل میں خوف جو
اس راہ میں بھی لوثے میں ماہرن لباس
نامے لباس قیمت مشکاب ختن بڑھے
پائیں تہاجو تاجر ملک ختن لباس
یاد آئے مجھ غریب کی عریاں تنی اگر
پہنیں کبھی نہ بھول کے اہل وطن لباس
زیادہ خاک عشق کا جامہ رقیب کو
کیونکر خوش آئے مر کو اپنے جو زن لباس
ہر عید گاہ میں بھی تماشا ہے بوستان
کیا لعل لعل پہنے ہیں گل پیر ہیں لباس
عریاں تنوں پہ تیرے ہے اللہ کا کرم
گزر میں ہیں بدیں نہیں ہوتا کہن لباس

مرآة الغیب

ہے ٹوٹے ٹوٹے یاد وطن میں دل امیر

کیونکر کرے نہ چاک غریب الوطن لباس

بتیاب ہجر یار میں اپنا جگہ جو دیکھے پاس
 بغیر طائر ہر کہ وہ جائے گئے بزم غیر میں
 پہلی حسین تم ناز میں وقت سفرائے حسین
 ہوں وہ گدھے جتنے گھریں سر خلق خدا
 کیونکہ تھو اس رخ چہ چاہا دق سے خوشما
 پیری میں باقی ہو کہاں خوش ذوق تاپ لیاں
 زابہ جو تنہائی میں تھا کچھ جھکوا توں کاغذ
 نزدیک اصل در بادل کو تسلی ہے بجا
 یہ فوج غم اگر گری اکدم میں ساری لٹ گئی
 جھین سما جائیں گہ اس چشم تر کے سرسبز
 بیمار ہجر یار ہوں عیسیٰ سے میں بیزار ہوں
 ناوک تان شکر خدا سینہ بدف تو نے کیا
 جیتاک کہ چہ سردش پر جائیگا کیونکر درد سر
 آنکھیں تری سفاک میں خون زہیں چالاں میں
 کیا اڑ کیا لیم دہرہ سلطان گدا ہوں بیشتر
 دنیا سے راحت دور ہو کر کش عہد مغرور ہو
 محفل میں دہر ہو جہیں گدا سکے سارے تازہ ہیں
 کہا حسن فرخ خال ہو جاو کی دہ شمال ہو
 ترابوں خواب عیش پر بھولوں نہ میں تو قاتل گر

مرآة القیب

من جو امیر ایدل کہے تا پھر نہ تو صدمے سے
ناقص نہ پھر ناقص رہے بیٹھے اگر کامل کے پاس

ردیف شین معجمہ

رہی جو یو ہیں مرے پاک آہ کی گردش
ازل میں کس نے دکھائی نگاہ کی گردش
کسی کا ساتھ زمانے میں کون دیتا ہو
جو گرد باد کو دیکھا یقین ہوا دل کو
بجا ہو تیغ نگہ ہے جو آب دارائے ترک
بزار بارادھر کی اُدھر کرے دنیا
گلی گلی اسے چکر ہے اس کو شہر یہ شہر
بھیس کے حشر میں فریادیں جو غافل ہیں
صف مژہ کو وہ دیتا ہو جنبشیں ہر دم
تہادی گرنی رفتار سے یہ بھڑکی آگ
اٹھاؤ پردہ رخ کب سے دوڑتے ہیں یہ
دھوئیں اڑائے زحل سے مقابلہ کر کے
فلک نے جب کوئی چکر بڑا دیا بھٹکے
نہیں گئے وہ رقی چرخ پر دو اڑدا رخ

دہائی دے گی رسالت پناہ کی گردش
کہ ساری خلق کو جو ایک راہ کی گردش
پھر جو سرتونہ دیکھی کلام کی گردش
اسی طبع سے ہے پتر شاہ کی گردش
کہ سان ہے تری چشم سیاہ کی گردش
فلک نہ پائے گا تیری نگاہ کی گردش
کہیں فقیر سے افزوں ہو شاہ کی گردش
بنے گی طوق گلوداد خواہ کی گردش
پند شاہ کو ہے خود سیاہ کی گردش
جنی ہے شعلہ جو الاراہ کی گردش
کہیں ٹھکانے گئے ہر راہ کی گردش
بڑھی رہی مرے بخت سیاہ کی گردش
نظر میں پھر گئی تیری نگاہ کی گردش
رہی جو یو ہیں مرے کلک آہ کی گردش

وہ لالہ رد در گلشن سے جا کے پھر آیا

امیر طالع مردم گیاہ کی گردش

پنسائے گی طلب عز و جاہ کی گردش
بنے گی حلقہ زنجیر راہ کی گردش

مرآۃ الغیب

نہیں ہے چرخ پہ بے وجہ ماہ کی گردش
جو آئی حشر میں یاد اُس نگاہ کی گردش
مکان یار میں تب دخل ہر نے پایا
کسی کے ساتھ نہ سیدھا چلا یہ کچر قنار
لگا کے سرمہ نظر اُس نے پھیر لی ہم سے
کسی کے کوچہ گیسو میں دل ہے سرگرداں
جو کچھ نصیب میں چلے ہوس وہ ملتا ہے
خدا کی شان کی نیرنگیاں دکھاتی ہے
یہ میں زمانہ ہے اندھیر میری آنکھوں میں
تمہاری سیدھی نظر نے تو یہ دیے چکر
برنگ جہادہ صحر ازل سے اے وحشت

جہوں میں ضعف سے یہ شکل بگنی و ابتر

پسٹ کے پانوں سے روتی ہو راہ کی گردش

جہان کو بھی جو وصل کی اوقات کی تلاش
یہ ایک حسن لاکھ شرافت سے بڑھ کے جو
بوسے کی آرزو ہے ہمیں عقلی میں یوں
پیری میں چاہئے نہ جوانی کی آرزو
جو ذات یہ نیاز کوئی یاں فنی نہیں
کب بھولتی جو یاد خط و زلف یار انھیں
حضرت کو گر نہیں مری پر داتو غم نہیں
ہو بیکشی کا دھیان عبادت کے وقت میں

طاؤس کو ہمیشہ جو برسات کی تلاش
ناداں جو دیکھے دل جو کرے ذات کی تلاش
جیسے گدا کو ہوتی ہے خیرات کی تلاش
بے عقل جو جودن کو کرے رات کی تلاش
عالم کو جو کسی نہ کسی بات کی تلاش
دن رات عاشق کو جو آفات کی تلاش
بندے کو کب ہے قبلہ صاحبات کی تلاش
مسجد میں بیٹھ کر ہے خرابات کی تلاش

مرآة الغیب

نہرے سے حسن کے پوئے شتاق یار ہم
سن کر صفات ہم کو ہوئی ذات کی تلاش
ہم اور بوسہ لب محبوب سبہ رنگ
کرتا ہوں کون پر وہ ظلمات کی تلاش
اے شیخ و امیر تو دیدار کا فقیر
اس کو نہ کشف کی نہ کلمات کی تلاش

ردیف صادق مہملہ

دل کو ہے زلفت یہ نام کی حرص	ور نہ کس مرغ کو ہو دام کی حرص
یہی آنکھوں کو مرے کانوں کو	ہے ترے نام و پیغام کی حرص
ذوق دل مست مجھے رکھتا ہے	جم نہیں ہوں جو کون جام کی حرص
باغ عالم میں ہے عناق کی طرح	بے نشانی میں مجھے نام کی حرص
ہے عجب درد محبت میں مزا	اس مرض میں نہیں آرام کی حرص
نام محبوب رہے درد و زباں	کام کی ہو تو یہ ہو کام کی حرص
نظر آجائے جو وہ مصحف رخ	ہندوں کو بھی ہو اسلام کی حرص
عاشق خانہ خرابی میں ہم	کسکو ہو زیب درد بام کی حرص
خط کے لایا ہو وہاں سے پڑے	اس پہ قاصد کو ہو پیغام کی حرص
ابھی پختہ نہیں وہ سبب ذوق	یکھئے کیا طبع خام کی حرص
لب شیریں پہ ترے خط نکلا	اب نہ بوسے کی نہ دشتام کی حرص
عشق نے سب سے کیا بے پروا	ننگ کی ہو نہ مجھے نام کی حرص
ہجر جاننا میں نہانا کیسا	خاک مردے کو ہو حمام کی حرص
خوش ہیں ہم جامہ عربانی میں	کس کو ہے جامہ احرام کی حرص
پھول دیکھے ہیں جو چوٹی میں ترے	عند لیوں کو ہو گلدام کی حرص

مرآة الغیب

ہر میکش ہے لب واعظ پر دل میں پوشیدہ ہے و جام کی حرص

لے گئی ہند سے ناشام امیر

ہم کو اس زلف سیاہ فام کی حرص

سیدھی نگاہ میں ہیں ترے تیر کے خواص مشہور ہیں جہاں میں جو اکیر کے خواص
تر چھی ذرا ہوئی تو میں شمشیر کے خواص وہ سب میں خاک روضہ شہید کے خواص
دو نوں طرف میں ایک سی تصویر کے خواص چرت چھے ملی جو تم کو ملا ہے حسن
میں تیری خاک پائیں گی اکیر کے خواص دنیا سے بے نیاز ترے خاکسار ہیں
تذہیر میں بھی ہیں مری تقدیر کے خواص کرتی جو یہ بھی اس کی طرح سے مخالفت
یہ طرہ ہیں کمان میں بھی تیر کے خواص ابرود کھانکے دل کودہ کر لیتے ہیں شکار
دیکھو تو بے قراری نیچے کے خواص ترکش میں تیر میان میں شمشیر مضطرب
زنجیر میں ہیں زلف گر نگہ کے خواص اُترے نہ مرے بھی ترے عاشق کے پاؤں سے
غافل میں تجھ میں سر نہ تیر کے خواص آتی جو خاک گور غریباں سے یہ صدا
تحریر میں بھی ہیں تری تقریر کے خواص بھیجا جو نامہ تو نے میجا میں جی اٹھا
دیکھئے ہمارے نالہ شکر کے خواص مشکل پڑی حضور کو گھبرات کاٹنی
کچھ میرزا کے مجھ میں ہیں کچھ میر کے خواص کہتا جو شعور سن کے کوئی داہ کوئی آہ

بہر رخ سے بڑھ گئے نکل نہیں جو کوئی امیر

آجاتے ہیں مرید میں بھی پیر کے خواص

روایف ضاد مجھ

مکان سے جو نہ کچھ ہو کو لامکانے غرض جہاں حضور میں ہو کو ہواں سے غرض
تہارے جلوے کے مشتاق میں جہاں نصیب زمیں سے کام نہ کچھ ہو کو آسمان سے غرض

مرآۃ الغیب

تہا ری ذات سے مطلب ہو دین و دنیا میں
ہر ایک فصل میں مانند سدا یک ہو رنگ
خیال ہو کہ جو برقی آئے منتقلش میرے
پنا مکان کا پوچھا تو اُس نے ہنس کے کہا
جو تو ہو یا س تو ناصح کی کون سنتا ہے
نیز عشق دیوں میں کہاں وہ کہیں میں
نہ بھولنے کی توقع یہاں نہ بھلنے کی
زمین کو چہ جاناں میں دھن ہو جاؤں
اجرم اشک سے جانِ عزیز کہتی ہو
حرم سے کام نہ مطلب ہے دیر سے بھگو

نہ کچھ یہاں غرض ہو نہ کچھ ہاں سے غرض
بہار سے ہو نہ مطلب نہ کچھ خزاں سے غرض
نہیں کچھ اور غرض و خارِ آشیان سے غرض
کہ آپ کون ہیں کیا ہو کسکوں سے غرض
شب وصال میں ہو کسکو قصہ خواں سے غرض
نہ جھوٹ سچ پہ نظر ہو نہ امتحاں سے غرض
نہال خشاک ہوں کیا کھجکا باغبان سے غرض
اگر غرض ہو تو اتنی ہے آساں سے غرض
وہ یوسف اور تھے جگمگائی کا دریاں سے غرض
سرنیاز کو ہے تیرے آساں سے غرض

کسے بے فکر مضامین تازہ کی فرصت

اتیر ہے مجھے شیرینی زباں سے غرض

جلال عاشقوں کے کیونکر نہ وقتِ نظارۂ عارض
عیاں ہو اعجاز جن سب پر ہونا نہ یہ طبع کیونکر
بیان توصیف محالِ خط میں جو کوئی کھینچے تو لیں گے
خدا نے نورِ دنیا کیسے کئے ہیں پر نورِ دونوں عالم
حسین کوئی کہاں ہو ایسا کہ ہوں مناسب ام حضا
دراغداش کوئی جتا وہ چہرے پر دہ کیا دکھائے
کہوں بہت بریں میں گلبن تو آستینِ ہفتِ بہنا
شرابِ بی کر وہ ہر طلعتِ گرگ کا ستی میں جو طالب
عرقِ بورد سے ٹپکے ہو یہ رنجور شجرِ آبِ بارگ

وہ دردِ دشن جو ہر خشر تو صبحِ محشر نقابِ عارض
جمال اُسکا ہو وہ میر و حبیبہ نازل کتابِ عارض
یہ خطِ گلزارِ صفحہ رخ وہ نقطہ انتخابِ عارض
فلک پہ جو آفتابِ خاور میں ہے جو آفتابِ عارض
ایسا گلہ جو اب گلیو ایسا عارض جو ہمارا
جو تو اب عاشق کو بھی نہ آئے کبھی الحاکمۃ اب عارض
نزار و ہفتادویا عابد میں کیا ہو بیخِ حیدِ عارض
کباب یا کی پھلیو کو کو کہے دہن التہابِ عارض
غلط نہیں اب خطِ پر جو ہو گانِ حیا عارض

مرآۃ الغیب

پہنچیں ہم جو حسن ایسے کہ علم پر اور طاق نیاں
 نہیں ہو ممکن میانِ فنا فوس ہو چو پتہ نشع روشن
 بزرگ ذرہ لبانِ شبنم ہزار دیدار کے میں خطاب
 نمود خطاب اگر جو تو بوسہ عاشق کو ہو عنایت
 کہیں نہ چارہ اگر ہم تو یہ تیشہ پہنچیں بجا
 امیر کی احاطہ ہم نے وگرنہ ممکن تھا ہم بھی کہتے
 شرابِ عارض کیا عارضِ ثواب عارضِ عذاب عارض

ردیلتِ حلی

آیا ہے بندہ کے تیر میں کچھ کو اُدھر سے خط
 کرتا ہوں میں تو روزِ روانہ اُدھر سے خط
 مضمون اس میں ہیں کیر یا ر کے وقم
 غربت میں کس طرح نہ پریشاں تھیں غریب
 مضمونِ شوق کچھ ہیں قلم سے نکل گئے
 چڑھے نہ ماہتابی پہ اٹے ہوئے نقاب
 غربت نے نام اہلِ وطن کے بھلا دیئے
 میں تمام لوں جگر کو بیت جو یہ بے قرار
 بیت میں اشک آنکھ سے فرطِ سرور میں
 ان کو غرور حسن ہو چھ کو غرورِ عشق
 آیا جو تیری روح نے غالب سے یہ کہا
 آنسو رواں نہیں دم تحریرِ خطِ شوق

لکھنا پڑا جواب میں خونِ جگر سے خط
 لکھا نصیب کا نہیں آنا اُدھر سے خط
 آسانہ باندھ بھینچ کے قاصد کمر سے خط
 اک عمر ہو گئی نہیں آیا ہے گھر سے خط
 ڈر بنے نکل نہ جائے کہوڑ کے پر سے خط
 لکھوائے غلامی کا پہلے قمر سے خط
 بیچوں کہے میں لکھکا الہی سفر سے خط
 قاصد ڈھبر نہ کھول ابھی تو کمر سے خط
 ایدل نہ شاد ہو کے لگا چشم تر سے خط
 آئے کبھی اُدھر سے نہ جائے اُدھر سے خط
 میری طلب میں دیکھ یہ آیا اُدھر سے خط
 تحریر کر رہا ہوں میں آپ گھر سے خط

مرآة الغیب

پڑھنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے اتیر

ایسے بھوم شوق میں آیا ادھر سے خط

لکھتا ہوں فرط شوق میں میں بار بار خط
کھتا نہیں ہے ایک مجھے وہ نگار خط
بھنھلا کے ایک بھی نہ پڑھیں گے یقیناً وہ
لکھے ہیں لیک روز میں میں نے ہزار خط
کیا شوق ہی بنا کے کہو تر کو نامہ بر
ایک ایک پر میں باندھ دیئے چار چار خط
لکھوں ذرا کدورت دل کا اگر میں حال
خط غبار کیا ہو سدا یا غبار خط
نکھن نہیں کسی کو کرے نامہ و رقم
جیتنگ نکالتا نہیں اس کا غدار خط
بھیجا جو یار تک نہیں پہنچا یہ کیا ہوا
ڈوبا کہ جل گیا مرے پرور دگار خط
لکھا جو اپنے ہاتھ سے اس نے یہ نامہ بر
لیسین کے بدلے اسکو پڑھو میرے سامنے
وہ سخت جان ہوں پڑتی ہیں تعین نہ رہا
پڑتا نہیں ہے تن پر مرے زینہار خط
نقشیں مری رقیبوں نے کیں سیکڑوں اتیر

لکھا جو اس نے مجھ کو ہوا اشتہار خط

ردیف ظائے معجز

جان بزم سے و مشوق غنیمت داعظ
خلد میں ہاتھ نہ آئیگی یہ صحبت داعظ
تو بہ سو بار میں کروں گا کچھ انکار نہیں
مے کشی سے تو ذرا ہو مجھے فرقت داعظ
کاپتا خوف سے ستوں کا ہو بیاں رعیاں
کچھ زباں سے نہیں تو بہ کی ضرورت داعظ
دل جلوں سے نہ جہنم کا کیا کر نہ کر
کہیں ان کو گوی نہ آجائے حمارت داعظ
حق بجانب ہو جو زباد کی توفیق کرے
تو نے رندوں کی اٹھائی نہیں صحبت داعظ
اردول کون سنے ذکر جو میں کرتا ہوں
اور اٹھی مجھے کرتا ہے نصیحت داعظ

مرآۃ الغیب

فیض ساقی سے یہاں پر یہاں گئے ہیں
میں سے دیوانوں کے آگے یہ قیامت کا بیان
تو جو رندوں کی حقیقت نہیں سمجھتا ہے
جام سے دیکھ کے جامے سے ہوا تو باہر
بات کیا سیدھی نظر سے نہیں لیتا و سلام
دیکھ میخانے پہ گھنٹھو رکھتا چھائی ہو
ایسے پڑتے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا

مست ہم دختر رنڈ کے ہیں وہ عرو دل کا امیر
بکھی سمجھ گیا نہ رندوں کی حقیقت واعظ

صبح کے وقت صبوحی کی مذمت واعظ
تصل گل میں بھی ہو مردمے گلگوں سے
اُمی کچھ کھڑی کچھ سن تو مزہ بھی اُٹھے
وہ گھڑی بادہ کلنگ کا بھی چہچاہو
بے سبب اللہ پرزدگ سے و جام نہیں
نشہ بادہ وحدت کے اٹھائے جو مزے
ذوق پر اپنے ہو موقوف عذاب اللہ و آداب
ذکر تو دختر رنڈ کا ہو کسی رنگ سے ہو
قبر پر سنگ کی جا چاہیے تخت سر خرم
ایک دم ذکر سے اسکی نہیں مٹتی یوز باں
مسجد و خانہ کعبہ تو بہت دیکھ چکا
دیکھتا ہر نہ سمجھتا ہے کہ سے رک کیا چیز

کیا ہوا ہے تجھے کیوں آئی پر شامت واعظ
دن تو اچھے میں بڑی بڑی قیمت واعظ
تا کجا تذکرہ دوزخ و جنت واعظ
ختم کر ختم کر ابد عطل کی محبت واعظ
کچھ تو ملتی ہو زباں کو ترے لذت واعظ
تو کرے پیر خرابات کی خدمت واعظ
ہو یہی میکدہ دوزخ ہی جنت واعظ
دعظ میں تیرے بھی کچھ ملتی ہو لذت واعظ
کراٹھا آج بہاک کر یہ نصیحت واعظ
دختر رنڈ سے ہے تجھ کو بھی محبت واعظ
میکدے کی بھی مناسب ہو زیارت واعظ
نہ بصیرت ہے تجھے اور نہ بصارت واعظ

مرآۃ الغیب

میکہ چھوڑ کے جنت کی طرف جائے امیر
چڑھ کے منبر پر یہ کی خوب عدالت اعظ
چپ بھی ہو بک رہا جو کیا داعظ
تیرے کہنے سے زندہ جاوید گے
اللہ اللہ یہ کبر اور یہ غرور
بے خطا میکشوں پہ چشم غضب
ہم میں قحط شراب سے بیمار
وہ چکا بتکدے میں ساری عمر
ہم جو پچھے تو بلی گیا داعظ
دخت روز کو بڑا مرے آگے
آج کرتا ہوں وصف نے میں امیر
دیکھوں کہتا ہے اس میں کیا داعظ

ردیف عین جملہ

پیش رخ پر نور ہر دم سفری شمع
دن رات یہ روشن ہو رہا تو شب بھر
کس ہر درخشاں کی طرف دیکھ رہی ہو
پردانوں سے ہونا ہی جو نہت تجھے ہوئے
ظاہر میں ہو معشوق تو باطن میں عاشق
وہ جل کے ہوا خاک خبر تک نہیں بھکو
بیچارے پتنگوں کے پرد بال جو پھونکے
کیوں تھام ہی سے ہونہ چراغ سحری شمع
پائے ترے کانٹوں کی کہاں جلوہ گر ہی شمع
یہ جو نہیں ہو تری آنکھوں کی تری شمع
آتی ہو کوئی دم میں نسیم تری شمع
سیرت میں ہو دیوانہ تو صورت میں پرکاش
پردانے سے ابھی نہیں یہ تجری شمع
یہ بھی ہے کوئی شیوہ سیداد گری شمع

حزۃ الغیب

سبزہ تمہے کانوں کا اگر عکس نکلن ہو
 شمشاد کی صورت ابھی ہو جاہری شمع
 کیا میری طرح تو بھی کسی مد کی جو عاشق
 زردی ترے چہرے پر آنکھیں تری شمع
 بلبل سے کہو آئے وہ پردانے کے بلے
 گل کر گئی محفل میں نیم سحری شمع
 پردانے کریں کس سے بیاں حال دل پنا
 سنتی ہی نہیں کدہ بے بال دہری شمع
 معشوق کرے کیا جو مرے آپ ہی عاشق
 ہر دانہ جلے خود تو خطا سے بڑی شمع
 محفل میں کھلے باہن حسین کیا کوئی لیا
 جو جہ نہیں تیری پریشاں نظری شمع
 بچتے ہیں امیر اشک جو اسکے تو اثر کیا
 ہو سوز و گداز غم الفت سے بری شمع

بیرے دل میں نہیں ہیں ارمان جمع
 گھر میں اللہ کے ہیں ہمان جمع
 سیکڑوں عشق کے ہیں سلمان جمع
 پر نہیں خاطر پریشان جمع
 جوش سودا خیال خط غم زلف
 ہیں پریشانیوں کے سامان جمع
 آرزو داغ بے کسی حسرت
 کیسے کیسے ہیں دل میں ہمان جمع
 ہم کوئی روکنے سے نہ کہتے ہیں
 درجہ جاناں پہ کیوں ہیں ہمان جمع
 ایک دل کے ہزار دل ہو جائیں
 اس لئے کہ رہا ہوں پیکان جمع
 ہنس پڑو تم ہمارے رونے پر
 لطف دیں ہوں جو برق باران جمع
 آہد دیکھیں تری ہیں دل میں بھری
 یاں پری خانے میں ہیں پریشان جمع
 اے جنوں کب سے دونوں ہیں مشتاق
 آج ہو جائیں جیٹ واماں جمع
 آج اٹھیں گے زخمیوں کو مرے
 ہو رہے ہیں دواں نمک داں جمع
 مگر یہی طبع کی رودانی ہے
 چار دن میں ہے اپنا دیوان جمع
 اب ملے گی سنعن کی داد امیر
 آج محفل میں ہیں سخن داں جمع

روایت غین معجمہ

دیکھنا ہمدم یہ پہلی زد جو چمکاتی جو تیغ
جنگل ہنگاموں پہ تیرے دم زانی جو تیغ
واہ رے شوق شہادت ایک پرگڑا دیاک
چین پیشانی پر ابرو وہ شکن اچھی نہیں
رو میں قاتلے نکل آتی ہیں ماکڑوں کے
یہ لگاؤ یہ کھینچاؤ یہ چلن یہ بانچن
سخت جانی نے خجل کس کو قتل میں کیا
بسملوں کا جذبہ شوق شہادت دیکھنا
آہ یہ الفت دنیاں قاتل میں ملی
چاہتی جو بے مشقت سرخرو ہو جائے
کہ یہ بازار جزاے تیغ زن اپنی خبر
سخت عاجز جو ہماری سخت جانی دیکھ کر
حال سارا آبداری کا ابھی کھل جائیگا
کیا عہد میں مرگ کا دولہا بنائیگی اسے
جو پری آنے میں پہلی سے ہوا جانے سے
خضرہ بھی جو فقط رہن نہ اکو جانے
اور میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہے دم
تشنہ دیدار ہوں پیاسا نہ تجھ کو ذبح کر
خیران عشق کوئی دم میں بڑا پار جو

یار پری کہسار سے کھینچے ہو آتی جو تیغ
ابر رحمت نیکے قتل میں برس جاتی جو تیغ
عکس دہری ہو کہ دم لینے نہیں پاتی جو تیغ
دیکھتے بیکار ہو جائیگی بل کھاتی جو تیغ
سان سے اسکے ٹکٹنے بھی نہیں پاتی جو تیغ
قہر کی چالیں تجھے اسے ترک کھلاتی جو تیغ
اُس سے شرانا ہوئیں اور تجھے شرابی جو تیغ
میان سے بیتا ہو کر خود نکل آتی جو تیغ
اپنا مال اب گلے میں میرے پہناتی جو تیغ
قتل ہو جائیگا شیراٹھ سے انھواری جو تیغ
دیکھ وہ عیسیٰ قضا کھینچے ہوئے آتی جو تیغ
پستی جو دانت سر تھیرے ٹوکاتی جو تیغ
منہ مرے زخموں کا کیوں ملک کے کھولتی جو تیغ
سرخ جو ڈاٹیرے کشتے کو پہناتی جو تیغ
ناز سے آتی جو اور انداز سے جاتی جو تیغ
جان یعنی جو تو مرسل پہنچا جاتی جو تیغ
حلق میں دو بوند پانی کے ٹپکاتی جو تیغ
دیکھ قاتل مضم سے پانی ہوئی جاتی جو تیغ
آج کل دریاے رحمت بن کے ہرانی جو تیغ

مرآۃ الغیب

بہلوں کے خون سے قاتل اسے سیراب کر دیکھ تو کب سے زبان خشک دکھلاتی ہر تیغ

رعب ایسا چھا گیا ہے سخت جانی کا امیر

موت میری دور ہی سے مجھ کو دکھلاتی ہر تیغ

تیرے آگے کیا حسینوں کا جیلہ در چراغ
ہاتھ سے اپنے جلانے تو چو اے گلو چراغ
وقت گریہ یاد گیسو نحت دل ہرہ اشک
نورِ عرفاں کیلئے آنکھیں آنسو میں ضرور
قصرِ سلطان خانہ درویش پر چو طعنہ زن
فرقت محبوب میں کیسی بہار بزمِ عیش
جوشِ دشت میں بیاباں لگ نہمت کیسا
نل کے شہدی پاؤں میں جب ہو گئے رخمِ ما
نور کا تپلا بنایا کیا تجھے اشد نے
چشم کی افشاں زلف میں شو چراغان ہو گیا
صبح تاکِ شب کو تصور کیسے عارضِ کار ہا
ایک سے ہر و ایک کو اس محفلِ علم میں مضیض
اسکی زلف مشک سا کی لائی جو خوشبو عبا
صاف حجابِ حرم و ابروئے خمار یار
روشنی اسکی جو شب بھر یہ روشن رات دن
شیع کا فوری مبارک سنوں کی بزم کو

انجم و ہتاب بردائے میں تیرے تو چراغ
گل بھی ہو جائے تو پھر پھولوں کی دھو شو چراغ
رات کو برسات میں ہوں جس طرح جگنو چراغ
نور تب تیرا ہے جب دغمن سے ہو مٹھو چراغ
لے بہ تاباں ہو گئے دس پر نکھر کر تو چراغ
تیرہ آتا ہے نظرِ شبِ گلِ شبو چراغ
قبر پر راتوں کو ہو گا دیدہ آہو چراغ
نقشِ پا ہے شب کو روشن ہو گئے ہر سو چراغ
ساتھ میں شمع روشن کا سہ زانو چراغ
ہو گئے روشن سیان کو چہ گیسو چراغ
گاہ اس پہلو تھا روشن گاہ اس پہلو چراغ
شب کو جو آنکھوں کے حق میں قوت بازو چراغ
مشکِ شمعیں سیرِ محفل میں غنبرِ شو چراغ
کیوں نہ کہنے خال روشن کو تہ ابرو چراغ
کیا چراغِ داغ دل کا ہو گا ہم پہلو چراغ
ہیں ہمارے خاتہ تاریک میں جگنو چراغ

سینہ پر داغ اشکوں میں ہیں نحتِ دل آہ

بارغ میں گویا کہ روشن ہیں کنارِ جہو چراغ

مرآۃ الغیب

نہ اُٹے شب کو میسر اگر نہ اُٹے چراغ
کہ داغ سینے کے روشن میں یاں بجا چراغ
لو کہیں ہے اگر اقرار نہ اُٹے چراغ
کہ جگنوہوں نے مری قبر پر جلائے چراغ
نقاب ڈال کے اُٹے ہیں وہ تو کیا پیدا
چھپے نہ پردہ فانوس میں ضیائے چراغ
لنڈے شراب کے ساغر جو عقب آیا
ہوا غضب کی چلی یک حکم بھجائے چراغ
سوئے جو ہم تو مرادیں برائیں عالم کی
بنوں نے خانہ اللہ میں جلائے چراغ
یا اپنی عمر کا عالم ہے عہد پیری میں
نیم صبح سے جس طرح بھولائے چراغ
تیز ہو کہ نہ ہو شہر طہل کا آنا ہے
خدا کی شان کہ پر دانہ آشنائے چراغ
جہاں کو فیض ہو بھیکے ہیں تیرے کلفت میں
مکان میں نور اندھیرا زیر پائے چراغ
وہ صاف دل تھا چلے بے فتنہ دروغن
جو کاسہ گرے مری حاکم سے بنائے چراغ
بمٹ ہو سائے جاہل کے شر کا پڑھنا
وہ بے تیز روانہ ہے کو جو دکھائے چراغ
جنوں رہا بجا تا صبح یاد عارض میں
کبھی جلائے کبھی رانکو بھجائے چراغ
خدا ہر دل جو بچے حادثوں سے جھو کوں سے
کہاں ملک نہ داسی کوئی چھپائے چراغ

رہے نہ داغ جو افی اتیر پیری میں

جلائے شب کو بحر ہو گئی بھجائے چراغ

ردیعت فا

زلفیں آئی میں لٹک کر رو جاناں کی طرف
پاؤں بھیلائے ہیں اس کا فرے قرائع کی طرف
گھر سے اٹھے تھے وہ بجائے لگتا کی طرف
دشت دل سے چلی ہو گیا یاں کی طرف
پھول مچھا جائیں شاخوں پر جو جائیں خشک
میں جگہ تفتہ ہو جا کلوں گلستاں کی طرف
ن کے اک اک گور سے ہم ویر تک رو بایں
لیگئی عبرت جو کل گور غریباں کی طرف
رہ گیا ہے آسرا تیری عنایت کا مجھے
تو ہی اب اسے یاس ہو جا میرا دل کی طرف

مرآة الغیب

ہوں وہ زخمی دل کو میرے درکھا ہی نہ
ہو چکیں دست و دست کی بچیں چلا گیا
حشر و شہر خوشاں میں جو برپا دیکھنا
کچھ تو تمکو چاہئے اپنے اسیر و نکاح خیال
زائد البیع میں زنا کا ڈور نہ ڈال
آپ سے جانا نہیں ہر پار میں مجبور ہوں
چاہتا ہوں وصل اس سے جو دو عالم میں
اب نہیں یار ان رفتہ کا نشان ملتا نہیں
جا کے اب یار دلی تہائی میں دیکھوں گا اتر

لے چلی و سبکی گور غریباں کی طرف

شوخیوں کہتی ہیں ہمیں کی جیون کی طرف
سیر دیکھ دل بھی اس شوخ فرین کی طرف
دیکھ قاتل جذب شوق قتل کا سنگ تیر
اُس رخ رنگیں یہ زلفیں دیکھ کر تھی و خلق
ہاتھ جب اسیر اٹھاتا ہوا دست جوں
عارض گلگوں سے آئی و جو اس گل نے نقاب
گر بڑا کیا کوئی نخت دل کا لعل آجتم تر
کیفیت لیتا ہو قاتل ہاتھ میرے قتل سے
کوئی عمل توڑا کر گلچیں نے کیا بلبل کو زنج
دونوں آنکھوں سے میری آہو بہات کی
ناقبل خلق تھسا کوئی عالم میں نہیں

چتو نہیں ہمتی میں ہیں چشم فرین کی طرف
دست ہو کر بولتا ہوں میرے دشمن کی طرف
وہ چلے تلوار تیری میری گردن کی طرف
تھوڑا کالی گھٹا آئی و گلشن کی طرف
بڑھکے تہا و گریباں میں ہیں دامن کی طرف
بلبلیں آپ رخ نہیں کرتی پریشان کی طرف
ڈھونڈتے کو اشک آتے ہیں جودا من کی طرف
دھیمی و تیغ کس حسرت سے گردن کی طرف
اے صبا تھکا کیسا ہی یہ گلشن کی طرف
ایک سجادہ کی طرف و ایک سادہ کی طرف
برق بھی آتی نہیں و میرے خزن کی طرف

مرآۃ العیوب

میان سے کھینچا جو خیرِ رائے اللہ رکھتو
روح سا کہ جسم کی کھینچ آئی گردن کی طرف
بیرے گھماتے نہیں اچھانے آؤ خوش ہو
خاک اڑاتے آؤ گئے اک بعد میں کی طرف
بول رہا جائیں تو مجھ سے بگڑنا کچھ گلہ
اے صبا چلے کو میں چلا ہوں گلشن کی طرف
آج تک شریک نہ کامفہ اس طرف ہوتا نہیں
دیکھنا آسان نہیں اس رندو ش کی طرف
جب میں کہتا ہوں دم آخر کوئی اپنا نہیں
میں کہتی وہ کہ میں ہوں تیری گردن کی طرف
جب بہت تعریف سنتا ہوں حشیم جو رکی
دیکھ لیتا ہوں ترے کہے کے رند کی طرف
نہا ہر دیر فرنگاں دونوں حاشی ہو کر
ایک سینے کی طرف ہر ایک گردن کی طرف
لابالی جب نکل چلتے ہیں پھر نہ کہ نہیں
بوسے گل کہتے ہیں پھر گلشن کی طرف
لاکھ اُچھارے دشتِ دل کو بھاننا آئیر

میں نہ صحرائی طرف جاؤں نہ گلشن کی طرف

کہو کہ نہ مرغِ دل ہو عمارِ اشکانہ لطف
رفتہ جو دام کا ہودہ ایک ایک تازہ لطف
الوں پڑھو نہ را کرتا نہیں یہ نہ ہر
چوٹی میں اپنے پھول جو رکھے ہیں یاد نے
کرتا ہو پھنس کے گیسوؤں میں دل خدا کی یاد
ماضی پر میری آنکھوں سے لودا من مژدہ
جاؤ گے تم جو کھولے ہوئے بال سود
سودا اگر اپنا دل جو ٹھکانے میں اسکے دو
گلزار دے یار کی کیا بڑھائی تو زیب
چھٹ جائیں دل خیر ہوئے اے شایہ کرکاک
جانا نہیں ہے ہر دو دل ایک کسی طرف
بڑھ جاتی اندھ چشم بصیرت کی روشنی

مرآۃ الغیب

ایدل سمجھ کے کوچہ الفت میں لکھ قدم
ڈر جو نہ کاٹ کھائے کہیں اڑ کے ازل ولف
بہتر کہیں یہ قید رہائی سے ہے امیر
ہوں پائے بند سلسلہ تابدار زلف

ردیف قاف

ہم بھی ہیں یار بلا کے عاشق	ہم تری زلف رسا کے عاشق
تیرے عاشق ہیں خدا کے عاشق	تیرے معشوق خدا کے معشوق
آپ کے ناز و آدا کے عاشق	غمرے عوروں کے اٹھاتے ہیں کوئی
کان اپنے میں صدا کے عاشق	منہ دکھاو نہ سناؤ آواز
تیرے نقش کھتے پاس کے عاشق	پانوں رکھتے نہیں بالائے زمین
ہم تو ہیں اپنی دنا کے عاشق	ان جفاوں پہ دی خودی دنا
ناز کرتے ہیں ادا کے عاشق	کچھیں روٹھے نہیں اسے تنہا
گڑے جاتے ہیں حیا کے عاشق	شوخی چشمی نہ کراتنی ظالم
رنگ، لائیں گے حنا کے عاشق	منہ دی ملو اذہ تم عیروں سے
ہم ہیں محبوب خدا کے عاشق	دیکھئے حشر میں کیا ہوتا ہو
جیسے معشوق کو تا کے عاشق	رغبت اب دل کو ہریوں جانب غم

رات دن ہوتے ہیں اس بات پہ امیر
سیکڑوں بندے خدا کے عاشق

ہیں نہ زندوں میں نہ مردوں میں مکر کے عاشق
جو وہی آنکھ جو مشتاق ترے دید کی ہو
نہ ادمر کے ہو الہی نہ اُدھر کے عاشق
کان وہ میں جو میں تیری خبر کے عاشق
کچھ مرے دیکھ میں کچھ میرے جگر کے عاشق
جتنے ناوک ہیں کماندار ترے ترکش میں

مرآة الغیب

بہن دیر سے مجھے سے چھوٹے حاجی
 آنکھ کھلاؤ انھیں کہتے ہوں جو آنکھوں پر
 چپ رہے ہوئے نظر سے کہیں عین کا لکھو
 بے جا کہہ کر عشق میں کیا ٹھہریں گے
 ہم میں زیادہ اسی آجڑے ہوئے گھر کے عاشق
 کہ پر یاد بھی ہوتے ہیں بشر کے عاشق
 چھوڑے جاتے ہیں پس مرگ یہ ترکے عاشق
 بیکیں در دالم داغ تمنا حسرت

بے سبب میر شیب ماہ نہیں یہ اسیر
 ہو گئے تم بھی کسی رشک قر کے عاشق

جادہ راہ عدم ہے رہ کاشانہ عشق
 رکز خاک ہے درویش پیمانہ عشق
 کم بند ی میں نہیں عش سے کاشانہ عشق
 یو و الیل سسر اپر وہ کاشانہ عشق
 دل مرانشہ ہوا نکھیں مری پیمانہ عشق
 ہم تھے اور پیش نظر جلوہ مستانہ عشق
 غرق ابھی بحر فنا میں یہ درد عالم ہو جائیں
 ہم وہ فریاد تھے کاٹا نئی صورت سے پہاڑ
 بکھرہ میں نہیں گرمی کے سوا مثل سپند
 عین تی میں ملے ہیں تھے گوش شنوا
 آہے بانجناں سے جو زمیں پر آدم
 متفق کون نہیں کون نہیں اسکا مرید

مرآة الغیب

دل نے بیسج بنا کر وہ کئے زیب گلگو
زلزل عشق نہ گھٹ جائے اہل مقام
سننے والوں کے یہ ڈر نہ چلیں پردہ گوش
شاک درکار جو وہ لوٹ خطا سے جو ہر پاک
کہتے ہیں مرگ جوانی جسے سب الہاں
آہ عاشق سے ہوئی غفلت عشق نہ کم
بخت برگشتہ ہوں تب بھی نہیں جانا میرہ
طور پر کہتی جو یہ شیخ عجبی کی زباں
طالب درد ہے اس درجہ اظہار دل
ہوں وہ دیوانہ کہ قدموں سے لگا ہر حسن
رکے دے روح کو میری یہ الہی قدرت
کیا خالوں کو جو نسبت تم سے دیا نہ سے

ہم تھے اور چہرہ محبوب کا نظارہ اسیر
شعلہ حسن تھا جس روز نہ پردانہ عشق

جلد آجاؤ کہ میں گور کنارے شقائق
دل صد چاک بھی چلیں جو کسی کرے کی
مست ہو نیکا انھیں حکم دے زگرں یار
نہ دیا لاترے دیدار کا طالب نہیں کون
استخوانوں کہیں جلدی ہو بدن سے باہر
یہ جو دیا تبجا آپ میں آؤ بھی اسیر
دیر سے بیٹھے ہیں احباب تمہارے شقائق

ردیف کاف تازی

اُنی جو کھل کے زلف سراسر سے پانوں تک
 لاغر ہوں اس قدر عجیبے بچا پتی نہیں
 رخ نور جہد نور شکم نور ساق نور
 کھائے ہیں ہم نے گل ترے چھلوں کے اس قدر
 گشتا نظر گزرا کا چھٹائے گی آپ کو
 دلکش ہے مجھ ضعیف کا ہر صفت جسم یار
 اور ان سر کے ساتھ ہے چکر بھی پانوں میں
 موقوف شمع پر نہیں کچھ سوزشِ دروں
 ادنیٰ یہ خار دادی وحشت کی ہے خلش
 میرے نگاہِ شوق کی اندر سے گویاں
 کچھ گلو میرے طوق و سلاسل کی ہے خبر
 اچھی کسی کی آنکھ کسی کی نگاہ ہے
 گرتی سے حسن کے وہ ہوا ہے عرقِ عرق
 زلف و دنا سے آپ ہے انجھن میں انکاد
 گیاں اگر میں نہ رہیں سے گزر گیا
 تپا شبِ صلاں نہ کیونکر نگاہِ شوق
 جب میں نے فکر کی تے دانتوں کے صفت میں

لینے لگی بلا میں ادا سر سے پانوں تک
 رہ رہے دیکھتی ہے تھنا سر سے پانوں تک
 قدامے صنم جو نور خدا سر سے پانوں تک
 خالی نہیں ہے جسم بیکل سر سے پانوں تک
 قد نا پتی ہے زلف سراسر سے پانوں تک
 میں گاہ ہوں وہ گاہ رہا سر سے پانوں تک
 ہوں قبلائے رخ و بلا سر سے پانوں تک
 جس پر گسے یہ برق جلا سر سے پانوں تک
 ایک آبلہ ہے جسم سراسر سے پانوں تک
 وہ گلِ عرق میں ڈوب گیا سر سے پانوں تک
 زیور میں عرق رہے ہو گیا سر سے پانوں تک
 بختا میں آپ نام خدا سر سے پانوں تک
 دیکھو تپاک رہی ہے ادا سر سے پانوں تک
 گھیرے ہے دو طرف سے بلا سر سے پانوں تک
 فوارہ آب آب ہوا سر سے پانوں تک
 گھیرے ہوئے ہے ادا سر سے پانوں تک
 آب گہر میں ڈوب گیا سر سے پانوں تک

پنپائے کہ بلا میں جو بخت رسا امیر

پینے بدن میں خاک شفا سر سے پانوں تک

مرآۃ الخلیب

کروں ضبط نفس بدم کہان تک
لگی ہو لگ اک دل سے زبان تک
دھواں دل سے مرے اٹھا ہوا لیا
اندھیرا ہے زمیں سے آسمان تک
کہوں کس شوقی سے ہر بار سجدہ
جو پہنچے سر تمہارے آستان تک
تجھے ملتا نہیں گمراہ کا قاصد
گئے کیونکر پیمر لاسکاں تک
غش آیا ہے مجھے سجد میں بے
چلوے کر مجھے پیر مغاں تک
جو موت آئے تو پہچانے نہ مجھ کو
ہوا ہوں بحر میں لاغر بیاں تک

ایسے اب ہر بیاں کو مجھ پر صیاد
خبر پہنچے نہ اس کی باغیاں تک

ردیف کاف فارسی

مر سے ہر عضو کو جو اس بت خونوار سے لگ
دکو ہو تیرے گردن کو ہو تلوار سے لگ
اُس دلارام کو جو میرے دل زار سے لگ
ژرہ اے مرگ میجا کو جو بیمار سے لگ
رو بھی لیں کھو لے دل کو بھی کچھ نہ چھو جائیں
ضبط غم چھو کو کیوں دیدہ خونبار سے لگ
کن تلوار سے کرتا ہو جو عاشق کو حلال
دل میں رکھنا ہو وہ جلا دکنہ نگار سے لگ
جھٹاک کر دیکھ لیا کرتے ہیں چلن سے کبھی
ہو جو در پردہ انھیں طالب دیدار سے لگ
پھونے پھلنے کی نوبت نہیں آنے پاتی
کیا خزاں کو ہو الہی مرے گلزار سے لگ
شائے کبھی طرح سے صد جاکے ہا کرتا ہو
جیسے ہو دکو ترے گیسوئے خمدار سے لگ
دو قدم پار چلا اور قیامت آئی
نقہ حشر کو ہے یا نہی رفتار سے لگ
ہم نہ ہیں دوست کسی کے نہ کسی کے دشمن
یار سے ہجو لگا دھڑ ہے نہ اغیار سے لگ
مدد اے پیر مغاں المدد اے پیر مغاں
بڑھ گئی ہو بہت اب چرخ شمعگار سے لگ
سارے گن گن کے شب ہر سیر کرتا ہوں
کیا کروں خواب کو جو دیدہ بیدار سے لگ

مآة الغیب

کیوں حیا ان کو بھلنے نہیں دیتی باہر
حسن یوسف کو جو کیوں گئی بانہ سے لاگ
بندہ عشق ہو نہیں ایک سے دو توں میں تجھے
کچھ نہ کافر سے محبت نہ اغیار سے لاگ
بے طرح حال تھا ہا جو میں پاتا ہوں اسیر
ہو گئی کیا کسی مشوق طر حدار سے لاگ

ردیف لام

سنتا نہیں وہ دل سے کبھی داستانِ دل
کس سے بیان کرے کوئی درِ ذہانِ دل
کرتا ہے آب آب جگر کو بیانِ دل
افسانے کی طرح نہ سنو داستانِ دل
اے شاہ کشورِ دل و جانِ جہانِ دل
قربان ہر ادبِ دل و جانِ دل
کس بے نشان کی یاد نے ایسا شادیا
سینے میں نام کو نہیں باقی نشانِ دل
ہراہ دوڑتا ہوں میں اس شہسوار کے
دست اختیار سے باہرِ غمانِ دل
جب ہے کہ تیرا کی سینے میں جو جگہ
خالی نہیں ہمارے مرا آتشیانِ دل
تو اکا عشقِ قسمتِ آدم میں جو نکھا
پہلا تھا نقطہ تمام امتحانِ دل
بے شبہ اس زمین سے جدا ہو زمینِ عشق
اس آسمان سے جدا لگ آسمانِ دل
بھٹک جائے صورتِ حشر جو بنا ہو جلد ہو
کبتک کیوں نہیں ہجر میں ضبطِ فغانِ دل
پوئے ہیں کیلئے لالہ گلِ فیضِ عشق کے
قابلِ تیری سیر کے یہ بوستانِ دل
جیسے کہ دھیانِ رخ تابانِ یار کا
ہو آفتابِ حشرِ چراغِ مکانِ دل
جائے گا کیا تصورِ خالی سیاہ یار
آنکھوں میں مردِ ماک ہو سویدِ امیانِ دل
حسرتِ ہی فروغِ ہی ہے جلا دی
کچھ کچھ تو آئینے سے ہے امینۂ شائعِ دل
تو پردہ ماہِ مصر کہ جاتا ہو جس طرف
رہتا ہو ساتھ ساتھ ترے کاروانِ دل
غفٹے میں اکے ہاتھ سے بھینک کا شک دیا
آئینے پر ہوا اُغصیں شاید گمانِ دل

مرآۃ العیب

ممنون ضعف عالم پیری ہوا سے اسیر

جھکتا اجلا ہے سب طرف آستانِ دل

راغوں سے گلرغٹ کے دو بالا ہے نشانِ دل
 بے ماہ و آفتاب نہیں آسمانِ دل
 عنقا سے ہے بلند کہیں آشیانِ دل
 سنتے ہیں بنام پر نہیں مٹا نشانِ دل
 فیضِ قدم سے تیرے ٹھہری ہو بہرِ نشانِ دل
 ہیں ساتوں آسمان تیرے آسمانِ دل
 دوزخِ شہزادانہ آتشِ نشانِ دل
 فردوسِ برگِ ریزِ گلِ بوستانِ دل
 کبودِ لب سے آتا ہو میرے طواف کو
 جیسے ہمارے گوشہ نشین مکانِ دل
 غنچے کے توڑنے کو سمجھتا ہے معصیت
 سو نکھی ہے جسے بوئے گلِ حیرانِ دل
 اتنے پیے پسند ہے مجھ کو چمن کی سیر
 گلِ شکلِ داغِ دل ہو صوبہ بستانِ دل
 رہتے ہیں وقت فکر سکندر سے کم نہیں
 کرتا ہوں سر جھکا کے میں سیرِ جہانِ دل
 آئے نظرنے عالم غم ہو اگر مکیں
 خالق نے کیا دے سب بنایا مکانِ دل
 سختی نہیں ہے اہل صفا کے خیر میں
 دیکھا کہاں کسی نے کبھی استخوانِ دل
 کیا آنسوؤں نے پردہ الفت کیا ہر نشان
 آنکھوں سے آشکار ہے رازِ بہانِ دل
 کر لیں گے یاد ہم دردِ ندانِ یار کو
 اس طرح موتیوں سے بھر نیکیاںِ دل
 ممکن نہیں کہ ہم کسی کا پیچ سکے
 کو سوں بولا مکالم سے بلند آستانِ دل
 مانند شمعِ نطق کی طاقت نہیں مگر
 روشن مری زبان سے ہو میرا بیانِ دل

دو ٹکڑے ہوا بھی جگر بواہوس اسیر

کھینچوں جو معرکے میں میں تیغِ زبانِ دل

گل وہ رنج نازک ہے پسینا و قہر
 شبنم سے ہو بیرونِ گہرِ باطنِ گل
 بلبل کا قفس چھائے کبھی بوجھِ صیاد
 اس چرخِ پھی چاہے پھوٹے شفقِ گل
 تازیت تھا مجھ زار کو عشقِ رخِ رنگیں
 ہو غفل و کفن کو عرقِ گلِ درنِ گل

مرآة الغیب

اس روئے کتابی کا جو ذکر اور دہن اپنا
و فصل خزاں میں بھی وہی رنگی ہزاراں
کے رخ رنگیں کا ستارہ نے فسانہ
کہ خدا اچھ سکے ہیں دامن صبا سے
آہوں نے کیے تخت جگہ ہم دور ہم
اُنہ ہے یہ گلزار میں کسی کہ صبا نے
وہ رنگ کہاں اب کہ خزاں باغ میں نے
خویر کرے وصف دے اُسکا تو ہو لازم

پائے گا اُمیر اس رخ گل رنگ کا دوسرے
بلبل کے سوا کوئی نہیں مستحق گل

پچا میں بلبل و گلچیں خراب خندہ گل
گرائے برقی اگر لہباب خندہ گل
ہنسی ہو اُس گل ترکی جو خندہ گل
کرگی بلبل نالال جو حشر میں زیاد
غالی ہو کہ چڑھے عشق حسن کے صف پر
چمن میں نالہ کشی ہے قبول اس صبا
ابھی تو صورت شہنم ہوں اٹکات بلبل خفا
جو کاسے سر بلبل سے وہ منصف ہوں
شراب نغمہ بلبل کوئی کے کیوں نہ ہوت
سمند ہوش ہو بلبل کا کیوں نہ برقی خرام
دیا ہے وہ تجھے اللہ نے دل نازک

نہ جانتی تھی صبا یہ کہ ہوگی غش بلبل
 ذرا نہیں کسی بلبل کو ہوشِ حضوریت
 کھلا کے غچاٹھائے نقابِ خندہ گل
 غش آگیا مجھے غنچوں کے مسکانے سے
 کسے ہے وصلۂ انتخابِ خندہ گل
 یہی ہے شام سے مضمونِ گریہ بلبل
 سحر کو دیکھئے گا اضطرابِ خندہ گل
 نظیرِ گریہ بلبل ہے گریہِ میسنا
 ہنسی جو جام کی ساقی شرابِ خندہ گل
 اسیرِ خیر ہو گلشن میں جانِ بلبل کی
 کبھی ہے صبح سے تیغِ خوشابِ خندہ گل

پر تو رخ سے تر ہے جو منورِ محفل
 جذبِ دل کھینچے گل پیرِ ہندوں کو بے آ
 ہے تجلی کہ وہ طور سے بڑھ کر محفل
 رشکِ پروانہ میں ہم تم ہو اگر غیرتِ شمع
 عطرِ مجموعہ سے ہو جائے مسطرِ محفل
 بت فراموش ہوئے اسد و جہنم میں میرے
 بنگلی غیرت بت خانہ آذرِ محفل
 بھر میں چارادھر چارادھر روتے ہیں
 جس طرح ماہِ محرم میں ہو گھر گھر محفل
 صاف فانوسِ خیالی کا گمان ہوتا ہے
 کھاری ہے یہ ترے رقص سے جگرِ محفل
 بارغ کس کام کا ہمیں گلِ شمشادہ ہوں
 لطفِ دینی نہیں بے بیشہ و ساغرِ محفل
 رقص کے وقت قیامت ہو تہاری ٹھوکر
 کیوں اٹ جائے نہ بخلِ صدفِ محشرِ محفل
 لیکے نادوں کے علم ہم بھی ضرور آئینگے
 ہوگی جس روز محرم میں ترے گھرِ محفل
 جہاں چکا ہند جوانی کا چلیں سنے عدم
 شمعِ فانوس میں بھولی نہ سمانی اس گل
 ہل گیا یاد کا ابرو جو ذرا رقص کے وقت
 ایک ہم گریا کہ ہوئی کشتہ خنجرِ محفل

گذر اس ماہِ دو ہفتہ کا بھی شاید ہو امیر
 کیڑے چودھویں تاریخِ مقررِ محفل
 ۱۶۲

مَوَافِقُ

فرقت یار میں ماتم کدہ ہے بر فضل
 او عجیب صبح کی صورت دل تال نہ چلے
 چاہئے آئینہ رویوں کا بھی قل ہو جائے
 ہم فلں مجھ سے ہو غیروں کو لگانے رکھو
 کس پر پردہ کا تصور نہیں دل میں اپنے
 سب مکانات سے جدا پیڑیاں کا چوکھاں
 اے پریشان سے تیرے چوہاں کی رونق
 نکلو پردا ہے نہ افشا کی نہ اخفا کا خیال
 بہر دل سو نکلاں روز الم ہے شب عیش
 داغ کے جاتے ہی ہوئی اچھٹا چم اداس
 شمع محفل میں جو پردا ہے میں گدس شمع
 ہم میں پردا دل سوختہ بزم خیال
 سرزدوش آئے ہیں شہادت اے رنگ

بلکہ ہنگامہ محشر کے برابر محفل
 بسلوں کے ہوتے سایہ خنجر محفل
 کچھ چل کے سب قبر سکندہ محفل
 گھر میں خلوت ہی رہے جمع ہو باہر محفل
 جمع رہتی جو اس آئینے کے اندر محفل
 میگشوں کی ہو الگ شہر سے باہر محفل
 جس طرح شمع سے ہوتی ہے نور محفل
 گھر کے باہر بھی خلوت کبھی اندر محفل
 چشم پر دانہ میں آتشکدہ جو بر محفل
 محفل آرا نہ ہو کوئی تو جو اسیر محفل
 کیا تکلف ہو کہ محفل کے پر اندر محفل
 شمع رویوں سے یہاں گرم چشت محفل
 جمع کرتا ہے ہمیشہ ترا خنجر محفل

اس کے جگر کانے سے برہم ہوئی یہ خنجر امیر
 شمع کیا چم پہ ہوئی دست یہ خنجر محفل

جب یار ہوا جفا کے قابل
 ہے خون سے سارے تن میں عیش
 اب ہاتھ کہاں دعا کے قابل
 آئے بھگے دیکھنے اطمینا
 بولے مرے دل پہ میں کدانت
 یہ دانہ ہے آسیا کے قابل

کلفت سے اسیر صاف کر دل

یہ آئینہ ہے جلا کے قابل

مرآۃ الغیب

ایمل مجھے پیش جہلا بات سے حاصل
تسکین مجھے دیتے نہیں اے حضرت
تیرے نزدیک میں کہوں حالت دل کیا
ہی زلیست کا حاصل تو نقطہ دل کی لگت
رہتا ہوں ہو بھی تو مجھے نہیں ملتی
ظاہر میں دیا بوسہ تو کیا دل جو کدہ
تقدیر مری تو نہ بدل دے گا واسے
قوت میں جو ہے ہر بہر کف ملے گی

خالی جو مکاں تفت محکایات سے حاصل
کیا اور مجھے قبلہ صاحبات سے حاصل
کہیں میں جو بت ہو تو مناجات سے حاصل
جس رات کا وعدہ ہو اس رات سے حاصل
کیا بندگی پیر خرابات سے حاصل
نیت ہی نہیں ٹھیک تو خیرات سے حاصل
اس رخ پھر اس کشف و کلمات سے حاصل
پھر قاضی و منقہ کی ملاقات سے حاصل

بھانسنے میں اہل سخن غیب سخن کو
خاتونش امیر اتنی مہابات سے حاصل

ردیف مسم

کیوں نا لے کر میں بلبل گلشن تو نہیں ہم
دلو جو بچاتا ہوں تو کہتی ہیں وہ آنکھیں
خالق نے تمہیں مہر بنایا ہمیں شبنم
خطا دے تجھے کو چڑ جلا د میں صیغیں
ذلت سے کبھی لٹکے نہ ہم بوسہ لگیو
کیا صنعت حاصل کہ تم سے گھر میں نہ پہنچے
دل کہنے لے جانا جو قاتل کی گلی میں
رجا چنگے پیچھے نہ کبھی ساتھ سے تیرے
سو بار کہیں گے اور فی طور پہ حیا کر

اے ضبط جنوں عقل کے دشمن تو نہیں ہم
کیا لوٹ ہی لٹکے کوئی زمین تو نہیں ہم
دکھلاؤ جو تم چہرہ رو دشمن تو نہیں ہم
کچھ خیر جو قاصد تم سے دشمن تو نہیں ہم
صدقہ کسے دیتے ہو برہمن تو نہیں ہم
فورے میں لگے ڈرہ رو دن تو نہیں ہم
کچھ آپ روانہ سوئے دشمن تو نہیں ہم
سایہ میں غبار سیم توں تو نہیں ہم
کیا مجھے میں سوئی ہیں آگن تو نہیں ہم

مرآۃ الغیب

کرنا ہوں جو کنگھی تو یہ کہتے ہیں وہ کیسے
 ظاہر تو زکس کی طرح پانی میں آنکھیں
 نیچے کا دیا حکم تو ہونے دہن زخم
 نونہ سے یہ کہہ دو کہ بہت بڑھکے نہ ہوں
 کہنا دیا ہے وہ دہاں آلود
 نونہ کے جو دشمن ہیں تو کیا تیری طرح سے
 کہنا کہ کسی کی میں بت دیتے ہیں ترغیب
 کرتی ہیں یہ طنز آنکھیں بھرا کر آنکھیں
 کیا وصلہ انکار جو زنداں میں کھینچیں
 بے منت احباب یہاں قبر پر روشن
 کاغذوں میں نہ کھینچیں میں تو نہیں ہم
 پر قابل نظارہ گلشن تو نہیں ہم
 سلواتے ہو کیوں قابل سیول تو نہیں ہم
 کھنا بلکہ دادی امین تو نہیں ہم
 کیا دیکھتے ہیں سب گل بوں تو نہیں ہم
 آئے دوست کسی دوست کیسے تو نہیں ہم
 انسان ہیں نا توں برص تو نہیں ہم
 کچھ پیر بن حضور میں نہ ہوں تو نہیں ہم
 زندانی تاریکی مدفن تو نہیں ہم
 محتاج چوراخ سر مدفن تو نہیں ہم

ہونے گل فردوس امیر اپنا ہے مردہ

سہ کا جو ذرا تختہ مدفن تو نہیں ہم

ہوئے چورنگ وصل یار میں ہم
 ہو گئے مردہ بھر یار میں ہم
 اسکو لائینگے خاک قابو میں
 کون پوچھے گا ہم غریبوں کو
 فرش سے عرش تک نشان نہیں
 حضرت دل جو تم ہو پہلو میں
 وصل میں بھی شکستہ خاطر میں
 پیش رخسار یار خار میں گل
 قاصد آیا ہے پر نہیں پاتا
 اچھے چھوٹے پھل بہار میں ہم
 گھر میں اپنے میں یا مزار میں ہم
 کہ نہیں اپنے اختیار میں ہم
 رد و محشم میں کس شمار میں ہم
 دور پہنچے ہوا سے یار میں ہم
 مر کے بھیارہ چکے مزار میں ہم
 توبہ مست میں بہار میں ہم
 ایک دو کیا کہیں نہرا میں ہم
 گم ہونے ایسے انتظار میں ہم

مرآة الغیب

گھر میں ہیں لیکن اپنے نام کی طرح
ہیں ہر اک ملک ہر دیار میں ہم
زلف درخشاں کے تصور سے
ہیں حجب میں کبھی ستار میں ہم
جبر جو چاہیں ہم پہ وہ کہ لیں

ہیں امیران کے اختیار میں ہم

موا کہ زندہ رہا نامہ برد نہیں معلوم
مکان دلیں جو کس کا گذر نہیں معلوم
کیا جو بے خبری نے جہان سے فنا
میں جسکو دیتا ہوں اس قدر کہ نام کا
تری گلی ہے کہ میدان حشر جو قاتل
ہوا شہید تبسم جگہ کہ دل یارب
کیا یہ ذوق شہادت نے خواب و دم قتل
شب سال یوں بوس و کنار سے غم
پڑا ہے تیغ کے نیچے کہ پائے قاتل پر
شب سال سیر شام سے وہ کہتے ہیں
ادھر کو منہ جو نہیں پھیرنا کبھی غور شد
جو کل تھے ساتھ گئے آج کس طرف یاد
خضر ہوا پھر ہے ذاب اے زاب
ہمیشہ نالہ دل ہے اثر کی کیا باعث
جہاں میں اب نظر آتا جو رات دن اندھیر

کھینچتے پھرتے ہیں ہم مثل گرد راہ اسیر

ہوا ہے قافلہ راہی کہ صحر نہیں معلوم

مرآۃ الغیب

تیرے جو دستم اٹھائیں ہم یہ کیلجا کہاں سے لائیں ہم
جی میں جواب دہاں نہ جائیں ہم دل کی طاقت بھی آزمائیں ہم
نامے کرتے نہیں یہ الفت میں باندھتے ہیں تری ہوا میں ہم
اے لب یار کیا ترے ہوتے لب سحر کو معہ لگائیں ہم
دل میں تم دل چوسینہ سے خود گم کوئی پوچھے تو کیا بتائیں ہم
اب شمشیر یار اگر مل جائے اپنے دل کی لگی بھجائیں ہم
اب جو معہ موڑیں بندگی سے تری اے بت اپنے خدا سے پائیں ہم
زندگی میں ہے موت کا کھٹکا قصر کیا مقبرہ بنائیں ہم
تو پڑے سے کیا شیشیاں ہیں زاہد و دبھکر گھٹائیں ہم
دل میں ہے شمل ہنیرم و آتش جو گھٹائے اے بڑھائیں ہم

زار سے زار ہیں جہاں میں اسیر
دل ہی بیٹھے جو لطف اٹھائیں ہم

ردیف نون

کیا دیر ہے اسیر کے عفو گناہ میں اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ میں
اے ہوتیغ کھینچ کے تم قتل گاہ میں تو تو پہلے موٹے کر کو تنگنا میں
کانٹا ہوا ہوں سو گدھے کے لیکن نہال ہوں کھشکوں گا اور اپنے عذر کی بزدلی میں
پہوش کوئی بزم خرابات میں نہیں مشہور یہ خبر ہے غلط خانقاہ میں
خالی شرارتوں سے نہیں غفلت جہاں بیٹھی ہوئی ہے برق گلیم سیاہ میں
پیری میں قدنگوں جو ہوا دقت بھی چلے بھاگڑ پڑی شکست عفت پرانہ میں
دلت ہوئی پھرے ہوئے اٹھوئی پتلیاں صورت تمہاری پھرتی جواب تک میں

مرآة الغیب

نکلا نہیں و خط ترے عارض چہن لے
 کشتی ضرور ساقہ رہے تیرے اسے فقیر
 بے قصد بد سے بھی کبھی ہوتا بیکار نیک
 دعویٰ بہت تھا سنگدلی کا حضور کو
 اللہ نے جذب میری تربت کا کہ حرج سے
 اعلیٰ کو کیوں نہ صحبت ادنیٰ سے جو حذر
 یوسف سے بھی سوا ہی مرے دل کا مرتبہ
 بے داغ عشق ارض ہو تا آسمان و کون
 کانٹے بچھائے ہیں یہ محبت کی راہ میں
 ڈوبے نہ قلوبم کرم بادشاہ میں
 شب کو چراغ غول جلائے ہیں راہ میں
 کیوں دل پر کٹے بیٹھے گئے اکاب آہ میں
 تاثیریں دوڑی آتی ہیں آنکھوں آہ میں
 دیکھا کبھی نہ پر تو خورشید چاہ میں
 ڈوبا ہوا ہے چاہ زخنداں کی چاہ میں
 ماری میں فلس ہو تو کلف جرم آہ میں

بے نقش دل یہ صوفت توحید ارے اتیر

ہوں مجھ ذکر اشتہد ان لالہ میں

چھب جاؤ گامیں بردہ گرد نگاہ میں
 یہ خم چھپتے ہیں کوئی از سیاہ میں
 چاہ ہواں تو رختے ہوں سپر نراہ میں
 ہو فقر کا مزہ جو دل بادشاہ میں
 بنجائے ماہ میم جو مل جائے آہ میں
 یہ تیرگی نہ تھی تری نہ لہ سیاہ میں
 سے پہنچے تو جوں کے کسی خانقاہ میں
 کیا کام غیر کاہ تری جلوہ گاہ میں
 رستم کی دھاک سے ہو منزل پہاہ میں
 پھولوں کی ہما کو آتی ہو خوشبو گاہ میں
 ہو ماہ کو درواں رکال ایک راہ میں
 ہوں زار اس قدر کہ تری جلوہ گاہ میں
 میں جلوہ گر شدہ ارمے درد آہ میں
 وہ توڑاے فلک ہرے تیراہ میں
 سبھی سہر و تاج کو کشکول و بدیا
 آہ اس دہن سے نکلتے تو کیوں کر حسین ہو
 سایہ پڑا مگر مرے بخت سیاہ کا
 افعال نیاک کیلئے اچھی جگہ بھی ہو
 آتے نہ ہے حیا کو یہ جو رات ریل کی
 دیوانہ تیرا تار لڑاں ہو رہاں شہر
 کیوں شل رشت نہ ہو خط سنسیر بولند
 اہل زمانہ بنکے مجھ دے ہیں کیسے جلد

مرآۃ الغیب

اے ہر دہان عشق کو محشر کا خوف کیا
زلفوں کی آڑ میں نہیں کرتے وہ خشک کھدیں
بجلی ترمب رہی جو یہ ابر براہ میں
دنیا نہیں سماتی جو صبحی تنگاہ میں
دھبا لگا دیا مرے بخت ساہ میں
نورش نہ تازیاں کو ہر عقد رنگاہ میں

آئے وہ گور پر جو ہوئے دفن ہم اتیر

جائے نصیب ہوئے اگر خواجگاہ میں

کس کام کی ہے آنکھ تیرے جلوہ گاہ میں
ہی شوخیوں یہی جو تہاری تنگاہ میں
جواب کی تیغ کو سمجھا پڑھی نماز
فریاد کس سے تیرے سوا اے احکام میں
پہرہ دکھا جو حسن کا شاہد ہے آئینہ
اس ترک بھلا یہ اٹھیر کیوں نہ اٹھ گیا
دیکھ جمائے آنکھ تو دیکھو رقیب کو
رکھتے بخت وہ ہوں جو منزل پہ لایا کبھی
کوچے سے تیرے اٹھ گیا شاید ترا خفیہ
اعضا تمام صدم میں رہتے ہیں روزہ داد
ہمت بلند دائرہ عشق میں نہیں
اگر راست رہو تو ہو جو دین رسول پر
غواص آئیں بحر سے موتی نکالنے
بل روئے یار دیکھ کر غمخ دلی ہوا

مقراض دونوں پانوں میں دشت کے جوش میں کچھ ماندگی سے کام نہیں قطع راہ میں

لشہ کے ڈورے یارگی آنکھوں میں میں امیر

یا چند سرخ پوش مکان سیاہ میں

وہ تو سنتا ہی نہیں میں داد خواہی کیا کوئی

بھگدا کو دے نہ تکلیف حکومت اسے توں

رشتاک دیکھو غیر میرا محض خوں و بچہ کر

دھوئے دھوئے آنسوؤں سے ہونگے کھیں سفید

مجھ کو ساحل ناک خدا پہنچائیگا اے خدا

نزع میں آنکھیں ملا کر یار نے مجھے کہا

ترک لذت سے جدائی میں زباں سے آشنا

شوق کہتا جو پہنچ جاؤں گا میں کبھی میں جلد

کل گیا تھا پیش زار ہو چکا ہوں دلیدار

فرض کروم آہ ترک سکتی جو قسم کے ہیں شرار

وہ مرے اعمال روزِ شب سے واقف ہیں امیر

میں خالقِ ادمائے یگنا ہی کیا کردت

سنا میں ہاتھ تھے شب اس پر سے راہیں تھیں

بکھی وہ کوچ تھا ایسا کہ سدا میں تھیں

کہ وہ تو میچ تھا کچھ انشاک تھے کچھ آہیں تھیں

سردل پہ چتر جلو میں کبھی سیاہیں تھیں

خدا ناک مئے مرثہ جھپاں لگا ہیں تھیں

وگر زبط کی اس سے ہزار راہیں تھیں

مرآة الغیب

بے ضعف ہو کہ شکلی نہیں ہیں ابدل سے
کبھی فلک سے بھی اونچیں ہماری آہیں تھیں
جگہ میں جگہ کی گوجھ رہی تھیں کچھ پائیں
مگر جو غور سے دیکھا تری نگاہیں تھیں
پہنچ گئے کس منزل پہلے جو چاہا نئی
آنکھیں میں پھر تھا دیکھی ہوئی جو انہیں تھیں
فلک کے دور سے دنیا بدل گئی ورنہ
جہاں بنے ہیں یہ میخانے ترا تھا میں تھیں
بے ضعف اب ہو کہ ہلنا گراں ہو قدموں کو
سبک روی میں کبھی انکو دست نگاہیں تھیں
شاعر سے حسین کیونٹھیں لیجاتے
ریاحیاں مری چو گوشت سیدہ کلا میں تھیں

حسین زر کے ہیں طالب کہ اب میں گر دامیر
غریب ہم تھے قویہ پیار تھا نہ چاہیں تھیں

جب کبھی اُسکوئی شان سے ہم دیکھتے ہیں
دل ہی واقف ہے جس ارمان سے ہم دیکھتے ہیں
دار سے بڑھ چکے نہیں دل میں کسی کا جلوہ
گھر کی رونق اسی جہان سے ہم دیکھتے ہیں
ہو پری تو نہیں پریوں کی مگر تو تجھ میں
انس تجھ کو بہت انسان سے ہم دیکھتے ہیں
ضعف کا پاس کرے دست جنوں کے پوتے
یہ بہت دور گر بیان سے ہم دیکھتے ہیں
ہو اگر طالب مقصود تو موٹ جا ایدل
تغیر تیرا ترے قصداں سے ہم دیکھتے ہیں
شہر میں ہاتھ سے رضوان کے آئے بھی نصیب
نظر خاص تھے حق نے بنایا ہے صنم
لہو اہود پہ ہو منھ لال ہو چتون ہو پھری
زلف بندہ نوازی پہ تری جاتی ہے
دل پہ کہتا ہو بدخشاں میں شفق پھولی ہو
دلک پر پائے ہیں غلطائی سے حسرت سبب
اربابا فانی جو زلف اُس رخ روشن کی طرف
ہو کہیں لالہ و گل اور کہیں شمس و قمر

مرآة الغیب

کنہ باری کو پہنچ جائے دلا فکر سے تو یہ تو باہر ترے امکان سے ہم دیکھتے ہیں
ہر طرف انہی صورتیں ہیں تاقی و نظر آئینہ خانہ میں حیران سے ہم دیکھتے ہیں
کیا سواری کسی قافل کی پھری مقتل سے لاشے آتے ہوئے میدان سے ہم دیکھتے ہیں
کچھ تمہیں سے نہیں کاوش جو حسیں کو آہر

چھڑیوں کی ہر انسان سے ہم دیکھتے ہیں

تین جلد کو ارمان سے ہم دیکھتے ہیں موت کو اپنی عجب شان سے ہم دیکھتے ہیں
بہی قافل تجھے ارمان سے ہم دیکھتے ہیں زیرِ خنجر بھی اسی آن سے ہم دیکھتے ہیں
جھپٹتے تھے رخ امید کو جس حسرت سے یاس کو بھی اسی ارمان سے ہم دیکھتے ہیں
سکے حال دل عشاق کو اس کاں سے وہ صاف اُڑا دیتے ہیں کُن سے ہم دیکھتے ہیں
آکھ آئینے سے کیوں انکی پھری تھی و کیا یہ سمجھتے ہیں کہ حیران سے ہم دیکھتے ہیں
مہج کرتا ہے جو تو حیر کی دانائی کی بہرِ دل منہ کو ترے نادان سے ہم دیکھتے ہیں
شکل آئینہ بنایا ہے ہمیں حیرت نے دیکھتے ہیں جسے حیران سے ہم دیکھتے ہیں
شک یہ ہوتا ہے کہ حلقے میں ہوتا ہے کھینچا رشتہ لپٹی جو ترے کان سے ہم دیکھتے ہیں
جان باقی نہیں گودل میں ہماری لیکن تجھ پہ قریاں آئے سو جان سے ہم دیکھتے ہیں
خط نمایاں کبھی کرتا ہے کبھی خال وہ رخ رونماک تجھہ قرآن سے ہم دیکھتے ہیں
بھگ گیا جی غم دلداسے شاید ایدل کچھ کشیدہ تجھے بھان سے ہم دیکھتے ہیں
رشتک ہوتا ہے کہ شاید ہو تمہارا عشق تنگ ایمان جسے جان سے ہم دیکھتے ہیں
ساغر بادہ بھی ہو جامِ جہاں میں ساتی سیرِ عالم ترے احسان سے ہم دیکھتے ہیں
ی ہیں آسمان کی ہاتھ کلائی سے قلم جب الگ اسکو گویاں سے ہم دیکھتے ہیں
ہو گیا میل کچھ آپس میں کبابِ غیروں کو جھپک کے ملے ترے دہان سے ہم دیکھتے ہیں
لحْن داؤد سے آہن جو ہوا سو م تو کیا دل کو پانی تری ہر تھان سے ہم دیکھتے ہیں

مرآۃ الغیب

رُش کا حال دل صاف سے آتا جو نظرِ رخصتِ بام کو دالان سے ہم دیکھتے ہیں
دور بینی کہیں کیا چشمِ بصیرت کی اسیر
صاف سیر قدمِ امکان سے ہم دیکھتے ہیں

بختِ سیر سے گو کہ گلیم گدا ہوں میں
صحرایں مثلِ موج ہوا کہ نما ہوں میں
داگردہ چشمِ دل صفتِ نقشِ پا ہوں میں
مطلبِ جو اپنے اپنے کے عاشقوں کی سب
اس انقلابِ سیرِ شامِ بویوں کی تھے
دشت میں گو کہ قیس سے بڑھ کر نہیں مگر
افتادگی میں اس سے نہ سمجھو جدا تھے
محنت یہ کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا
اس دل کا تپا ہوں جو رکھتا داغِ عشق
لشت کیا ہے غم کو محنت کے جوش نے
اعضائے تن کو بلکہ ہے زخموں کا اشتیاق
کتنی ہے ہر ایک تری زلفِ دراز سے
رہا ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا
زندہ کیے ہیں میں نے دل مردہ سیکڑوں
مقتلِ بومیری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز
لذت ہے اب جینے میں آپ حیات کی

شاہوں کے سر پہ سایہ بالِ ہما ہوں میں
دریا میں نقشِ آپ کی صورتِ فدا ہوں میں
سرِ بلند میں راہِ تری دیکھتا ہوں میں
وہ بتِ مجھ کے بول اٹھا کیا خدا ہوں میں
نقشِ ہزاروں مٹ گئے میں تبنا ہوں میں
اتنا کہو نکا ایک وہ تھا دوسرا ہوں میں
سایہ صفتِ قدمِ قدمِ زیرِ پا ہوں میں
عقدہ یہ آج تک نہ کھلا مجھ پہ کیا ہوں میں
پر وائے چراغِ حرمِ خدا ہوں میں
ندِ جوشِ خیز تگہ آشنا ہوں میں
آہنِ جوتینا یار تو آہنِ بیا ہوں میں
چھوٹے سے قد یہ میرے نہ جانا بلا ہوں میں
جو کچھ کیا وہ دل نے کیا جیلا ہوں میں
فیضِ سخن سے عیشِ مجرِ نما ہوں میں
دل سے ادا یہ کہی جرتی قصا ہوں میں
زندہ بسانِ خضر ہوں گو مر چکا ہوں میں

مانندِ سبیرہ اس چمنِ دہریں اسیر
بیگانہ دار ایک کھارے پڑا ہوں میں

مرآة الغیب

دامن سے لوگ اسکے اکثر لگے ہوئے ہیں
کیونکہ نہ ہوں نگاہیں متاثر کی تیرا بھی
نکلیں گے حشر کے دن ہم ناوان کیونکہ
کیا دیکھے عاشقوں کے وہ داغدار سینے
یارب جو کس کی آمد جو شہر میں پرشادی
چاہی جو میں نے غمت بولا کیونکہ ناصد
کیا حال دل چھپاؤں جاسوں کی پرکھی
ناے وہ پاری پاری عشاق کے پڑھنے
میں جانتا ہوں بلبل جو پوری حقیقت
کیا کیا اذیتیں ہیں شرکاء کی یاد میں بھی
بڑھتا ہوا آبرو میں کیا آنسوؤں سے سر
ہر حکم یا رکوی میری طرف نہ دیکھے

کوچ میں سیکڑوں کے بستر لگے ہوئے ہیں
تیلے کی سان پر یہ خنجر لگے ہوئے ہیں
تبروں کے منہ پھجاری پھرنے لگے ہوئے ہیں
پھولوں کی کشیدیوں میں زور لگے ہوئے ہیں
صندل کے آج چھپا پتھر لگے ہوئے ہیں
اڑچاؤں کس طرح میں کیا رہے ہوئے ہیں
اندر لگے ہوئے ہیں باہر لگے ہوئے ہیں
غمت سے کچھ نہ ہوگا لبر لگے ہوئے ہیں
اک مشت استخوان میں لاد پڑے ہوئے ہیں
ایک ایک رگ میں سو لو شرنے لگے ہوئے ہیں
کون ایسے لعل تھم میں گدھر لگے ہوئے ہیں
یہ اشتہار اب تو گھر گھر لگے ہوئے ہیں

مجھ بے نوا گدا کو پوچھتے امیر وہ کیا
شاہوں کے اس گلی میں بستر لگے ہوئے ہیں

جیب خور دھچپاتے ہیں عارض نقاب میں
بے قصد کچھ دیا ہو گلہ اضطراب میں
بھلی چمک رہی ہے فلک پر حجاب میں
الہ نہ میرے دلی ٹوٹ اضطراب میں
ہمان کے ساتھ کھانسیکا ہوتا نہیں اب
اسے برق تو ذرا کبھی تیرنی ٹھہر گئی
لے کا وعدہ منہ سے تو اسنے نکل گیا

کہتا جو حسن میں نہ رہوں گا حجاب میں
دیکھوں کہ کیا وہ بھتے ہیں خطہ جواب میں
اب دخت کو جو چین کہاں جو حجاب میں
گہرا کے کوہ میں لگے لینے وہ خواب میں
ہم تم کہاں کھائیں ڈکڑ شراب میں
یاں عمر کٹ گئی ہو اسی اضطراب میں
پوچھی جگہ جو میں نے کہا نہیں کے خواب میں

مرآة الغیب

دو کی جگہ دیئے مجھے بوسے بہک کے چار
 قاصد جو قول و فعل کا کیا نیک اعتبار
 ترغیب میرے قتل کی دوا کو حمد سو
 سمجھے ہیں دلیں کیا جو یہ گلہ ہوا میں ہیں
 بکھاری تو جو غیبت پیر مغاں حلال
 فخر اور ہودہ مست نے گا بڑا مزہ
 کام آئی کیسی ظلمت عصیاں بروز حشر
 دیکھا کیا جو دفتر آفاق بعد جمع
 منظور قید و قتل جو ہو حکم دیجئے
 دامن میں آئے خون کی چھینیر پڑیں اسیر

بسمل سے پاس ہو نہ سکا اضطراب میں

تافہی بھی اتنا آئے ہیں نرم شراب میں
 چاہا پی خط نے اسکے رخ بے نقاب میں
 دامن بھرا ہوا تھا جو اپنا شراب میں
 رکھایہ تم نے پاس خنائی رکاب میں
 تیرے دانشانے پہ کیونکر نہ بیٹھتا
 وہ ناواقف ہوں قلعہ آہن ہو وہ مجھے
 حاجت نہیں تو دولت دنیا سے کام کیا
 مثل نقص نہ آمد شد سے ملا فراغ
 سرکش کا ہی جہاں میں دوران سرآل
 چاہے جو حفظ جان تو نہ کر اقربا سے قطع

ساقی نذرانہ شکر خدا کی جناب میں
 سورج کہن پڑا شرف آفتاب میں
 محشر کے دن بٹھائے گئے آفتاب میں
 یا بچول بھر دیئے طبع آفتاب میں
 کچھ زور تھا کمان سے سوا اضطراب میں
 کروے جو کوئی بند مکان جناب میں
 چھتا ہی تشنہ دامن فریب شراب میں
 جیتنگ رہی حیات رہے اضطراب میں
 کیونکر نہ گرد باد رہے تیغ آفتاب میں
 کب سوکھے ہیں برگ بنجر آفتاب میں

دل کو جلا تصور حسن پہنچ سے
ڈولی ہیں نفس شہسوار نے کیا کیا خرابیا
الشر سے تیز دستی مڑگان رخنہ گر
چاہتا نہیں جو ظلم تو عادل کے سامنے
کچھ رابطہ حسن و عشق سے جائے عجیب نہیں
پوچھو جو اس کا مصروف خزانہ میں ہے
ساقی کچھ آنجنال سے نہیں بادہ میں بند
فرت میں میرے دے دے ڈرائیو دانستے

جب نامہ بر کیا ہے کبوتر کو اسے اتیر
اس نے کہا ہے بھیجے ہیں خط کے جواب میں
راحت کہاں جو اسکو جو پہنچ دتا ہے میں
ساقی صبح وقت ہے نہم نہ شب میں
دیر سے حل یہ سہارہ ہی ہم چھائیے
دل صاف ہو تو کشتکش دہر کیا کرے
دنیا بھی دینا ہے جو ہو لذت لذت سے ترک
مراد جو اہل دل ہوں تو زندہ انھیں سمجھ
دیا میں ہو گیا پر نہانے سے انکو عشق
خط اس کے روئے صاف پہ کلا خدیف ہوا
رکھ دیکھ بعد برگ بھی میرے گلے بہت
دکھلاتے ہیں وہ وقت گرک مجرہ سچ
پردہ نہیں جو ہم کو اگر ہیں نفس میں بند

پیری میں یہ جھکی ہوئی پلکوں کا حال ہو دیواریں جیسے ہوں مکانِ خواب میں
 لکھا ہو میں نے دیدہ گریاں کا اپنے حال جذاب جا بیٹے کوئی کاغذ کتاب میں
 بچانے میں جو آئے تو ناصر ہے خوش دم مارنے کی جا نہیں انسان کو آب میں
 پیاسوں کو خاک سپر کر گیا یہ آسمان چشمہ تو ہے پر آب نہیں آفتاب میں

زاہد کو فیض صحبت زنداں سے کیا ایتھر

عالم کبھی نہ رہ کے ہو کثیر کتاب میں

خنجر بکھن جو اپنے قاتل کو دیکھتے ہیں دل مہلو دیکھتا ہو ہم دل کو دیکھتے ہیں
 داماندہ دوسے یوں منزل کو دیکھتے ہیں کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہیں
 ہر چند ماندگی نے ہم کو بٹھا دیا ہو صد شکر دور سے کو منزل کو دیکھتے ہیں
 آنکھوں کو بند کر میں خالق سے لو لگائیں کیوں غرق ہو نہو اے ساحل کو دیکھتے ہیں
 شوقِ نظارہ دیکھو ٹپی ہوئی ہر عزیز آنکھیں ہیں بند لیکن قاتل کو دیکھتے ہیں
 پروا نہیں جو آنے پاتے نہیں شبنم بھر ہم خواب میں تہادی تحفل کو دیکھتے ہیں
 کیوں منہ ہمارے ہو بوسے کے مانگنے پر خوش ہوتے ہیں سخی جہاں کو دیکھتے ہیں
 لیلا کو دیکھ کر جو بنجو نہیں ہوئے ہیں نائے کو دیکھتے ہیں محل کو دیکھتے ہیں
 دنیا ایتھر ساری ہے محفلِ مشایخ

دیتا ہو جان اس چہرے دل کو دیکھتے ہیں

شمسیر ہو سناں ہو کسے دہلے کسے ندوں اک جان نا توں ہو کسے دہلے کسے ندوں
 ہماں ادھر ہماں ادھر ہے گاہِ حبیب اک مشتِ آخواں ہو کسے دہلے کسے ندوں
 ربان نہرا اُسکے ہماں ایک نقدِ جہاں مال اسقدر کہاں ہو کسے دہلے کسے ندوں
 بلبل کو بھی ہو کھپو کوئی گانچیں کو بھی طلب حیران باغبان ہو کسے دہلے کسے ندوں
 سب چاہتے ہیں اس سے جو وعدہ وصال کا کہتا ہو اک زباں ہو کسے دہلے کسے ندوں

مرآۃ الغیب

شہزادے دخت روز کے ہزاروں میں نکلتا
چپ شدہ مہاں ہو کسے دلوں کے بندوں
یار و نگو بھی ہو بوسے کی غیر و نگو بھی طلب
ششدر وہ جان جاں ہو کسے دلوں کے بندوں
دل مجھے مانگتے ہیں ہزاروں شیش امیر
گفتا یہ ار مہاں ہو کسے دلوں کے بندوں

نصیر ایک بحر حسن کا دیں جو مرے دل میں
رداں رہتا ہو دریا جسطرح آغوشِ ساحل میں
ہوا اے زلفِ جاناں نہ چھوڑا مگر کبھی بچھا
قیامت میں بھی ہم جگہ سے ہوا اے مسائل میں
شرابِ سرخ شیشے میں نہیں ہے یار اے ساقی
بھرا ہو خونِ بسمل یہ گلو اے مرغِ بسمل میں
تمنا اے شہادت میں نہ مگر کبھی ہوئی را
تریاخالِ دُشمن دیکھا تو کم کو یہ خیال آیا
کیا جو ہر مجھے جسدِ نکھر کر رو برد آیا
رہ صحرائے ہستی کو یہ آسانی سے کاٹے گا
جگہ تربت ہی کی تھوڑی سی یہ رخصت ہو گا
یہ کیسے نوکِ شکار کا قصہ و رانے والا ہے
نکالے رنگ گوجاں نہیں پر زوالِ سعادت
تریتے ہیں کہ شوقِ قتل میں یہ قہر کئے ہیں
یہ کیوں گھبرا رہے ہیں کچھ سبب اسکا نہیں کہتا
چہرہ کو تیرے اے صیادِ ابدانِ بقراری ہو
تقا ضاحاںِ شکاری کا یہ ہوا نہ ہوا کو
ہزاروں قہرِ مشربِ ساقی پھر تے ہیں بے باں
کبھی غمزدہ اگر تیغِ ننگ کو روک لیتا ہے
جہاں ظلمت تھی میرے گھر شبِ وقتِ مٹائی

مرآۃ الغیب

بشکل ضعف میں پہنچا ہوا سید الشہداء کی حالت تک
 عدس مرگ تیری تیغ کا منہ جو مسمی ہو
 نکل جائے ترا تیرا کے پہلو سے یہ کیا ممکن
 اسی اے ترک آغشی جان باقی ہو مر دلیں
 ایسا ایشک نہیں کھلتے جو اس کی تیغ کے جوہر
 توقف کیوں ہو کیا منہ دی گئی ہجو ذائقہ میں

کسی زہرہ شمائل کا تصور ہو مر سداں میں
 قدم رنج و فدا کوئی رہنے نہ پاسے گا
 رہ چکی خوب اے قائل غصہ کا رنگ لایسگی
 نہیں کرتا کبھی پردا اے جنت اسے گل خوبی
 یہی حیرت کا عالم ہو تو نظارہ کہاں ہوں
 دہائی اٹھائے تو جھگڑا کہاں تیغ و برکت
 تو چتا ہو دل صبا دہی اس کے تڑپے پر
 یہ بیماری محبت کی کوئی نیزنگ ہو ایدل
 دہان زخم نے کس کس نے سے اسکو پکڑا ہو
 جلا ہوتی نہیں گردن سے قائل زور کرتا ہو
 ذرا تحمل سے ہٹ کر خاک اٹھاؤ اور بچاؤں
 کرامت ہو کوئی ساقی کہ تیری چشم سگوں ہو
 لگا کردار ادھیا بھیر نہ دیکھا اس طرف ہم نے
 اجازت چاہتی ہو کس سے پرداؤں کی انکی
 نہ آدہ ہوا ہو کوئی غمزہ اسکا شوخی پر
 اسیر اسکی تجلی گاہ ہو دنیا جو آنکھیں دلیں

نجم باقر کا ہو گذر خورشید منیر لایا
 نکل جائیں گی جتنی آئند میں میں مرے دلیں
 لگائی ہو جو منہ دی ہیں اسکو خفا میں
 نہایت پانی بہنے بے نیاز سی تیرا سائل میں
 نکل بھی آئے محل سے تو پھر بھی ہو محل میں
 بت آئیں سمجھ کے کرتے شوق سے اس کو کہہ دلیں
 قیامت کا اثر ہو اضطراب رخ سبیل میں
 جہاں آ یا سجاد درد و ناہو گیا دل میں
 لب شیریں کی لذت ہو زبان تیغ قائل میں
 زبان تیغ نے لذت یہ پانی خون سبیل میں
 خیال اتنا تو کرنا چاہیے جو کون محل میں
 چھکایا ایک چمانے سے تو نے سب کو محفل میں
 قضا روتی رہی بیٹھی ہوئی پہلو سبیل میں
 کھڑی ہو عرض کی کی طرح جو تیغ محفل میں
 الٹی خیر بجلی سی چمکتی ہو مرے دل میں
 دہی گل جو گلستاں میں دہی جو تیغ محفل میں

مرآۃ الغیب

یہ حجابانہ اگر وہ لب آب آتے ہیں
اشک آنکھوں میں مرے گرم شتاب آتے ہیں
یاد وہ دلائے عہد شباب آتے ہیں
پی کے مے حذب یہ بھی رند کا بڑھ جانا ہو
اس طرح مجلس نہاد میں جاتا ہوں رند
بے خبر دیکھ کے مردوں کو یہی ہوتی ہوں
جو تہ گنبد تسلیم در ضابطہ رہے
سم رہا رہے رند ٹپکے وہی خاک نزار
صفت شمع جو تری محض سے ہو
موت آتی ہو کہ آتی ہے سواری آنٹی
مرگ کے بعد نہ آئیں گے کبھی ہم اصفیٰ د
غیر صفحہ پر نہ چڑھے کھینچے ہیں ہم نالے
سوزش دل سے یہ جلتی ہیں ہماری آنکھیں
ہم بساقتی ہیں کبھی دل کبھی جلتا ہو جگر
رحمتیں مل کی یاد آتی ہیں افسانہ ہستی
یہ تھنسا ہو کہ ادا آپ کی سبحان اللہ
نہیں جاتے کبھی سیری میں جوانی کے خیال
کرتے ہیں ہجر کے پیغام مراد دل رحمتی
عمل بد جو ہوئے ہم سے یہ کاری میں
کیوں نہ ہو دیدہ تر یار کو رحم آئی گیا
دھیان بجا جو بط سے کی ہم آوازی کا

شوق دیدار میں آنکھوں سے حجاب آتے ہیں
شہسواران عدم باہر کا پ آتے ہیں
جوش کیا کیا ہمیں تنہا گم خواب آتے ہیں
اڑ کے صفحہ تک صفت مرے کباب آتے ہیں
متقی جیسے سوئے بزم شراب آتے ہیں
جو یہاں آتے ہیں مست مے خواب آتے ہیں
غیب سے اُنکے سوالوں کے جواب آتے ہیں
تا دگر جو ہمراہ رکاب آتے ہیں
موت کے ان کو سپین دم خواب آتے ہیں
کئی حیلاد بھی ہمراہ رکاب آتے ہیں
جن حسنیوں کے تصور دم خواب آتے ہیں
کہو البیس پٹے تیر شباب آتے ہیں
اشک صفحہ پر صفت اشک کباب آتے ہیں
ہر طرح سے اسے صفحہ میں کباب آتے ہیں
عش پر عش بچہ کی شب میں خواب آتے ہیں
صف آشتی جو جو سجید میں خواب آتے ہیں
صبح کو یاد مجھے رات کے خواب آتے ہیں
تیر آتے ہیں کہ ناموں کے جواب آتے ہیں
گوڑ میں بنگے وہی مار عذاب آتے ہیں
خوب چھینٹے تھے اے خانہ خراب آتے ہیں
ایسے نئے تھے کب مرے کباب آتے ہیں

مرآة الغیب

پاؤں تلختے ہیں کوئی بحر جہاں میں اُسکے
سراٹھائے ہوئے چوہل جہاں تھے ہیں
بوش و حشت تجھے ہر سال بناتا ہے جوان
جب بہا راتی جو اہم شراب آتے ہیں
ہم ترے کوپے میں آئے تو کیا کون گناہ
لوگ کبھی میں پہا کب ٹو اب آتے ہیں
حال افلاک دل صاف میں آئینہ دی
ایک قطرے میں نظرسات جہاں تھے ہیں

دھیان بندھتا ہے جو اس عارض کیسوا آئینہ

متصل لعلیہ مشک و گلاب آتے ہیں

عینک ہوں خواہ آئینہ اسے شکر ماہوں
جیسا ہوں پیش چشم ہوں پیش نگاہ ہوں
باد صفت بخت تیرے میں روشن نگاہ ہوں
سرمہ وہ ہوں کہ سرمہ چشم سیاہ ہوں
منکر ہو میرے قتل سے قاتل روز جزا
بولے زبان تیغ کے میں گواہ ہوں
کرد نیلے اشک گرم مرے چھک رو سپید
گور و سیاہ ہوں نگرا بر سیاہ ہوں
حرص و ہوا کو حد جہاں سے کالہ دل
ودن کو میں جہاں میں انگریزاہ ہوں
ہفتے میں ایک دن تو مرے گھری آئے
امیدوار مر محبت گاہ گاہ ہوں
رہتا ہے صبح و شام گناہوں کا سامنا
فارغ ہوا کیسے ہوں تو کہی عنذناہ ہوں
غیر از چراغ غول نہیں کوئی پیش رو ہیں
تاج و تال نہ چھ میں نہ عقل نہ خواہش ہیں
کہتا ہے روئے یار یہ خط سیاہ سے
لاغر یہ عشق موسے کمرے کیا مجھے
دست کشادہ ہے سبب نکی معاش
ہاں قلزم جہاں میں سفینہ جویری ذات
رکھتا نہیں ہے فرق سر سوراخن
نہ نظر ہے صاحب جو سر کا کچھ کو حفظ
تو ہالہ ماہ کا جو میں بالے کا ماہ بندہ
پنہاں نگاہ خلق سے میں شکر ہوں
دریادلی سے اپنے میں تجوس چاہ ہوں
سارا جہاں ہو غرق اگر میں پناہ ہوں
گویا زبان خامہ ضعیف الہ ہوں
شکل نیام تیغ کے حق میں پناہ ہوں

مرآة الیقب

روشنہ رسول کا ہے اگر بارگاہِ حق

میں بھی امیرِ خاک دربار گاہ ہوں

خیال لب میں ابریدہ لہکے تر رہتے ہیں
خدا کے ہاتھ چھٹوں میں ابوابِ ابد اپنی
ڈبو دنگی یہ آنکھیں بادلوں کو ایک حلقے میں
جہاں ان ابروؤں پر ملے کیا کٹ گئے لاکھوں
چھلکے رہتے ہیں سے جوشِ روی و حرکتِ ساقی
جو ہم پر گشتِ قسمت آکر زد کرتے ہیں پانی کی
غضب کا ابروؤں نشان و ابروئے قاتل بھی
سمائے ابرنیاں خاک کج گریاں کی آنکھوں میں

دہاں میں سخت باتیں یاں امیرِ آسوا کہسو ہیں

نماشایِ ادھر موتی ادھر تھر رہتے ہیں

عروسِ مرگ پہ جو دل تیار کرتے ہیں
دہ شانہ بالوں میں کیا بار بار کرتے ہیں
جو سیدھی طرح سے آنکھیں چا کر کرتے ہیں
جوراء چیتے ہر حال کے پانویں تہندی
سوئے یہ بھی ٹھنڈا اپنی خوشی نہ گرس
ہزار شکر گئیں بد گمانیاں ان کی
مزے تو نیکے تو خود لوٹے ہیں حضرت دل
دل و جگر کو نکالو بھی سرے سپینے سے
میں مر کے خاک ہو خاک ہو ہی برباد

پینٹ کے خنجر قاتل کو پیار کرتے ہیں
لباسِ زلیت مرا تار تار کرتے ہیں
ہزار تیر کالجی کے پار کرتے ہیں
زیریں کو صفحہ نقش و نگار کرتے ہیں
ہزار آنکھ سے ہم انتظار کرتے ہیں
وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہیں
خدا سے مفت مجھے خسار کرتے ہیں
ترہ تڑپ کے مجھے سیرا کرتے ہیں
وہ موت کا بھی نہیں اعتبار کرتے ہیں

مرآة الغیب

نشاخ گل ہر مراد نہ دامن میخوار
بہار میں اسے کیوں داغدار کرتے ہیں
میں بادہ کش ہوں وہ دھوکہ کر مغیہ ساتی
لگا کئے شیشے تجھے سنگسار کرتے ہیں
وہ صاف دل میں رقابت کا کچھ خیال نہیں
جو تم کو پیار کرے اس کو پیار کرتے ہیں
طلسم گنج بھی آتا ہے جب نظر ہم کو
وہ مردہ دل میں گمان مزار کرتے ہیں
کبھی ستوں سے جو کتابوں وصل کی خوش
خدا کے فضل کا امید دار کرتے ہیں
گناہیں جو اڑاتے ہیں تیغ سے ٹکڑے
یہ ترک ایک سے بچھو کو ہزار کرتے ہیں
نلک کے قصر سے یاد رکھا ہمیں حاصل
فقط نظارہ نقش نگار کرتے ہیں
چلو امیر جلو تا کجا اقامت دہر

مسافران عدم انتظار کرتے ہیں

کیوں نہ ہوئی کہ خطر شوق بقیہ طور میں
مشکلیں بڑی ہیں سالک کو حجاب نور میں
روزِ حشر ایسی جہن ہوگی دل محروم میں
بھاگ کر ڈوبے گا دوزخِ چشمہ کا نور میں
خاکسار زلی ہے ذلت دیدہ مزدور میں
مال کیا ظرف گلی ہے مجلس فقور میں
ہم ہوں یا مومن ہوں کوئی دیکھ سکتا ہو اسے
پر دے حیرت کے پڑے ہیں جلوہ گاہ طور میں
کیا تاشا ہوا سے بچے میں غافلِ جلتہ رنگ
جامِ صنیعہ رو رہے ہیں ماتمِ ففدور میں
وصلہ عالی اگر ہو ہر جگہ مواج ہے
دار بھی ہر شاخِ سدرہ دیدہ منصرف میں
گوں چنکا کے یہ عبرت بکاری بار بار
ہو تیاری شرطِ غافلِ شیبہ بچو رہیں
زنا کے دقت آدمی سے ملیں کیا باتہ پانوں
شام کو باقی نہیں رہتی سکت مزدور میں
بت تراشوں پر پڑیں پتھر کیا پھر جلوہ گر
چھپ ہے تھبت خدا سے ڈر کے گناہ میں
گھر نیا دیو کیس کا تھرتن ہے بے ثبات
جھوٹی ہے خاکِ عبرت دیدہ مزدور میں
ریخ کو تھوڑا نہ جانو یہ بڑا نکار ہے
ساری دنیا چھوڑ بیٹھا ہے تلاشِ حور میں
ان سے کہی ہے حیا اس جو میرا پاس تھا
نورین کر چھپ رہی ہوئی نگاہ حور میں

مرآۃ الغیب

مخدب کے لاکھ لاکھ احساں کہ تو شے کی طرح
کلاخ مستوں کے سٹرکا دیئے انگور میں
ہو اگر گردوں مخافت غم نہیں مجھ کو اسیر
ہوں میں تپن دامن شاہ ابوالمنصور میں

ہمکنے میں اعضا یہ گری ہو تن خود میں
زنگ پریوں کا جدا لطافت اور جو اس میں
جان جاتی ہو خیال عارض پر نور میں
چاہتا ہو ایک دم میں طے کرے مٹی کی راہ
اپنی طاعت کی بجا چاہی تو خالق سے بشر
رجع مال انساں تو کیا حیران کو کرنا ہو تباہ
فرش اسبق کی کچھ حاجت نہیں آباغیاں
میں اگر چھپوں غلش سے آسماں پیدا کرے
پس جو اہل درد سے ہوتا نہیں بیک کا ضبط
ساقیا کیوں دمدم یہ ششکانے شادانے
پس جو انساں کو مصیبت میں خدا آتا ہو یاد
حیرتی بزم عیش میں رو یا جو یہ جی کھو کر
داغ سے ہو سینہ پر سوز عاشق کا فرغ
داغ الفت کھائیے جاتی جوانی ہو کو کیا
رازدانی میں لاکھ بار اٹھ اٹھ کے رہتا ہو پھر
عجب بلداں کیا ضرورت ہو رعیت میں
ترک کر دیتے اگر چاہے جہانیں عافیت
سب کو لنگر خانہ خالق سے جبرئیل چکا

جائے ہنرم استخوان جلتے ہیں اس نور میں
ہو زمین و آسماں کا فرق ناز نور میں
ڈوبتی ہو میری کشتی چشمہ کافور میں
آج ایسی آگنی طاقت ترے رنجہ میں
پہلے غمت سے اجورہ دے کھنڈ زور میں
شہد دلواتا ہے آتش خانہ زبور میں
بادہ کش میں پڑ رہیگی سایہ انگور میں
خامہ چنے میں جیسے نیش ہو زبور میں
اشک رہتے ہیں لباب دیدہ ناسور میں
خون تن مستوں کا شاید بھر دیا انگور میں
موت کا دھیان اکثر آتا ہو دل رنجہ میں
ایک قطرہ خون نہیں باقی تن طہور میں
گردہ نان آئینہ ہو خانہ مندور میں
چاہیے شب بھر چراغ ایدل شہ گور میں
درد شاید تیرے میرے دل رنجہ میں
لنگ ہی رہتے تھے کیا سب کو زور میں
شہد آتش سے سوا ہو خانہ زبور میں
کیا مری قسمت کی رودی جل گئی نور میں

مرآۃ العیب

مینہ پر در در میں کیا روح کو آرام ہو
کون سو یا چین سے ہمسایہ بچو میں
کیسے سوئی نون ترانی کی صد اکیسی آیت
حسن کے تیرنگ تھے خلوت سرائے طو میں

ہٹاؤ آئینہ امید دار ہم بھی ہیں
تہارے دیکھنے والوں میں یا کہ ہم بھی ہیں
زپ کے روح یکہتی جو ہجر جاناں میں
کہ تیرے ساتھ دل بے قرار ہم بھی ہیں
رہے داغ اگر آسمان پہ دور نہیں
کہ تیرے کوچے میں سب عباد ہم بھی ہیں
کہو کہ خلج چمن ہم سے سر کشی نہ کریں
انھیں کی طرح سے بارغ دیہا ہم بھی ہیں
ہمارے آگے ذرا ہو سچ کے زمرہ سچ
کہا نازک آئینے میں دیکھ بھال ادھر کچھ
کہ اک نگاہ کے امید دار ہم بھی ہیں
شرابِ نغمہ سے لگاتے نہیں ہیں آواز پہ
فراق یار میں پر مینر گار ہم بھی ہیں
ہمارا نام بھی لکھ لوجو ہے قلم جاری
قدیم آپ کے خدمت گزار ہم بھی ہیں
ہم ہیں گرد مری ہڈیوں کے آٹھ پہر
سگ آگے کہتے ہیں امید دار ہم بھی ہیں
جو لڑکھڑا کے گزے تو قدم پہ ساقی کے

امیر مست نہیں ہو شیاء ہم بھی ہیں

چارا برو میں ترے حسن میں بہتر چاروں
کیا رباعی ہو کہ مصرع ہیں برابر چاروں
کس گل ترکا میں کتہہ تھا کہ مرقد یہ ہے
بن گئے چارچین گوشتہ چادر چاروں
ایک دم حکم خدا مجھ کو فراموش نہیں
دل پہ کھنچے بن سمدی میں جو دفتر چاروں
کیا ہوا چار غنا صرچہ پریشان ہوئے آج
دم میں ہو چائیں گے اک جہاد مجھ پر چاروں
ہاتھوں پاؤں کا بھر دسا تھا سوچتی تھا ک
ہو گئے مجھ سے جدا اٹائے مقدر چاروں
ابرفرگاں کی شب ہجر چو بارش ہے یہی
گھر کی دیواریں گرائے گا مقرر چاروں
زہرہ مشتری دشمن و فرودت شمار
گرد پھرتے ہیں ترے باندھ کے چکر چاروں

مرآۃ الغیب

تندرستی کی کہاں فرقت جانا نہیں مید
حد اصلاح سے اخلاط میں باہر چاروں
حق تو یہ جو کہ میں تیرے درد و دل کے گدا
خسر و قیصر و دار و دستہ چاروں
خاک ہیں لعل و زرد ہوں کہ یا قوت عقیق
ہوں غنی میری فطر میں ہیں یہ تیرے چاروں
بطحی مادر تغزل گور مکان بارغ بہشت
اپنے بندوں کو خدا نے یہ دیئے گئے چاروں
اے امیر احمد مرسل کے جو ہیں چار و زیر

چار یاری ہوں مجھے ہیں یہ برابر چاروں
سہو اگسی سے اپنی کہانی اگر کہوں
طقت جواب دے کہ نہ بارد کہوں
طول شب فراق کا قصہ نہ پوچھئے
محشر تلک کہوں میں اگر مختصر کہوں
قاصد یہ کوئے یار سے کہتا ہوا پھرا
اے اہل دیر و کعبہ میں غماز کچھ نہیں
سنتے ہیں آپ سارے زمانہ کا درد و دل
شب کو کہو جو روز تم اپنی زبان سے
حاصل صفات قلب جو آئینے کی طرح
وقفہ بہت قلیل جو حسن شباب کا
تشبیہ سہ سے کی جو اے فکر چاہیئے
مردم ہوں میں لذت بوس و کنار سے
کیون تو میں بھی قصہ سوز جگر کہوں
سوزِ قمر کو شام کو میں بھی سخن کہوں
کیوں منہ پہ صاف صاف غم نہ کہوں
بڑھ کر کہوں تو جلوۂ برق شب کہوں
کیسو کو شام چہرے کو اس کے سخن کہوں
کیون مجھ کو اُن کو بے دہی دے کہوں

ہرگز نہ فرق آئے مری بات میں امیر
اک بار جو کہا ہے وہی عمر بھر کہوں

سخت دل پشا ہے ناعق آہ بہ تاثیر میں
کچھ نہیں حاصل جو بیکیاں ہو جانی میں
ہو کے میری لاش نے پاناں حسرت سے کہا
آگے آگے دیکھئے کیا ہے مری تہذیب میں
پھر تو چراہیل کنار امرگ کا زیر قدم ۱۹۶۱
پیر نے دو ہاتھ اگر آپ دم نشین

مرآة الغیب

ہے بیتے ایک دن شیریں کو بھیجے گا ضرور
 عشق ابرو دے بتاں میں دل نے کی تھی پیش
 جس ابروی کی آنکھ مجھ سے پھر گئی بوجھوں
 اسے جب پھر ہونے پر کی ترکوں کی کیا
 لئے ابرو دے بتاں میں تکی نہیں اسے مرغ غریب
 عشق لگیو میں ملی دنیا کی گردش سے نجات
 روز رسوائی سے نفاہم ہو کے قابل تو تری
 کنت دلوں الیسا ہی رہتا دور کا غمیرا گر
 نیند تیرے دشمنوں کو صبح تک آتی نہیں
 باندھتا ہے گر ہوائے ظلم کہ مجھ کو شکار
 عشق ابرو دیں جو چھلاتا ہوں کہتا ہوں ترک
 غصہ و جرموں پریشان رحمت کا ظہور
 تیرے تیرا مس تملک نے لگائے اس قدر

کج بہادوں سے ضرر کیا راستبازوں کو امیر
 خم نہیں آتا ہے صحت سے کہاں کے تیر میں

خون مادر طفل بیتے ہیں ملا کر شیر میں
 چل گیا ہتھیار ہم سے کو چہ شمشیر میں
 تیر ہو جاتا دیسیاں سینہ پھر یہ میں
 شاید الشاطہ لگا تھا خامہ تقدیر میں
 چھوڑ دینا کچھ سفیدی بھی مری تصویر میں
 بیچے شیراز سے بیچے کشمیر میں

مرآۃ الغیب

زیرا بد شوخیاں کرتی نہیں چشمان یار
دیر سے سوئے حرم سیری میں جا کر کیا کرنا
اے جنوں تو جذبہ کو کچھ کام فرمائے اگر
زود رحمت کھینچتا ہو سوئے رحمت کے کلم
لکے آنکھیں ابرو جاناں سے جب روئے میں ہوا
انہیں میں مست ہو جائیں نہ کوئی کوسا معین
نقل سے کوئی نکلتا ہو جہاں میں کار میل
بیقراری سے مجھے الفت میں حاصل ہو سکوں

دور گردوں میں کہاں ہو جائے آسائش آبر

سیر کو آتی ہے دیرانی ہر اک تعمیر میں

عاشقوں سے ہر ترقی حسن کی تصویر میں
نقل مجھ کو یاد ابرو میں ان آنکھوں نے کیا
غیر غمکن ہو دل حیران میں بسر دخل غیر
نقل عاشق قاتلوں کیواسیطہ ہر قوت میں
یہ خبر میرے سال مرگت ہے وہ جیسے
عشق ابرو میں جوان دیر سب سے پہلے نقل
اپنی دشت سے ہر درخت خانہ زندان غم
گر کی خورشید محشر سے انہیں کیا کام ہو
کام آتی ہو جو الوں کے بہت مکہ سیر پر
دھیان اس ابرو کا آیا عرض شوخاں کے بند
جہ نہر ہسک جو کرتا ہو اثابت ہمیں

جنگل رخ سے رنگ اڑا یا تری تصویر میں
ان ٹھگوں نے ملے مارا کو چہ شمشیر میں
عکس پڑتا ہو کہاں آئینہ تصویر میں
جب لہو چاٹا مرادم آگیا شمشیر میں
ہو کے یوسف ہو پریشان آگیا تعمیر میں
راہنہ چلتا ہے رستہ کو چہ شمشیر میں
مرداک ہی پاؤں اپنا دیدہ نہ پتھر میں
ہیں ترے گشتوں کی رو میں سایہ شمشیر میں
ملاقات پرواز ہے زور کہاں سے تیرے
دھوپ سے ہم اٹھ کے بیٹھے سایہ شمشیر میں
اسکی صمت میں نہیں ہو غیر کی تقدیر میں

مرآۃ الغیب

دخون کا کام نکال کچھ تو اکے ناک نکلے
جو مناسب ہوں پڑاؤس تیرے تیرے
کیا عجب جو اس رخ پر نور پر نکلا جو خط
جمع ہوتے ہیں تنگے شمش کی تنویر میں
کب خزانہ غیب کا ملتا ہے بے قیمت ایتھر

پھانتا، خاک، ناحق خواہش الیسیں

وطن کی یاد ہے لیل و نہار غربت میں
یہی ہر ایک بڑی غمگسار غربت میں
شگفتگی کے ہوں سامان ہزار غربت میں
پر ایک سی جو خزانہ د بہار غربت میں
گل وطن کی جو بوئے چلی اڑا کے مجھے
پہٹ گئے سرے دامن سے خار غربت میں
عجب نہیں جو جو ہو جو جزو لینم کہم
دکھائیں خار گلوں کی بہار غربت میں
امید ویم و غم و یکسی دور و فراق
یہی رفیق ہیں دو تین چار غربت میں
میں بوئے نانہا ہو کہ نہایت گل ہوں
وطن میں صبر نہ بچے کہ خار غربت میں
بچا کے میں نے مصلیٰ پڑھا دو گانہ شکر
اگر بلا شجر سایہ دار غربت میں
وہ زار ہوں کہ میں زندہ ہوا زمین میں دفن
پڑا جوار کے بدن پر غبار غربت میں
چار و شام غریب نے گل کھلائے نئے
دکھائی صبح وطن کی بہار غربت میں
قرار گھر میں بیاباں میں اضطراب کیوں
دی وطن میں دہی کہ دو گار غربت میں
کبھی کبھی تو نکھو نامہ کوئی اہل وطن
کہ بڑھ کے موت سے جو انتظار غربت میں
تڑپ گیا صفت ابریہ دل مضطر
برس پڑا اگر ابر بہار غربت میں
کبھی نہ بھول کے اہل وطن نے یاد کیا
نہ بچکی آئی مجھے زہار غربت میں

جو دوستان وطن نے دیئے ہیں داغ ایتھر

میں ہانتا ہوں اسے لالہ زار غربت میں
نوا میں جو آنکھوں کو پسند آگئیں آنکھیں
دل لوٹ گیا چوٹ غضب کھانکھیں آنکھیں
کرامت لگا میں مجھے دکھلا گئیں آنکھیں
دو جام تھے بزمی کہ پھلکا گئیں آنکھیں

زیرا بد شو خیاں
 دیر سے سوئے ح
 اسے جنوں کو جہ
 ذوقِ رحمت کھینچ
 یکے آنکھیں ابرو
 انجن میں مست
 لعل سے کوئی نوح
 بیقراری سے بچے
 دل کی گداری مٹی کر چکا گئی آنکھیں
 نیلک دو عالم ہے دکھلا گئی آنکھیں
 دانش سے ہیں چار لاشکر لکھ گئی آنکھیں
 روح پر جو ہے تھے کہ بھرا گئی آنکھیں
 بھونک سے اشارے میں یہ دکھا گئی آنکھیں
 سنا جیسے دھندلے میں باغیں گئی آنکھیں
 سولائی دریا سے ہے نیا گئی آنکھیں
 میٹر گئی آیا گئی بیروا گئی آنکھیں
 ایک ایک کو ایک ایک سے لگا گئی آنکھیں
 دے دل ادا تو مٹی گئی آنکھیں

عاشقوں سے جرتی
 قتل مجھ کو یاد ابرو میں
 غیر ممکن ہو دی حیران
 قتل عاشق قاتلوں کیو
 پیغمبر میرے آل مرگے
 عشق ابرو میں جوان
 اپنی دشت سے دروشت
 گرمی خورشید محشر سے
 کام آتی جو والوں کے
 دھیان اس ابرو کا آیا
 جس نے مسک جو کرتا ہوا
 ہاں اور دل سے تو تری آرزو کریں
 دل خون ہمارا کسی غنچے کو بھریں
 مستی بغیر بادۂ جام و سب کریں
 بابت ہنسیا کہ طوفِ حرم باند کریں
 یہ دہان کو دھن پھر نہ کبھی قبلہ رو کریں
 ایسے میں سجدہ آٹھ پیر چار سو کریں
 اس کے سوتیوں کو وہ زیب لگا کریں
 یہ تھاک وہ نہیں ہے کہ حکمہ رو کریں
 تپے نہیں زبان شجر گفتگو کر میں

امن جو چاک چاک گریاں جو تار تار
میں بھی تو خاک راہ کسی گلدستہ کا ہوں
ہم سے بخت نفا ہیں تو ناہریاں خدا
میں درست روزگار میں تیغ اکیل ہوں
بچی نظر حیا سے کریں کیا وہ جنگجو
جو اک نظر میں خون ہزار آہ زد کریں

ملکوں سے وہ اسیہ لیا کرتے ہیں سلام
جس طرح گنگا آنکھوں سے گفتگو کریں

مردوں پر جو چشم کہم جنگ جو کریں
منہ پر جو گرد آہ پڑے شست و شو کریں
چھوٹے ہیں ایک نظر میں وہ ادب ہیں
دیوانگی کا سلسلہ طاعت میں بھی نہ جاتے
تاز نگاہ دیدہ یعقوب اگر لے
ہوں مست معرفت مجھے کب بدماغ ہے
انسان ہو کے ہم رہیں خود اے فلک
ہم میکشوں کو کام شراب و زک سے دی
لے نہ لے سے ہمیں کیا کام سے ہو کام
زاہد ترے فرشتوں کو یہ دن نہیں صبح
ثانی نہ میرے یار کا پائیں یہ ہر داہ
مرنے کے بعد بحث کو اتنے ملک کو کیا
جنتاں کو دل جو چاہئے ہو تری تلاش
کب زاہدوں کو مسئلہ عشق کا ہے فہم

مرآة الغیب

یا وہ مست باغ ہیں تیرے سجا کے کہہ دو کہ جام لالہ دگل شمسٹ شو کریں
چوری ہے کب ثبوت مرے نقد پوش کی منطقی شہر قطع نہ دست سب کو کریں
شوق سجدہ ہے نہ محراب سنا اگر آب بقا سے خضر و سکندر و قہر کریں

ہے غنچہ سراں بہار خوشی میں اسے امیر

بلبل کی طرح باغ میں کیا ہوا ہو کریں

جیتے جی جان سے گزرتے ہیں مرنے والوں پہ ہم تو مرتے ہیں
کچھ نہ پوچھو کہ ہاتھ خالی ہے ہم تو دن زندگی کے بھرتے ہیں
دل ٹھہر جائے یہ امید نہیں ایسے بگڑے کہیں سنو رتے ہیں
کس سے چوری اگر خدا سے نہیں پتہ ہے زاہد بتوں پہ مرتے ہیں
لکھتے ہیں روزِ خطار قیاموں کو روز پرچے ہمیں گزرتے ہیں
مل گیا گھٹاٹ تیغ قاتل کا اب کوئی دم میں پارا ترے ہیں

چاہتے ہیں تو اک نظر میں امیر

بہر ذرے کو بھی وہ کہتے ہیں

یہ چرچے یہ صحبت یہ عالم کہاں خدا جانے کل تم کہاں ہم کہاں
جو خوشید ہو تم تو شبِ نیم ہیں ہم ہوئے جلوہ گر تم تو پھر ہم کہاں
حسین قاف میں گوگرہاں بھی ہیں مگر ان حسینوں کا عالم کہاں
الہی ہے دل جانے آرام غم نہ ہوگا جو یہ جائے گا غم کہاں
کہوں اس کے گیسو کو سنبھل میں کیا کہ سنبھل میں یہ تیج یہ غم کہاں
وہ زخمی ہوں میں زخم میں بے نشان اپنی لگاؤں میں مرے کہاں

زمانہ ہوا غرق طوفاں امیر

ابھی روٹی یہ چشم پر نم کہاں

مرآة الغیب

وہشت سے ہوش اُٹے سچے آسمان کے ہیں
پر کیا کہیں نگاہ میں جلوے کہاں کے ہیں
آخر تو پیچھے پیچھے اسی کارواں کے ہیں
آئی صدا یہی تو مقام امتحاں کے ہیں
اسے تیرا ہے بس اب ارادے کہاں کے ہیں
لو ایسے نعمتِ محمد سے مرے آسمان کے ہیں
تجھے تجھ میں پر مٹا نکی دکاں کے ہیں
سیچے ہوئے مرے ترہ خونِ نشان کے ہیں
ایدل نکالے تو لے یہ جھگڑے کہاں کے ہیں
دو آئینے لگے ہوئے گھر میں کہاں کے ہیں
پچھا کریں تو آگے ہی عمرِ رواں کے ہیں
ہم لوگ رہنے والے الہی کہاں کے ہیں
پچھلے ہوئے نصیبے آشاں کے ہیں
ظالم نے بھرے ہوئے تجھ میں کہاں کے ہیں
جلوے جو خاص ہیں وہ ادھر کہاں کے ہیں
اسے تیغِ یار چل بھی یہ عمر کے کہاں کے ہیں
پسجِ تیرا یہ لفظِ انیس کی زبان کے ہیں
اسے کلک کلک یہ سات ورقِ آسمان کے ہیں
سارے یہ گل کھلائے ہوئے باغِ امان کے ہیں
کہنے تو ایسے آپ بہا در کہاں کے ہیں
شاید ابھی مقام میں ہم امتحاں کے ہیں

شہر ہے جو دور در دور ہماری فٹائیکے ہیں
ظاہر میں ہم فریقہ حسنِ تباں کے ہیں
یارانِ رفتہ سے کبھی جا ہی بیٹنگے ہم
گھر کے جب فراق میں مانگی دعا ئے وصل
سات آسمان کو توڑ کے تاعوش جا چکا
ٹھکرا کے سیرے سر کو وہ کہتے ہیں ناز سے
مرکزِ کئی سے ہم کو تعلق وہی رہا
ڈوبے ہوئے ہمیں نظر آئیں کہوں نہ گل
شکرہ شبِ صال میں تاجِ چند چپ بھی ہو
ناوکِ فلک چپاک یہ ترے عارضِ نوکی رہ
طاقتِ ہماری گھٹ گئی بہت نہیں کٹھی
دنیا میں بھی سفر میں عجبے میں بھی سفر
روشن چراغِ برقی سے رہتا و رات بھر
خجور کو چوس چوس کے کہتے ہیں یہ بے رحم
اسے بہت بلند ابھی تو گئی نہ کہ
یاں جان پر نبی رہ تجھے میں رکاوٹیں
وہ ادور و عہد وصل کا قاصد نہیں نہیں
اُس ہر دوش کو کیا میں کھوں شرحِ اشتیاق
بلبل کو شوق گل تھا نہ تھری کو عشقِ سرو
ان ابروؤں سے حضرتِ دل روزِ برامنا
کچھے یہ ہم جو خلد میں حور آگئی نظر

مرآۃ الغیب

اس طفل تند خو سے جو ملتا ہوں اے امیر
کہتے ہیں لوگ ڈھنگا ہے اس جوان کے میں
دل و جگر دونوں جگمگے ہیں ذرا کچھ میں ملی ہیں
جہاں میری ہنسیق ایل کہ مانگوں پورے بہ ہوں گا
ہمیں تو نغمہ بند آیا ہو نغمہ سنجاں بوستاں کا
زمین میں گور جو لطف اٹھایا اور کس طرح کھڑا
خدا نے وہ سلطنت عطا کی کہ شجیت میں جکا ہر
اگر کسی کو پہنچے جیسے ہوئے میرے آزاد قید غم سے
ہزاروں میں ہیں عنائیں میں نے تیرا کچھ لکھا ہے
سے نہ دیکھے یہ خلق تا لو صدائیں آباغیاں ملی ہیں
کبھی نہ پائیں تھیں زندگی میں جو حنین پہاڑی میں
دیسع ملک سخن ہوا پناہ میں کہا نہ کہاں ملی ہیں
نہ کیوں ہوا چنے جنوں کے حسد کہ ہو گویہ شیریں ملی ہیں

امیر رہتا تھا جس جگہ پر وہاں کل اک صیر لکھ کا تھا
دہ خاک چھانی تو ریزہ ریزہ جلی سی کچھ ہڈیاں ملی ہیں

نہاں رہتا ہوا آئینے سے وہ بیگانہ خوب سوس
رہا اسے گل سب کو جوں کو تیری جستجو برسوں
فلک دیتا ہو مثل زخم کس کو فرصت راحت
دل شفاف میں دیکھا ہر جلوہ رو کجیاں کا
کہاں ہمسایہ کوئی مرد میاں دشت حد میں
سہرا پا جرم ہوں لیکن وہ زند پاک طہنیت ہوں
خدا کے گھر سے اوناٹا دکائی جائے کچھ ہوا
فراق یار میں سب دوستوں نے چھوڑ دیا
مری حالت پہ سوچو یار میں مگر مگر حسرت
بھکاتے ہم کہاں تک سر پائے خم پہ اسے ساقی
جینوں میں یہ تھی تجھے نغمہ کی دست دشت نے

حرا دیکھ نہیں آتا ہوا اپنے رہبر و برسوں
پھر لگی کو بکو سیرا بن یوسف کی بو برسوں
جو کچھ ہنسنا ہو ہنس لے پھر تو نہ دیکھا ہو برسوں
یہ جو میں اے سکندر یوں ہم اپنے رہبر و برسوں
کیا پہنے خوشی کی زان سے ذکر ہو برسوں
کیا ز اہل نے میرے آب شجیت سے خوب برسوں
عجب کیا گرنے نیکے تیرے دل سے آرزو برسوں
شریاب رنج مہا کی رہا اسے درد تو برسوں
دل مالوس سے روٹی لپٹ کر آرزو برسوں
جمالی اچھی گروں میں رہا دست سہ برسوں
کیا کچھ بھاڑ کو اسن گریاں کو رہبر و برسوں

تہاری اک نگاہ ناز نے توڑا اشار میں
 ہلستے جس نے لب لک ہاتھ مارا زنگی گون
 بنایا چشم دول نے جو طلسم آرزو برسوں
 زبان تیغ سے اس ترک نے کی گھٹکوں برسوں
 مری مٹی سے آئینگی گل عشرت کی بو برسوں
 کہاں ہو گئی امیر ایسی ادائیں حوروں علمائیں

رے گانہ خلد میں بھی یاد ہم کو کھنڈ برسوں

کر گیا یاد اے غم ہو کہ مرگ تو برسوں
 تڑپ کر دل نے میرے غم توں سو کیا جھک
 گداز عشق مثل شمع ہر سو سے ہوا خلا ہر
 مزہ پہ ذوق میں پایا کہ کرتا ہے دعا بس
 کوئی میرے برابر کیا کر گیا ضبط الفت کو
 فنا کے بعد ایسے بیکسوں کو کون پوچھے گا
 چھپائے منہ اگر وہ یوسف گل پیریں ہو
 نہیں اے سبکی بعد فنا کچھ خوف تنہائی
 رہائی حلقہ گیسو سے جیسے جی تو کیا ممکن
 نہ چھوڑا پاس ایماں حق پرستی اس کو کہتے ہیں
 نزلے لیکے رگڑا دی گلا شمشیر قاتل سے
 نہ آیا ساقی پیمائیں ہم سرور کی صورت
 وہ شعل ہوں کہ یوں حیداد نے جی میں لہرایا
 نہ کہ اے یاس یوں برباد سیر خانہ دو گھر
 کبھی ہو کہ بھی تھا اے درد دعویٰ ضبط الفت
 آئیں اس بے نشان کتاب سے کوئی جو جانتا

کھلا یا جو جگر برسوں پلایا پہلو برسوں
 بہا کر اشک آنکھوں نے ڈھول آیا برسوں
 پسینا نیکے پیکر کا جسم سے میرے پہلو برسوں
 رہے پونہی الہی لہو شمشیر و گلو برسوں
 نہیں آتا زبا نکل لے حق آرزو برسوں
 مگواے سبکی رو دیا کر گیا جھک تو برسوں
 چمن کا منہ نہ دیکھے کار وای رنگی بو برسوں
 رہ گیا میری تربت پر پوجم آرزو برسوں
 مونس پر بھی نہ آ کر گیا مرطوق گلو برسوں
 رہ شوق تباں میں بھی چلے قبراہ برسوں
 برنگانہ غم ہم منس منس کے دو ہیں پہلو برسوں
 قدم کو گاڑ کر بیٹھے کنار آب جو برسوں
 لگایا ڈھیر پھولوں کا قفس کے رہو برسوں
 اسی گھر میں جلایا چرخ آرزو برسوں
 پلٹ جاتا تھے نالے دل سے اگر تاکو برسوں
 تو کیسے پانوں ہم آنکھوں کے کہتے جو برسوں

رہے تصور حیرانی ہم ان کے ردِ بدرسوں
 نہیں بنتی بچہ دل سے مرے اُچی آرزو بدرسوں
 کوئی گناہ نہ ٹھہرا دل کا باز اور عبت میں
 نہ ہو گا با وفا غوار اسے سیرِ مفاں ہر سا
 رہے مر کر بھی یارِ سبکدے میں دورِ دستوں کا
 یہ کس عیش نگاہ تازے زخمی کیا جھک کو
 چلے تھے ایک دن ٹھکانے سناغ کو سوسوں نے
 رہیں کیونکہ تو صیفِ دہن میں دو خود شاعر
 پسچا دل نہ اُسکا بھی کبھی تیری طرح قاتل
 صدف سے جب یہ نکلے شرم آئی تیرے دھنوں
 ہماری آنکھ نے کیا جانے کس حسرت کو دکھا تھا
 زباں اظہار حق سے کافر نہیں کوئی کہتی ہے
 لگایا دختِ رز کو منہ نہ میں نے بچاقتی ہیں
 ہوا یہ قحط آبِ آلتیں ساقی کی فرقت میں
 تصور کب گیا دل سے مر کر گمان جانا کا

ایسر اک مصحفِ تربت کہیں صورت دکھاتا ہے

بدن میں خشک جب ہوتا ہے شاعر کا ہوبرسوں

بے حجابانہ مرے گھر جو دہ آجاتے ہیں
 طرفہ شکنی ہے اگر طور پہ آجاتے ہیں
 دم کے دم کو مرے پہلو میں جو آجاتے ہیں
 پتلیاں نکلیں تو پھر جاتی ہیں کھودنم ترش
 ایک تصویرِ دردِ دل پہ لگا جاتے ہیں
 جوش و برقِ تجلی کے اثر آجاتے ہیں
 دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہیں
 وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ پر آجاتے ہیں

یہ بھی ایسا ہے کہ غصہ نہیں اُترا اس تک
 کرتی تیغ قضا ڈھونڈ کے انکو چورنگ
 باد آتا ہے جو ہنس ہنس کے رانا میرا
 ساغر زہر ہلا بل بھی جو دیتا ہے فلک
 کیا بھی میں عدم آباد کے جانے واسے
 جب پلٹ جاتے ہیں وہ ہاتھ کر پر رکھ کر
 اور جیتا کر کس کیا ادھر آئے واسے
 کیسے کوچے سے یہ آئے میں ہوا کے جھونکے
 جو تڑے دلیں وہ دیکھنے واسے تیرے
 کچے چالاک میں یہ ترک کر گئے ہی نگاہ
 گل سے مطلب ہیں گلشن میں نہ بلب سے من
 گوگل جاتے ہیں آ آ کے گھٹا کمر لگے
 ساہ آئینہ رنوں کو نہ سمجھنا اسے دل
 بہر خشک سمجھتے ہیں مجھے کیا رہد
 پتا ہے اندھ میں مٹانیکو حسیں دل کیلئے
 میں خریدانا گرہوں تو ننگے کا ان کی
 من کی شان کو ہے بوقلمونی لازم
 لک الموت کبھی بن کے سلا دیتے ہیں
 کیا بلا ہو کے وہ گیسو مجھے پٹے ہیں اتیر
 آنکھ سو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہیں
 نہ میں ہوش میں ہوں نہ وہ ہوش میں
 بہ الفت کے وہ حسن کے جوش میں

مرآة الغیب

شک کردہ زلف آئی ہے تاکر کہ لیلیٰ ہے بخون کے آغوش میں
 نہ اٹھو ابھی بزم سے سے کشو ہمیں بھی تو آ لینے وہ ہوش میں
 نکل آنکھ سے اشک ٹھہرا ہے کیا گھر ہو کبھی اس بنا گوش میں
 کہیں نعل ہم کیا لب یا رکو کہ ہے فرق گویا دغاوش میں
 قدم پر جو گرنے لگا غش میں نہیں کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش میں
 بہت دختر رز سے گرمی نہ کر کہیں آے واعظ نہ وہ ہوش میں
 نہ کر ساقیا اب تو قحط شراب نہیں جان رند قدح نوش میں
 پلا دھل میں سے نہ ان کو امیر

مزه کیا رہے جب نہ وہ ہوش میں

میکش کے دل کے راز کسی پر عیا نہیں شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہر زبان نہیں
 عالم میں اُس کے حسن کا جلو کہاں نہیں فافوس کا بھی شیشے سے خالی مکاں نہیں
 موجود خشت خم ہے اگر زباناں نہیں اتنی تو میغوش کی ادھی دکاں نہیں
 کرتے ہوا نکسار کی باتیں ہے آج کیا میرا بیان ہے یہ تمہارا بیان نہیں
 مردہ جو چھ تعریب کا بے گورہ گیا دو گز بھی کیا زمین تہ آسماں نہیں
 اک حوروش کی خانہ زنداں میں جو حیا د سو جیں نسیم خار کی میں ٹہرا نہیں
 کیا کیا کرینگے قتل نکرے تو دوا نہیں پنہاں جو تیغ رنگ میں جو ہر عیاں نہیں
 کیا بابا غباں کا ڈر کہ میں ہوں طاؤثر جز شاخ نالہ اور کہیں آشیان نہیں
 چشم سیاہ یار کے اتنے گئے ہیں دھت ۱۰ میل سرمرہ منہ میں ہمارے زبالا نہیں
 طوطی جو آجکل سگ جاناں کا بولنا لذت میں نیشکر میں سرے استخوان نہیں
 مرقہ میں بھی نصیب کی گردش وہی رہی سجھتے تھے ہم زمیں کے تے آسماں نہیں
 بالیدہ اسکے آنے سے ایسا ہوا چین ساقی وہ کون شیشہ ہو جو آسماں نہیں

اذناں چین ہو وحشی نازک مزاج ہوں کچھ لوگوں کی بدھیوں میں مری ٹیریاں نہیں
 آنکھوں سے ہم تو سعادہ جاناں کے گرد ہیں حلقہ ہماری آنکھ کے میں چوڑیاں نہیں
 ہوں اس چین میں طائر کمر پر تو کیا ہوا صیاد ابھی ہو دور بنداشیاں نہیں
 لذت جو آیلے نے اٹھائی ہو خار کی کیڑو کر بیاں کرے کہ دہن میں باں نہیں
 پیری میں اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب آؤ قبائے تن پہ ہے یہ جھیریاں نہیں
 ادنیٰ یہ فیض ہے سخن ابدار کا موتی صدف میں جو مئے مخمیں نیاں نہیں

ایذا کا خوف صاحب تمکین کو کیا امتیر
 نشتر سے آشکار گشتاب گراں نہیں

مرتبہ تیغ ادا کا وہی بسمل تھیں زلیت کو مرگ سچا کو جو قاتل سمجھیں
 قاتلوں سے کہو سر کاٹ کے مغرور ہوں اپنے سر کو بھی تہ خنجر قاتل سمجھیں
 اسے پری ان کے لیے فکر سلاسل جو عبث جو تری زلف مسلسل کو سلاسل سمجھیں
 اک تجلی میں جو مونی سے ہو طالب کا یہ ناک اور پھر کسکو وہ دیدار کے قابل سمجھیں
 بہان جاں جسکو کہے جان اسے ہم جانیں جانا دلربا جسکو کہے دل اسے ہم دل سمجھیں
 لاکھ وہ لاکھ میں شاید کہ اٹھے ایک کا پانوں عاشق اتنی جو کڑی عشق کی منزل سمجھیں
 زندگی یاد کے اور موت ہو اللہ کے ہاتھ کسکو آسان کہیں ہم کسے مشکل سمجھیں
 آشادہ سے کچھ ہوں جو بتائیں بیدرد میری ہر آہ کو اک مصرع بے دل سمجھیں
 کیا کسی دل کے ترپنے پہ انھیں رحم آئے رقص بسمل کو جو آرائش مخمل سمجھیں
 بت میں بھی دیکھتے ہیں نور خدا کا جلوہ واعظ حق کے جانیں گئے باطل سمجھیں
 اپنے ہاتھ اپنا گلا کاٹ کے خود بسمل ہوں کچھ بھی لذت جو ترپنے کی یہ قاتل سمجھیں
 زخم کا ذکر تو کیا ضد یہ بہانہ تک مجھ سے زہر دس بوٹے خط کا جو دہ ساک سمجھیں
 آپ پیری و جوانی پہ نہ جانیں صاحب دل عاشق کو بدستور دہی دل سمجھیں

مرآة الغیب

گھر کریں دلیں وہ شرا تے ہیں کیوں آنکھوں سے اس کو محل تو انھیں پر وہ محل سمجھیں
یوں تو ہر غنچہ گل شکل صنوبر ہے امیر
جسمیں کچھ درد کی ہو آئے اسے دل سمجھیں

کس طرح موت کو آساں نہ وہ سمجھ سکیں
آنکھیں کریں میرے چہرے پر نظر
پہنچ قہمت نے دیئے ہیں یہ اسیر کو تر
فیض کر تے ہیں آئیں وہ کہیں آئیں تو
جلد لے لیں کہیں اس کو بھی فراغت پہنچا
حوریں بنائے ہیں روئیں شہدائی نکلیں
ہو مزہ غم کو گناہ انھیں کچھ نہ نہیں
دوستی میں دیر رہا شکست دل میں
دل جو آگاہیوں پہ لوٹے تو وہ کیوں شانوں
پانی پڑکائیں دم نزع نہ منھیں احباب
لیسہل نازا داہم سے کہاں پوئے ہیں
اتنے خود میں نہیں یار ہیں تو میرا سکو
جہت میں داغ ہوں میں لائے کا تختہ جبر داغ
وزن کا یک دم جو بڑے تیغ کے مانے نظر
مرد سے کچھ نہیں زندوں سے نہیں نیچے

نے اڑے گر طرب بارغ فنا ہم کو اتیر
نالہ دل کو ہر طائر بسمل سمجھیں
دامن رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ میں
پھول ہو جائیگی دوزخ کے شرا تے ہاتھ میں

مرآة الغیب

گل تہے چھلڑوں کے میں اگل جو سارے میں
 باغ الفت کا ہو گلستہ ہمارا تھ میں
 پوچتے ہو کس سے جو جا ہو کرو غیا ربو
 دل تہا ہا تھ میں ہوا ہمارے ہاتھ میں
 اسے پری افشاں چھڑ گئے کا ہو تھ کو شوق ہو
 زہر و دھڑے آسمان سے لیکے تارے ہاتھ میں
 لطف اٹھنے سیر حاصل کا شب ہاتھ میں
 ہا تھ اُسکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ میں
 ہم وہ بزم میں کیا کہ روزِ بیکارِ خسِ غمانہ ہوا
 حوریں دوڑیں لیکے جنت سے ہزار ہا تھ میں
 ہم بہت لاغر ہیں ہیناؤ نہ ہم کو تھ کدی
 ڈال دو چھلا کوئی اپنا ہمارے ہاتھ میں
 انگلیاں شوخی سے چمکانا نہیں وہ تھ میں
 یہ سمند ناز بھڑنا ہر طرارے ہاتھ میں
 جام کیسا جام چلو کو بنا سکتے نہیں
 جو تہہ ستی سے رہے بھی ہمارے ہاتھ میں
 ناز سے کہتے، سر رکھ کر انی آنکھیں پر ہاتھ
 دیکھو یوں نیچے ہوتے ہیں چکارے ہاتھ میں
 آتشیں رنگ حرا ہو بہ عجیب معجز نما
 ہر ضیا مثل کیف موسیٰ تہا رہے ہاتھ میں
 کینازات ہو جو توڑ اشاخِ گل سے کوئی ہاتھ
 آتش گل سے پُٹ چھلے تہا رہے ہاتھ میں

حلقہ لگیو نے جاناں وہ بلا ہے اسے اسیر

جھپ رہی میں کھلیاں دہشت کے تار ہاتھ میں

کھائی شکست گل نے اس گل سے جین ہیں
 ارباب جو کھڑے کھڑے جو عضو جہان میں
 ہیں چشمِ دول شکانے جیک ہو روح تن میں
 کیا مصحفِ آری ہو دو لہا میں اور دھن میں
 ہو چرخ پر یہ ایما بروئے ماہ نو کا
 کچھ کچھ خمیدگی بھی لازم ہے بانگین میں
 غصے سے یاد اس نے کچھ کو کیا ہو شاید
 جو ساتھ چکیوں کے رشتے بھی جہان میں
 بڑھتی ہو عمر حقیقی ہوتی ہے عقلِ اخروا
 ہر دم نامزہ ہو اس بادہ کہن میں
 یمن قدم سے تیرے بالیدگی ہو اسی
 جو شمع و لکڑی میں شمشاد ہے چین میں
 ہو جمع مال آفت دیکھو اے غیلِ غافل
 کیسے کا باند تے ہیں کس کر گلارہ سن میں
 کیا جانے کہ چھوڑا بھڑوں نے کیا شگوفہ
 بلبل پکارتی ہے صیاد کو چین میں

مرآة العیوب

شیخ حرم اگر تو جلوہ تبوں کا دیکھے
دیکھائی بھی غافل گدڑی فقیر کی ہے
دیبا حریر قاقم تھارفت خواب جن کا
دایخ جگر کا پھار چل کر وہیں جھڑا نہیں
سننے جو بندے میں اس گل کی نادر
کیا نگہ گریاں انگور کا ہے دانہ
میں نفس کے ہوں در پہ نفس کی پور
کنواں کے چاہ میں تھایوسف کو پہل کرنا

یاران رفتہ کا ہے غم اے امیر ناخ

چھوٹے ہوئے سفر کے لمبائی میں

سمجھا یہ میں جو نکلے شاخوں سے گل جن میں
ہو باغ باغ بلبل جس طرح تو جن میں
اس بُت نے منہ چھپایا کیہ ہے چھپن میں
آزاد رہ کے ہم نے ایام عمر کاٹے
ظاہر یہ جانہ اس کے جو پیر زال دنیا
آواز کن جو آئی کانوں میں ہم یہ سمجھے
حال بدن کہوں کیا دل ہی تھا ہوا پر
کیا جانیں جز خموشی تیرے گرفتہ خاطر
یاروں سے انس کیا غریب تیرے گھر گھر
راتوں کو مثل شبنم چھپ چھپکے باغبات
غربت میں جو صورت خط میں کھول کر انک

صوفی نکل کے میٹھے خلوت سے آہن میں
پھرتے تھے دلی ہی ہم بھی خوش خوش کھلی میں
ایدل خدا خدا اگر غور شد ہے گہن میں
دو چار دن سفر میں دو چار دن وطن میں
غافل ہو یہ زینیا یوسف کے پیر ہن میں
غربت کا رقی جو بس رہ چکے وطن میں
اک شیخ جو سودہ بھی خاموش انجمن میں
کہنے کو سوز باہن میں غنچے کے درن میں
ٹھہرے مسافر نہ دو پہاڑ دن وطن میں
ہر بھول سے پربت کر دناہوں میں جن میں
تصویر انجی بھیوں احباب کو وطن میں

مرآة الغیب

وقت میں عیش کیسا شیشے کی طرح ساقی
گل گل کے برگئے میں فرقت میں سدا
وہ سقید سر پر تیار کی عدم ہے
بلبل نے درد و فرقت پھانسی گلے میں ڈالی
عشق دہن میں تیرے سحر سے یہ خون ڈالا
چھڑے صبا نہ اتنا کہ در میں کو گل ہوں
کس وقت ہوں لشیاں کو کج نہ چاہتا ہوں

دخت اسیر اپنی کچھ آج سے نہیں ہے

مانتہ گل ازل سے جو چاک پر ہن میں

ہم جو مت شراب ہوتے ہیں ذرے سے آفتاب ہوتے ہیں
ہو خرابات صحبت و اعطی لوگ ناسخ خواب ہوتے ہیں
کیا کہیں کیسے روز و شب ہم سے عمل ناصواب ہوتے ہیں
بادشہ ہیں گدا گدا سلطان کچھ نے انقلاب ہوتے ہیں
ہم جو کرتے ہیں میکہ میں دعا اہل مسجد کو خواب ہوتے ہیں
وہی رہ جاتے ہیں زبانوں پر شعر جو انتخاب ہوتے ہیں
کہتے ہیں مت رمد سودانی خوب ہم کو خطاب ہوتے ہیں

آنسوؤں سے اسیر ہیں رسوا

ایسے لڑکے عذاب ہوتے ہیں

لچہ خار ہی نہیں مرے دامن کے یار ہیں گردن میں طوق بھی تو دو کین کے یار ہیں
سینہ بوکشت گمان محبت کا یا گلا دونوں پہ تیرے خیر آہن کے یار ہیں
ظاہر ہمارے کرتا ہے دیو حرم میں کویا ہم تو نہ شیخ کے نہ برہمن کے یار ہیں

کیا پوچھتا ہے مجھ سے نشانِ سیلِ برق کا
کیا گرم ہیں کہ کہتے ہیں خوبانِ کھنڈ
وہ دشمنی کریں تو کریں اختیار ہے
کچھ اس چین میں سنبڑہ بیگانہ ہم نہیں
کاٹنے میں جتنے دادی غربت کے آنے والے
گرم گشتگی میں راہ بتاتا ہے ہم کو کون
چلتے ہیں شوقِ برق بجلی میں کیا ہوا
پیری مجھے چھڑاتی ہے احبابِ امیر

دردِ ماں نہیں یہ میرے لڑکپن کے یار ہیں
بے نشانی کو گذرِ رخصت کے گلشن میں نہیں
زاراے مرگ ہوں میں کچھ بھی برکت میں نہیں
سو بے ساریہ جو بھسا کوئی گلشن میں نہیں
کہہ دو آئیں نہ فرشتے مجھے خجالت ہوئی
کیوں نہ خوش ہوں کہ بھرا جو یہ سرِ کیف سے
مرگ کے لید بھی جو تیرگیِ بختِ اسی
کیا مری طرح سے ہو گا ترا عاشق اے بُت
آبِ فوارہ صفت خاکِ لہو اچھیلے گا
مزم دوری کی نکالے دلِ عشاق سے پھانس
میں وہ رہو رہوں کہ ہر دستِ تہی ناانِ سفر
ہیں زائلی جو لذت سے بری عالی قد
حور و غلمان میں جو حسنِ بشر میں بھی ہے

دماغ نے ایک بھی زاہد تو ہے دامنِ لکڑیاں
کس سے اُٹھینگے فرشتے کوئی دُفن میں نہیں
طوقِ قمری کی طرح میری بھی گردن میں نہیں
جو جگہ تنگ سمائی مرے دُفن میں نہیں
کہ مرے دوست کی جواربِ لکڑیوں میں نہیں
کہ کفن کی بھی سفیدی مرے دُفن میں نہیں
تپکی پھرائی ہوئی چشمِ برہمن میں نہیں
رگِ جہندہ کوئی قاتلِ مری گردن میں نہیں
فوکِ ایسی مژدہ یار کی سوزن میں نہیں
کچھ نہ امت کے سوا قسمتِ رہن میں نہیں
گزرِ برق کبھی ماہ کے خرمن میں نہیں
کم یہ تصویرِ گلِ رنگ میں رخن میں نہیں

دوڑتے ہیں دل عاشق کو سمجھ کر کنجشک
 بجھت سے ہم کو وہ معشوق ملا سادہ مزاج
 دلوں کا امان تھے پڑے پہلے بھی پردہ تنگ
 دلت حسن کو کیا دولت دنیا ہو نچے
 ابھی کس میں اُنھیں ہوش لو کہیں نہیں
 چین چولی میں شکن کس کہیں دامن میں نہیں
 لاگ اور اس کے سوا کچھ سرگردن میں نہیں
 جو چمک رنگ طلائی میں چاندن میں نہیں
 ہوں وہ لاغر جو ملک آئے پس سرگ امیر
 پھر گئے دل میں یہ سمجھے کوئی مدفن میں نہیں
 چھٹ کے بھی قید ہوں توت جو مرن میں نہیں
 غن آفات جہاں کا دل روشن میں نہیں
 چشم مناک نے اشکوں کا یہ فیہ برسا
 پردہ بجا جو غم عشق کوئی چھپتا ہے
 دل جو صد چاک جو اُس میں خیالِ رخ دست
 اپنے چہرے کی برائی سب اُسی کو دیتا
 باطنیاں باغ کو کیا کہے خزاں نے لوٹا
 فاتحہ پڑھے مری قبر پر آئے کوئی کیا
 گرم آنسو ترے بخوار کے میں اسے قتی
 بزم میخانہ ہے کیا انجن ناند و بنانہ
 دل کچھ جاتے ہیں سب کے ترے بازو گیر
 کو چہ عشق میں جا دیکھ فروغِ رخ حسن
 خندہ زن کیا ہو کہ طوق ایک ہو اہن کاندہ
 غور سے دیکھ لیا عاشق و معشوق ہیں لیک
 کیا اندازہ ہو نہیں صاف کسی سے کوئی
 ابھی کس میں اُنھیں ہوش لو کہیں نہیں
 چین چولی میں شکن کس کہیں دامن میں نہیں
 لاگ اور اس کے سوا کچھ سرگردن میں نہیں
 جو چمک رنگ طلائی میں چاندن میں نہیں
 ہوں وہ لاغر جو ملک آئے پس سرگ امیر
 پھر گئے دل میں یہ سمجھے کوئی مدفن میں نہیں
 چھٹ کے بھی قید ہوں توت جو مرن میں نہیں
 غن آفات جہاں کا دل روشن میں نہیں
 چشم مناک نے اشکوں کا یہ فیہ برسا
 پردہ بجا جو غم عشق کوئی چھپتا ہے
 دل جو صد چاک جو اُس میں خیالِ رخ دست
 اپنے چہرے کی برائی سب اُسی کو دیتا
 باطنیاں باغ کو کیا کہے خزاں نے لوٹا
 فاتحہ پڑھے مری قبر پر آئے کوئی کیا
 گرم آنسو ترے بخوار کے میں اسے قتی
 بزم میخانہ ہے کیا انجن ناند و بنانہ
 دل کچھ جاتے ہیں سب کے ترے بازو گیر
 کو چہ عشق میں جا دیکھ فروغِ رخ حسن
 خندہ زن کیا ہو کہ طوق ایک ہو اہن کاندہ
 غور سے دیکھ لیا عاشق و معشوق ہیں لیک
 کیا اندازہ ہو نہیں صاف کسی سے کوئی

مرآۃ الغیب

اب یہ سنجیدگی طبع سے خالی ہے جہاں مصرع سرود بھی موزوں کسی گلشن میں نہیں
 دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن میں نہیں
 دواہ کیا تازہ صفائیں تیرے رنگیں جو اتیر
 رنگ ایسا کبھی فردوس کے گلشن میں نہیں

غم دنیا کا گذارہ مرے سکون میں نہیں
 کوئی نساہل ہے جو زلف بہت پرچن میں نہیں
 لے جنوں خوب ہوا در ہوئی قید لباس
 کس کی آمد ہوئی گھبرا کے جو کتا یہ رنگ
 اسے بچوں دست دھازی کا تہے نایل ہوا
 چاہیے کیا مجھے خشر میں کوئی اور گواہ
 کہتے ہیں وہ خط ریح جلد بنا اے حجام
 ڈھونڈو لو گرمی دل جا کے گراں جانوں میں
 ہرگز نہ ہو کے زبان کبھی جو قتل میں وہ تیغ
 آتش سے جو اٹھتا ہے دھواں کافی ہے
 جانتا ہے مری خاطر کی کدورت وہ ہر
 کبھی زنداں کی طرف بھی وہ پری آنکھ
 تیغ قابل کا لب خشک ہو تر فرج کے وقت
 دور کر تیغ طبیعت سے کہ ہوسب کو عزیز
 تیرے بیتاب کو کیا سیر ہو گلشن کی پسند
 کشتہ تیغ خیر ہوں میں اس محفل میں
 کیوں لگاتے ہیں سر گریز غریباں و حصیں

اشک ماتم کی جگہ دیدہ روزن میں نہیں
 زور ایسا کسی اڑتی ہوئی ناگن میں نہیں
 شکوہ طوق گریباں مری گردن میں نہیں
 رخصت اے گل کہ گذارہ گلشن میں نہیں
 چماک جو کھن گریباں کا کہ دامن میں نہیں
 کیا مرے خون کا دھات تیرے دامن میں نہیں
 کام اس سبز قدم کا ہے گلشن میں نہیں
 یہ خشر رنگ میں ہو گا اگر آہن میں نہیں
 کون سرور جو ہے سایہ دامن میں نہیں
 کس کو یہ داہونہ ہوا ہے جو گلشن میں نہیں
 ذرہ خورشید سے پہاں کسی روزن میں نہیں
 اختتام کسی زنجیر کے شبیوں میں نہیں
 خون اتنا بھی ہمارے رب گردن میں نہیں
 عقدہ تاری کی جاویدہ سوزن میں نہیں
 آئیاں طائر سیلاب کا گلشن میں نہیں
 جان تصویر کے اندر مرے تن میں نہیں
 دفن لاشے ہیں وغینہ کسی مدفن میں نہیں

مرآۃ الغیب

بزم میں جیکے رہا کرتی تھیں شمعیں روشن سو جھٹکا کچھ انھیں تاریکی مدفن میں نہیں
 نقی بھی سایہ دیوار مکان ظل ہما آشیاں چند کاب کو نسے روزن میں نہیں
 قتل کرتی دود بارہ میں شرم آن کی امیر
 خم شمشیر ہے خم یاری گردن میں نہیں

عالم پیری میں وہ یوسف لقمانتا نہیں
 اصل بت ہوتا نہیں جو یا خدا لمتا نہیں
 حسن بے پردہ جو عاشق کا پتا لمتا نہیں
 اے امیر اول تودہ نا آشنا لمتا نہیں
 دل لگاتے ہیں تود دنیا کے مزے یوا سٹے
 ذبح کرتا جو تو میرے دست دبا زد کھولے
 حشر میں گھیرے ہیں اس کثرت بسمل کو تو
 اک غمی سے رہ گیا سارے زمانے کا حجاب
 ٹھہ کریں کھانا مقدم جو منزل کا مقصد
 ہوشیاری شرط ہے غافل جہاں جھپکی پلمک
 دہیں بھی جو اسید کا فیض اس حال حرم
 بن کر کیونگی معشوق و عاشق ہیں جو لوگ
 اتنی تیزی کہ نہ قاتل ذبح کرنے میں سر
 تازہ دار دہوں عدم میں حال در کس کپڑوں
 ہجر کے حرفوں میں بھی ایسا اثر ہے ہجر کا
 رزق کی وسعت جو ہو منظور ایدل کر دعا
 راہرو کا ذکر کیا ہے سرزمین عشق میں

صبح جو طور شہید روشن کا پتہ لمتا نہیں
 دھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا لمتا نہیں
 فیض بخشی پر کریم آیا گدا لمتا نہیں
 مل گیا جبکہ کہیں اس کا پتا لمتا نہیں
 اے تو تم سے کوئی بہر خدا لمتا نہیں
 رحم کو قاتل کہ بے تڑپے مزا لمتا نہیں
 روح بھگتن سے اتنا رات لمتا نہیں
 کون جو جس سے وہ عالم آشنا لمتا نہیں
 راہرو پہلے نہ جھٹکا راستہ لمتا نہیں
 خواب میں بھی ساتھ دلوں کا پتا لمتا نہیں
 برہمن کو بت بھی بے اذن خدا لمتا نہیں
 دکھ نہیں کیا رنگ کاہ دکھ رہا لمتا نہیں
 دم تو لینے دے ترپنے کا مزا لمتا نہیں
 ملک بیگانہ جو کوئی آشنا لمتا نہیں
 لب سے لبقت لفظ اک در لمتا نہیں
 بھیک کا ٹکڑا گدا کو بے صدا لمتا نہیں
 سیکہ دوں منزل نشان نقش پا لمتا نہیں

مرآة الغیب

جس لمح میں دیکھئے شتر ہیں مروے اے امیر
خاک کے نیچے بھی کچھ اندوا ملتا نہیں

موتے مڑ نکال سے تیرے سیکڑوں جلتے ہیں
حرم و دیر میں عشاق کے مشتاق مگر
کوچے یار میں اول تو گذر مشکل ہے
شیخ ساں جلتے ہیں جو زیم مجبستہ تھے
اخر آب بقا خاک رہ عشق میں ہے
حرم چو چڑھتے ہو نظر پر تو تھرا ہے ہوتے
زادہ و تم کو جہاں ہم کو دیر یار پسند
وہ سے کیا اہل عدم کو بھی پھینا لاتے ہیں

کیا اثر نام علی میں ہے کہ لیتے ہی امیر

کام بگڑے ہوئے جتنے میں شور جاتے ہیں

سے پٹیں کیا کہ کچھ قصا ہی نہیں
حضر کیا جانیں مرگ کی لذت
شعر و صفت و ہن میں سیکے کہا
کس طرح جائیں انکی محفل میں
کیا سنیں گے وہ خلق کی فریاد
لذت عیش و صل کیا جانیں
کل تنگ تھا وہ لبط وہ اخلاص
ہو ہمیں اب تو تیری الفت میں
مزنواں سے کہتے ہیں وہ امیر

ساقیا باغ میں گھٹا ہی نہیں
اس مزے سے وہ آشنا ہی نہیں
ایسا مضمون کبھی سنا ہی نہیں
جنگل دل میں جاری جاری نہیں
کہتے ہیں جو کوئی خدا ہی نہیں
اسمیں حصّہ ہمیں ملا ہی نہیں
آج وہ شوق آشنا ہی نہیں
صدیہ وہ جس کی انتہا ہی نہیں
کیا تمہاری کبھی قصا ہی نہیں

مے رفتہ کوٹھکانے قیامت بنگاتے میں
 دیا پوئل یاروں نے کفن نگیں بھساتے میں
 ہماری خودی تہید ہو تیری لاش کی
 محبت کا بڑا ہود کو رو کوں یا سگر تھا مل
 گذر گاہ جہاں خالی نہیں رہتی جو کثرت سے
 شعاع ہر کس کس شوق سے آکر لپٹی ہو
 طلب شائے کی ہر لطف دہنا کی ہر پیر یار پہ
 بہانہ جو حجاب بند کی کا یہ بھی ایک شوقی ہو
 نظر اس پر نہیں کرتے خود آئے میں پر یار
 نظر آتا نہیں کچھ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں
 عزیز ایسی جاسے قائل کہ لعل جان دید کی
 حسینان جہاں کتنے میں شاید در دکاشد وہ
 نہیں خالی ہماری و شربت دل بہو باری سے
 جنازہ پر جو آئینہ کہو ان سے تو کہتے میں
 گوری وہ نہیں کھاتے میں تسی دل کے ہو شوق
 دیکھیں میں کہ رکھ پیتے میں تیرے حیر کر دہیں
 ہماری غم شونگی تھک گواے زباں کیا ہو
 وہ اشقی جو گھٹا وہ برتن چکی وہ بہار آئی
 دیا جانا ہو شمشیر قضا پر بارہ کا ڈورا
 نہیں یو یار بھی در پردہ آنکا چھڑ خالی
 آئینہ زدہ ہو کر غنی دل سوکھ جانا ہے

پڑا ہو نہیں یہاں آکر تو یوں ٹھکراتے ہیں
 تماشا ہو کر کشتے کو ترے دوٹھانباتے ہیں
 شکار نقش اپنا ہم ترالقد جاتے ہیں
 مرقاہ سے یہ دونوں کھو نوں بنگاتے ہیں
 تماشا گاہ ہو دیکھو ہزاروں آتے جاتے ہیں
 کبھی کوٹھے پہ چڑھ کر وہاں آتے بنگاتے ہیں
 خدا حافظ یو بنگائی کا آئینہ منگاتے ہیں
 ہماری تولد شعی میں جو ہسے چھپاتے ہیں
 ہمیں کوادر آئے اپنا دیوانہ بناتے ہیں
 لگاتے ہیں وہ سرمہ کوئی جادو بنگاتے ہیں
 تری تلوار کا دم اپنے سینے میں چماتے ہیں
 جگہ تیار جو دہیں اسید کا دل دکھاتے ہیں
 گریباں بھاڑ کر پیوند امن میں لگاتے ہیں
 کہیں تابوت کا بوجھ ایسے ناز کی اٹھاتے ہیں
 نگیں یا قوت کا نیلم کی شری پر جاتے ہیں
 کوئی شیشے کا ٹکڑا راتے میں لپی جو پاتے ہیں
 فرشتے قضا ہے میں ہاتھ جیم لٹکھاتے ہیں
 اٹھو رند چلو دوا غلط تو نہیں رہتے ہیں
 مبارک گلوانے لہو پھر سرہ لگاتے ہیں
 ملا دیتے میں اتنا وصل کی شب کہ لگاتے ہیں
 وہ سیلے ہلو قصہ طبع کے جیت داتے ہیں

مرآۃ العیوب

کباب بیخ میں ہم کر ڈھیں بہر بود لے ہیں
سیہ پوشاک میں کر خانہ کعبہ میں جا بیچے
بہار آئی ہر صبح عید کا عالم و گلشن میں
نزارع کفر دین و دور دور زلف و عارض میں
ترسی مٹی ہلکا ہیں سایہ شرمکوں میں پھرتی ہیں
بہا میں کچھ تو پایا دی انھیں اسے چشم تر بہتر
سے کہنہ ہے یہ اپنے ضمیر انھیں زلف
تری محفل میں یہ دیوار کی کہتی ہیں تھوڑی

جو جل اٹھتا رہی یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں
بلا کا بھیس اد کا فر ترے گیسو بدلتے ہیں
نئی پوشاک شمشاد اب کنا رو بدلتے ہیں
مسلمانوں سے ٹولی آجکل بندہ بدلتے ہیں
پدے میں جیسے بانسے پندیرے بہر بود لے ہیں
جواپے موتیوں سے جوہری آنسو بدلتے ہیں
جو چستے نور کے میں کپڑے رنگ بود لے ہیں
ادب سے بیٹھے دلے انھیں زانو بدلتے ہیں

امیر اس باغ میں رہ کر کریں کیا دم اچھتا ہے

نہ نجات چھوڑتے ہیں گل نہ کانٹے خوب دلتے ہیں

گو کہ دیکھے خواب اچھے سب نے تعبیریں کہیں
پہنچے ہم جس شہر میں پوچھا یہ اہل شہر سے
پہنچی نظروں سے مجھے آخر کئے وہ دیکھنے
قیدیوں کا اپنے اس ظالم کو ہوا سیا خیال
ابروں سے کہیں دناکس کو تم کرتے ہو قتل
وہ بت ایشیا کو بت بن جائیں گے واعظ اچھا
لاغر سے اپنی زنداں میں یہ مجھ کو خوف ہو
اُسکے کوچ میں شہر نے کو جگہ چاہے اگر

وصل کی مٹی میں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
خوب رویوں کی یہاں کتنی ہیں تصویریں کہیں
ادب پر ادب جاتی ہیں آہوں کی تاثیریں کہیں
چونک اٹھتا جو غل کرتی ہیں و بھیریں کہیں
خوف و غم کی نہ کھا جائیں یہ شمشیریں کہیں
حاکموں کے ساسے چلتی ہیں تقریریں کہیں
پانوں سے میرے اتر جائیں نہ زنجیریں کہیں
بوسے دریاں جاؤ گیاتی ہیں جاگیریں کہیں

لاکھ محنت کی نہ بھلی وصل کی صورت امیر

ساٹنے تقدیر کے چلتی ہیں تدبیریں کہیں

تمام میں ہیں پھالے اگر چہ زانو میں
کر دو خوب نظر آنسوؤں کا تاروں میں

مآۃ الغیب

۱۔ سر سے قدم تک جو داغدار ہوں
 کہ مجھ میں بدقین چشم انتظار ہوں میں
 جدا ہوں حضور بدن یکا یک سے ہزار ہوں میں
 ابھر رہا ہوں گتہما تہ مزار ہوں میں
 گناہگار نہیں تو گناہ گار ہوں میں
 زمانہ مست ہے کیا خاک ہونیا ہوں میں
 کوئی گناہ کسی سے ہوشیار ہوں میں
 چڑیں درخت پتھر لٹسکار ہوں میں
 کہ انتخاب ہوں میں غرور و زگار ہوں میں
 کرے جزائون کو صاف رہنبار ہوں میں
 تشنگی میں تماشائے لوبہا ہوں میں
 کہ اپنی شکل سے آئینے میں دوچار ہوں میں
 بنگاہ لطف جو جس تیر کا شکار ہوں میں
 جلائے اپنے ہی دامن کودہ شراب ہوں میں
 دکھاؤں جوش تو دریا سے سیکنا ہوں میں
 وزیر اعظم سلطان تاجدار ہوں میں
 دم دغا کف حیدر میں قدا انظار ہوں میں
 شریک عام نہیں خاص کر دغا ہوں میں

امیر دل میں جو کچھ آگیا کیا موزوں

زبان بند نہیں صاحب اختیار ہوں میں

۲۔ کہ تیرے کرم کا امیدوار ہوں میں
 گناہگار ہوں یارب گناہگار ہوں میں
 ہمیشہ گوشہ نشین ہوں وہ خاکسار ہوں میں
 ہوا اڑانہ سے جب کودہ غبار ہوں میں

مرآۃ الغیب

بچاؤ ذائقہ میں آنسوؤں کا تارہوں میں
 کسی کی تیغ کھینچے قتل کو ٹھکارہوں میں
 لکائے منہ مجھے وہ نغمہ دوست کب دیکھوں
 کہو گے جو مجھے میں بوجھ دی کہو گے ہمیں
 ہوا میں باندھتے ہو کیا یہ جھوٹ کہ کہہ کر
 گمان دزد کفن ہو اگر نہ سب آئے
 مرے گناہوں سے ہے انکی منفرت کی نمود
 بتوں کی زلف پر افشاں عذار پر غازہ
 ہوا جو قصر فریدوں میں کل گذرا اپنا
 رقیب پھولوں کی بدھمی اُسے پھلتا رہے
 محلوں باصر میں موتوں کا ہارہوں میں
 کسی پتیر چلے حیدر پر شکار ہوں میں
 رنگ تے بہتین چشم انتظار ہوں میں
 اگرچہ لنگر ملکین سے کو ہمار ہوں میں
 اڑا رہے ہو کہے کیا کوئی غبار ہوں میں
 قفس میں نید کہ مردہ تہ مراد ہوں میں
 گناہ اگر نہ کروں تو گناہ نگار ہو رہیں
 رہو گنا گرد حسنیوں کے وہ غبار ہوں میں
 صدایہ آئی کہ اُجڑا ہوا مراد ہوں میں
 ملے مجھے تو اجل کے گلے کا ہارہوں میں

امیر جاتی جاتی یہ مجھ سے کہتی ہے

خزانہ نہ سمجھو مجھے آخری ہمار ہوں میں

ٹھہر کر میں کھاتا ہوں سر بہ گام پر نہ تائیں
 لے گیا تخت جگر اپنے جو میں گلزار میں
 دیکھ سکتا ہوں کوئی یاہر سے میں ماند کا حال
 بزم کثرت تو وحدت سے کبھی خالی نہیں
 چاہا میری کوئی دیکھے کو چہ دلدار میں
 برگ گل بلبلی سمجھ کرے کئی شکار میں
 در میں رخسہ کہ نہ روزی یار کی دلدار میں
 چشم بینا ہو تو یوسف سیکڑوں بانہ میں

حال آئینہ ہے میری جہہ سائی کا اتیر

منہ نظر آنے لگا سناپ در دلدار میں

روایت داؤد

صورت پیش کہاں تاب تکلم مجھ کو

مرآة الغیب

اللہ تھا کوئی شب بھر مصیبت کا شریک
 رکے راحت تو ملی پر ہے کھٹکا باقی
 وقت فرصت تھا میں بھر تک وہ ہستی میں
 ایک کو ایک سے بڑھ کر ترے جلوہ کا شوق
 انکسراں خاک میں ملنا بھی چھینے طاقت ہو
 آہو ہے یہ مری پیر مغاں کے آگے
 وحشت دل سے زمانہ میں بھروسہ مثل نگاہ
 روز کھلائی ہے دنیا کا سپید اور سیاہ
 ہوں وہ مضمون کہ زمانے کو اگر ہاتھ آؤں
 از طلائع آؤں سے عجب کیا ہے اگر
 ہوں میں مشتاق شہادت کہیں حسرت تیرے
 حشر میں وہ کناں قبر سے یارب نکلوں
 مجلس وعظ میں ہیں مست اگر جا بیٹھوں

شمع کی طرح میں وہ سوختہ قسمت ہوں امیر
 مولے کے جلا دیتے ہیں مردم مجھ کو

ساری گل ہو سے جو سر خم مجھ کو
 کبریا کی طرف پڑھتی ہے آنکھوں سے ناز
 ادا سے بخود کی شوق کیا خوب سلوک
 ہوں میں وہ قطرہ جو غیاں کی قبل تیرے ٹوکوں
 نہیں معلوم وہ جہان ہوئے ہیں کسکے
 چو نماں زہمت خاطر سے عدم کو پہنچا
 ہوش کی طرح سے مستی نے کیا گم مجھ کو
 چاہیے گرد نظر بہر تیسم بھسک
 اُس کو جب ڈھونڈ نکالا تو کیا گم مجھ کو
 کھینچے شوق سے آغوش میں قلزم مجھ کو
 آج گھر گھر لے پھر تاپے تو ہم مجھ کو
 بال و پر ہو گئے لب وقت تبسم مجھ کو

خلوت وصل میں کچھ کام نہیں ساقی کا
بے ثباتی میں نہیں کون سی جامیری غود
خمر سے تھا کبھی اک قطرے سے کم ساقی
میں تو کیا عکس سے وہ آئینہ بد کہتا ہے
دھوکا کھاتے ہوئے آدم کو زمانہ گذرا
مردمک ہوں کہ سویدا ہوں الٹی کیا ہوں
میں ترا عکس تھا اس آئینہ مٹی میں
دیکھتا ہوں کبھی آئینہ تو روتا ہوں اتیر

اپنی صورت پہ خود آتا ہے تر تم مجھ کو

قطرہ سے نے کیا پوشِ صفت گم مجھ کو
ہوں میں نقشِ قدم اس رہگذر مٹی میں
میں جو مر جاؤں تو اے پیڑیاں کہدینا
ہو مری قتل کی یارب یہ خوشی قاتل کو
زندہ اعجازِ سیما سے تو ہو سکتا ہوں
دی صدا دکو جو اُس بزم میں تنہا چھوڑا
ہو سب بحر سے تا قتل گھر سجدہ قبول
لالہ دگل ہوں خس و خوار ہوں یارب کیا ہوں
یہ چلی ہو تو سنبھلائے ہوئے لیچل سو یار
ہوں وہ سیکش جو کردں رخِ در تو کہ طیرت
نگہ بھر کہاں یار جفا پیشہ کہاں
موزد لالہ و جد کا چاغت ہو ہاں مثلِ پند

مرآة الغیب

نہر نہ لگے یار کی سفاکی کو قتل ہوئے نہیں دیتا یہ تو ہم مجھ کو
بٹ کو اُسے جو اعطی مجھے آجائے یہ چٹا لب ملیں سا غرے کے دہن غم مجھ کو
جاتے ہیں جو حقیقت سے میں آگاہ امیر
کس کے گلے کے یہ معنی ہیں تقدم مجھ کو

اشک ساں جنبشِ رخسار کاں نے کیا گم جھکو
تجھ کو قاتل ہی کے لعل لب غدا کی قسم
برسوں جھیلی ہے معیبتِ شبِ تنہائی کی
دیکھ لوں مانگو ذرا نزع میں آئیے دے
خط بھلنے سے ترسے لوگ نشیں ہوں نکھیں
شوقِ طوفِ حرمِ عشق میں باندھی ہو کر
شب کو ٹکڑوں میں لانے تو میں مثلِ کند
پہلوں میں وہ رند کہ سب دیاں لگاؤں نہ اڑ
مخِ سالِ محفلِ عالم میں وہ بوسہ بخت
صاف کہہ نہیں دیدار دکھانا ہو اگر
اس نے جنت سے جہنم میں جھجھکیں کیا
اس قدر طولِ خوشی کو ہوا عزت میں
بزمِ دیر میں دور اتے ہو کیوں تم مجھ کو
زہر کی گانتھ ہوا دانہ گندم مجھ کو
بزم میں بھول گئی غلہ تکلم مجھ کو

دائے قسمت کہ یہاں قتل کی حسرتِ برائے

اور وہ سمجھے ہیں سناوار تر تم مجھ کو

پہلے تم اپنی چتون اپنی نظر کو دیکھو
اپنے دہن کو دیکھو اپنی کر کو دیکھو
کیا حالی ہو چیتے ہو گم گشت کی کاٹھ سے
اس رخ کی گرمیوں سے برتنی طوطہ بڑی
چڑھتے ہیں کسکے منہ پر شمس و قمر کو دیکھو

مرآة الغیب

پتھر اگئی ہیں آنکھیں جس جا ملائکہ کی
ملتا نہیں جو نالے مدت سے ڈسوندے میں
دینا بدتر میں میں صفحہ سے کفن ہٹا کر
غیروں کے صفحہ تو ہے میں میں کمال غنیمت ہو
حالت ربیع غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو
کس مرتبہ پہنچا آخر یہ رفتہ رفتہ
آخر کو وصل کی شب انسرہ کیونستہ ہو
رکتے ہیں خط سربس پر لگ گئے ہیں گویا

کیا وصل ہو وہ کافر تم اے اسیرِ حرم

کتنے جد اجدا ہیں شام و سحر کو دیکھو

گلے کشیں گے نہ یوں پیرے بدل کے چلو
جنوں بہار میں دیتا جو ہم کو بدتر غیب
برنگ صنیع نقاش ہوزیں رنگیں
خرام بار کا ٹاؤس و کبار سے ہو یہ قول
سے مزار غریباں نہیں جانا پتھر
کے پہنچنے کے چلیں گے گویا طرفِ عاشق
جہاں ہر کسب و کار میں ہے
سب سے پہلے آتا ہے وہ قہر کی گہرائی
میں ہر دم کو جو تھپتھپا رہا تو غیب سے کیا
بہار انی زوایں ہیں چہرہ نشو و نما پر
نہ پہنچ کر میں اسلام سم سے کہتا ہے

مرآة الغیب

اگر نہیں نہیں فرصت تو کہہ دو خوش سے کہ خلق جمع ہر تم میان سے اگل کے چلو
 نصیب دشت میں لائے میں دشت تو تم کو اچھلائے اچھلا کے چلو
 مری غزل کوئی شمس کی چھات کر پھر دو مشاعرے میں جو آئے ہو تم کو چل کے چلو
 قضا کا گرم ہے ہنگامہ کوئے قافل میں

بہتر خیر سے تمھ میں نہ تم اجل کے چلو

آہ میں کھینچوں تو کھینچیں آپ بھی شمشیر کو
 اے نوشاد حدت خوشنما کثرت خوشنما شمشیر کو
 اپنے سہل کا ذرا شوق شہادت دیجھیے
 جانتے ہو لوٹتا ہے خاک پر پتھر کیوں
 ڈال دے عشاق کی آنکھوں پر حیرت کی نقاب
 گرہاں وہ پہلو سے پنجرہ کے آئی صدا
 کھینچے بیٹھا جو نقاش ازل حیرت کی شکل
 سینہ عاشق پر چڑھنے یار تب ہو کھینچیں
 دست و بازو کو تھمتے تکلیف کیوں ہوئے خیر
 صاف کھینچا چراہتا ہے شکل میرانی اگر
 پیاس لاکھوں کی گنجائی واہ ری دریاوی
 پوچھتے کیا ہو تجھے بے بال و پر کیسے کیا
 خود میں کہنے جاتا ہوں زور اتنا زنی دیکھتا
 زلف میں تیرا بنائے ہیں تمارت دیکھتا
 چلتے چلتے تھا گئی دھندلے ہوئے خوف
 لب پر آئی وہ اُدھر ہے جی اٹھی اسکی نظر

مرآۃ الغیب

تا یہ شاہد ہوں وہ دعویٰ خوف نشانی کا کہ
لبے یے سونار کو خوشی زباں شمشیر کو

لڑتا ہے خاک پر اسے ترک دیت سے امیر

ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہے کیا پتھر کو

اوکھاں ابرو سمجھ کر صید کر پتھر کو
ہو چکا میں قتل تو اس سے قضا نے یہ کہا
جب نظر اس ترک کی پھر پڑی تیوری پڑی
فصل گل میں گل کھلے تازہ ہوا گل کہن
رنگ وحدت دلیں کثرت سے سما جائے اگر
چیر کر پہلو کو دل بکھلا ہے مشتاق نگاہ
ہجر زنداں کا ہوں مجرم مدینہ بھی حساب
ناز کیونکر ہو گناہوں پر نہ کونہ کوا سے کیم
بیچ کی باتیں رہیں شاہزادہ سے زلف
صغیر زخماں جاناں بہ لکھا کیا خوب خط
کہہ کو کہتے ہیں نشانہ کہہ کو کہتے ہیں شکار
جب کمال سے چھوٹا ہو دلیں کرتا ہر مقام
دلی ہوئی جو درستی جتنی ہوئی ہو شکست
پوچھتی ہر جمع پر دانوں سے تیری داستان
قالب فنا کی سے ہر دم جو یہ تہید اہل
پانوں اپنا دریاں تھا کھل گئے عقد سے تمام

سخت جاں ہو یہ کہیں صدمہ پہنچے تیر کو
لو مبارک آج سے فرصت ملی شمشیر کو
بل پڑے شمشیر میں سیدھا کیا جب تیر کو
گر چکا تھا ان جوانوں نے سنبھالا تیر کو
ایک برگ گل پہنچیں باغ کی تصویر کو
کیا تماشا عجب دے لینے چلا ہے تیر کو
موتیوں کا چاچا پیو درہ مری تیر کو
پیار کرتی ہے تری زحمت مری تقصیر کو
خوف سلجھانا جو دل ابھی ہوئی لغیر کو
چوم لوں پاؤں جو دوست کا تب تقدیر کو
ترک لڑاؤں گے کیا پتھر سے پتھر کو
خوب سیدھی راہ دکھلائی ہو تیر کو
کرتی جو آباد بربادی اسی تیر کو
گل سنا کرتے ہیں میل سے تری تقریر کو
خاک میں اک دن لادینگے ہم اس تیر کو
سخت شمل تھی یہ کیاں جھیلنی شمشیر کو

دل میں گھر اسکا ہو گردن نمک گذرا اسکا امیر

تیغ قاتل سے جگہ اچھی ملی جو تیر کو

مرآۃ الغیب

گھر گھر تجلیاں میں طلب گار بھی تو ہو
اے یتنہ یار کیا کوئی قابل ہو برق کا
تیری سی اُسمیں تیزی رفتار بھی تو ہو
عین ہی میں سیکڑوں کوئی تیار بھی تو ہو
اے دل کوئی انیس شب تار بھی تو ہو
اے سن خود فروش خریدار بھی تو ہو
اے آفتاب حشر خود دار بھی تو ہو
دست سب میں شیخ کی دستار بھی تو ہو
پہلے شراب پی کے گندگار بھی تو ہو
آئے بہار رونق گلزار بھی تو ہو
برہمی کی نوک دل سے مرے پار بھی تو ہو
راضی تہاں اسانیہ دیوار بھی تو ہو
پردے میں خاموشی کے کچھ اظہار بھی تو ہو
آراستہ ہے فوج علمدار بھی تو ہو

ساتی اُداس کیوں نہ ہو بزم سے دستبردار

میخانے میں اتیر سا سینچا رہ بھی تو ہو

دہن کیا ہے حسن جو خاطر نشیں نہ ہو
کیونکر ہو دل شگفتہ جو عزت نشیں نہ ہو
دہ یاس جو کہ وصل میں بھی ہر نگاہ پر
راحت کی جستجو میں ہیں اہل جہاں عبث
ایضائے خلق پر جویشِ مودی فلک
ساحل سے ہوں میں نقشہ دہن خود کندہ کش
کس کام کا وہ نام جو نقشِ نیکیں نہ ہو
پھولے پھلے دانہ جو زیر زمین نہ ہو
ڈرتا ہوں میں کہیں لنگو دالپیں نہ ہو
ہاتھ آئے دہ کسی کو کہاں جو کہیں نہ ہو
بے سانپ چاہتا ہو کوئی آستین نہ ہو
کہد کہ بحر موج سے چین برہیں نہ ہو

رآة الغیب

مانند بوائے گل چمن دہر سے بھل
نام اس حسین کا قلب صغایہ نقش جو
بتی جہاں کی ہستی حق پر دلیل ہے
زاہد کا صاف زہر ریائی ہو آشکار
ساتی میں نشہ مے عرفاں سے مست ہوں
تیرا نہو مکان جو مشہور ہے فلک
دل سے جو چشم فیض ہو تھکوا تو پاک کہ
ہم زندہ مشرب لعلی مواصی سے ہو نمود
ہوں تنگ اس جہاں صلاں لعلی اکجوں
ساجد خدا پرست بھی اس آستان ہیں
آنا جو چھوگر گریہ لب کشت ز عرفاں

سہر آستان دل پہ نہ پہنچے کبھی امتیر
جب تک کہ عرش پہ قدم اولیں نہ ہو

یاد نہ لے آئی دم زحمتا نے ہم کو
منہ لگایا ہے بتوں نے نہ خدا نے ہم کو
اس کس کو بھی شب غم کی سحر سونے کی
ہر جہاں میں گئی روز جو بھگی آئی
زحمت اسے بدوش و خدا میں ہر جہاں
کشمکش میں ہمیں بیتابی دل کھتی ہو
قبر کی تی میں شب و فصل تہا رہی آنکھیں
ساتیا دیر سے مستی نے نکالا ہوتا

کس بڑے وقت میں گھبرا جائے ہم کو
نہ ادا نے کبھی پوچھا نہ قصا نے ہم کو
اسے بتو دل یہ دکھایا جو خدا نے ہم کو
جی اٹھے ہم کہ کیا یا وقتا نے ہم کو
بخود ہی دور سے آئی ہو بلا نے ہم کو
آنے دیتی جو نہ ظالم کہیں جانے ہم کو
اسی پردے میں تو مارا ہو جیانا ہم کو
خوب ہی روک لیا نعرہ شہ پانے ہم کو

مرآة الغیب

شمع آسا کبھی جلتے کبھی رو تے گزری
 دہریں شمع و حرم سے یہ صنم کہتے ہیں
 خنجر ناز سے چنگ کر چو چلے چار قدم
 ہوصلہ کون تماشا نے تجلی کا کر۔۔۔
 کیا بگاڑا ہو کر اسے شبِ فرقت ہم نے
 آئینہ دیکھ کے ہر بار وہ بت کہتا ہے
 لامکاں میں نہ پتا ہے نہ کواں پتا
 وہ بلا درست ہیں جب کوئی کڑی آتی ہو

خار کیا کھائے گا گل دیکھ کے فرقت میں تیر

ایسے نکتے ہیں ایسی داستان اٹھانے ہم کو

آج محفل سے تم آئے ہو اٹھانے ہم کو
 منہ شب و بھر دکھایا نہ قصا نے ہم کو
 مصلہ دل سے ترپنے کا نکلتا کیونکر
 بن جلا دے جو ہر کو کیا ہم سے عزیز
 اتنی نسبت بھی کفایت جو یہاں شمع
 حلقہ نہ لہے میں پھنس کر کوئی نکلا ہو کبھی
 مسجدوں میں سمجھی بھی کبھی تجاؤں میں
 آئے جاتے ہو وہاں پر تیرے گھر تم پر شب
 یاد آئیں تری آنکھیں تو یہ سج دم ترن
 اس شکر نے جو پہلو سے اٹھایا اپنے
 لچلے داغ ہزاروں چمن بستوں سے

ہائے وہ دن کہ جو اٹھتے تھے بٹھانے ہم کو
 کون پوچھ گیا نہ پوچھا جو خدا نے ہم کو
 دم ہی لینے نہ دیا تیغ ادا نے ہم کو
 آنکھ اٹھا کر بھی تو دیکھا نہ قصا نے ہم کو
 کاش وہ اپنا گم گمار ہی جاسے ہم کو
 موت کے منہ سے پھر آیا جو قصا نے ہم کو
 ٹھیک ٹھیک اُسے بتا نہ ٹھیک نہ ہم کو
 رشک آتا ہی یہاں روز ستا نے ہم کو
 جو ریں فروس سے آئی میں بلا نے ہم کو
 درد دل تو بھی تو اٹھا نہ بٹھا نے ہم کو
 زندگی لائی تھی کیا سیر دکھانے ہم کو

مرآة القلب

مرداے مرگ کہ آفت میں پھنسا کھا جو
انگ نے خاک نے پانی نے ہوائے ہمو
شکے آواز موزوں کی شہ وصل کی صبح
صاف سمجھے کہ بلایا ہے خدا نے ہم کو
ہیں وہ میکش جو گرے میں سمیٹے غرض کھا کر
بدلیاں دوڑے آئی میں اٹھانے ہم کو
استحان تھا جو ہمارا اُسے منظور نظر
ذبح رک رک کے کیا تیغ ادا نے ہم کو

وہ پرکاش تھے اس گلشن مستی میں

دوش سے پھینک دیا باد صبا نے ہمو

بیچ پر بیچ دیئے زلف دو تانے ہم کو
کئی ملاؤں میں پھنسا یا جو خدا نے ہم کو
پر لگائے یہ ترے تیرا دانے ہم کو
تھک گئی دوڑ کے یا نہ قصا نے ہم کو
تو وہ تیروں کا کیا تیرا دانے ہم کو
شکر صد شکر لگایا تو ٹھکانے ہم کو
تیرے پیار سے یہ بیخبری کتنی ہے
کہتے ہیں حشر وہ رفتار سے بریا کر کے
کی جو جب شوق سے منت کی عمارت نظر
سارے عالم میں یہ شہرت جو قصا نے بنا
وہ کہیں گے نہ اٹھا صد نہ فرقت دو دن
دفن بھی انہی گلی میں نہ کیا دانے نصیب
ڈھیروں انگور پڑے کتنے ہیں ساتی لیکن
عیش کر نیو تو تم کو کیا ہے پیدا
عشق ابد میں خدا پار لگائے بیڑا
حیرت عارض جلا سے سکتا جو ہوا

نقد ہوش و خرد و صبر نہ چھوڑا کچھ امیر

آج کو ٹھانے غضب اس درد خانے ہم کو

ہوں وہ بلبل گل تنک پہنوں تو گلشن خشک ہو
چاہتا جو سوز و فراق اس محیط حسن کا
ناگہ جو دمے جاناں کی رنج و داں کے سبب
ناہش خورشید عشرت کے پڑتی ہے امید
ہوں وہ پیاسا ذبح کے دم بھی نہیں پراہوں
زلیت میری میں کہاں رونق بھائی کی گئی
تیرا کھینچ میکہ کے کیست اگر آئے وہ ترک
آبیاری جو اگر بلبل کی اشکوں کی یہی
دماغ دل سے کہہ م اپنی خاک ہو کیا جو عجب
اور بھی گروں ستا تا ہو جو جاتا ہے ضعیف
حسرت دیدار میں کھینچوں اگر میں آہ سرد
تھیں گردخت سفر یا مال طالب نے کیا
اس مسمیٰ آلود لب کا وصف کیا کوئی کرے
چوٹی پر نہ اسے قائل کی تیغ آب دار
حسرت دیدار ہے ہم کو مکان یا ر کی
ہیں اگر رونے پر آؤں صورت ابر بہار
اس قدر ہو بخیر کہ گو غم جو دیکھے میرے زخم
اس گلستاں میں جو مجھ سا کون ظاہر قیاس

مثل خار ایشیاں شاخ نشین خشک ہو
تن میں مثل خار ماہی سر رگ تن خشک ہو
چاہ جس گلشن میں ہو کیا ہو کہ گلشن خشک ہو
کھینچے تر و اس کا بھی شاید کہ دن خشک ہو
حلق میں پانی لبسان آب آہن خشک ہو
کیا ہے روش چراغ ایدل کہ وہ غم خشک ہو
بت کا نہ ہو آب جو خون بر من خشک ہو
ہو یقین حاصل خیز ان میں بھی نہ گلشن خشک ہو
چادر گل پڑتے پی بالائے دمن خشک ہو
پایمال گھاؤ دہنھاں ہو جو خرمن خشک ہو
ایک تھو کے میں یقین ہو نخل میں خشک ہو
پانوں مثل ہو جائیں یاد دہشت سبب خشک ہو
سانے نہ کہ نہ بان بر گسوسن خشک ہو
غیر ممکن ہو کہ اپنا زخم گردن خشک ہو
دیدہ تر کیا برنگ چشم رونوں خشک ہو
سبب ہو دم بھر میں ہو نہ کا جو گلشن خشک ہو
جان مثل رشتہ تن بابت سوزن خشک ہو
پانوں رکھوں میں جہاں شاخ نشین خشک ہو

کیا حرارت جو لگاؤں میں اگر فہم سے امیر

جام مثل چشمہ خورشید روشن خشک ہو

پھوڑ نہیں اے بنو حیا کو کیا منہ نہ دکھاؤ گے خدا کو

مرآة الغیب

تمکاؤ نہ گیسوئے رسا کو
 غلام تجھے دل دیا خطا کی
 کانٹوں سے کہو سنبھال لینا
 بلبیل کو ملی جو باغ بانی
 اے حضرت دل تیرا کو سجدہ
 گل کر گئی میری شمع تربت
 کوچے میں ترے لایہ آرام
 اتنا بجیے کہ کچھ کہے وہ
 کہتا ہے یہ شوق قتل سردم
 کیا کیا تری چشمیگر بچاؤں
 دکھلا کے ہم اپنی سوزت بانی
 ہاتھ آئے اگر نگیں حسرت
 راضی برضا ہوں اسے حسرت میں

کہتی ہے امیر اس سے شوخی

اسی منہ نہ دکھائیے حیا کو

وصال پر جو وصل امتحان کو دیکھو
 خدا کی شان کو دیکھیں ہم اپنی آنکھیں
 پڑا ہوں چہر میں مردہ کی طرح لیستہ رہ
 جنازہ غیر کا نکلا ہے نو نکلتے رہ
 مری طرف سے کہے کوئی حضرت علم کو
 کیسکا دل نہ دکھاؤ خدا کا خوف کرو

امیر یوں ہی سہی چند روز نہ رو دیکھو
 نگاہ تک نہ کرو تم ادھر ادھر دیکھو
 ابھی تو جانا ہی آئے جو اک نظر دیکھو
 ہمیں کو پیو جو چہان سے بھاناں کو دیکھو
 بہت رہے مرے دلیں اب رو دیکھو
 ذرا کلیجے پر اپنے تو ہاتھ دھر دیکھو

مرآة الغیب

چھپا چھپا کر نظر بازیاں ہو غیروں سے
دکھا کے تیغ کو تر پار ہے ہو دیر ہو کیا
ہر سحر عشق کہ چلتے نہیں پر بیل
گیا تھا لیکے خط آیا ہر ہاتھ گٹھا کر
اٹھا ڈانکھ یہ کیا شرم ہر خدا سے ڈر
بغیر غم نہیں ممکن حصول دولت دہر
امیر جلوہ وحدت سے آشنا ہو دل

وہی ظہور وہی شان ہر جہر دیکھو

دل ہے بالبتہ کسی زلف رسا سے کچھ ہو
نہ جیاد طبیب مرض عشق ہے یہ
دیکھنے خط اب کسے چھپوں کہ برائے مطلب
نہ لگتے کسی رستے میں تو مانند خبار
جان پر کھیل گیا میں تو کہا اس نے
لفظا جہانے جو اس زلف سیہ کی ناگن
بڑے بیمار محبت کی ہے صحت مشکل
مخت جان وہ ہوں نہ کٹ جاؤں اگر شرم میں
ہے معادہ میں تنگ کا دشنو ار بہت
تو بھی آخر کسی در کا ہے گدا اے سلطان
نہ محبت کی وہ آنکھیں نہ وہ الفت کی نگاہ
بادہ سرخ ملے تم سے یہ امید کہاں
منوہ در دولت پہ کھڑے میں کیسے

اب تو سر پہ بھی سودا ہر لایا سے کچھ ہو
غیر ممکن ہے کہ تخفیف دوا سے کچھ ہو
جب نہ قاصد نہ کبوتر نہ صبا سے کچھ ہو
ہم لپٹ جائیگی دامن قبا سے کچھ ہو
میں نہ سمجھا تھا کہ تم فصل خدا سے کچھ ہو
واں دوں ہاتھ مقرر میں بلا سے کچھ ہو
فکر ہوا لکھ دوا سے نہ دعا سے کچھ ہو
شرط بدتا ہوں جو پھر تیغ قضا سے کچھ ہو
حل مطلب ہو تو شاید شرا سے کچھ ہو
عفو لازم ہو جو قصیر گداسے کچھ ہو
حال دل کس سے کہوں تم تو خفا ہے کچھ ہو
منہجو تم تو مرے خون کے پیا سے کچھ ہو
اب تو ہم کو بھی عطا خداں عطا سے کچھ ہو

مرآۃ الیغیب

کوئے جانان میں کوئی دم تو فہر جائے پاؤں ایسی افتاد مری غزشیں پاسے کچھ ہو

عالم فقر میں تکلیف گوارا ہے امیر

نہ ملیں گے نہ ملیں گے امرا سے کچھ ہو

دیر سے قتل کے مشتاق ہیں باہر آؤ دیکھو اتنا زکینو کھینچ کے خنجر آؤ

آمد و شدہ نفس چند کی باقی ہے فقط اپنے گھر مجھ کو بلاؤ کہ مرے گھر آؤ

نہ سہی زلیست میں مرنے پہ تو لو میری خبر اب نہ آؤ ۳ جنازے پہ مقرر آؤ

دیکھ لے کوئی نہ آتے مری تربت پہ تمہیں چاندنی شب ہے ذرا اڈھکے چادر آؤ

دیکھ کر آئینے کو عکس سے کہتا چوہہ سنوٹو کچھ اگر حسن کا دعویٰ ہے تو باہر آؤ

مذہ عاشق کی جو کچھ لوٹ ہمیں جو صاحب دل و جاں دونوں جو لینے ہیں بھر آؤ

ساتھ اگر راہ میں جو باتیں بھی ہونی چاہیں آگے پیچھے نہ چلو میرے برابر آؤ

نامہ کی طرح نہ پڑ جائے شکم پر کوئی آنکھ کھول کر بند نہ دروازے کے باہر آؤ

جاں لب ہوں میں عیادت کو مریض کی تو آؤ مالو اللہ کو تم بہر مہمبہ آؤ

تب مزہ جائے گا ان جو کہ کچھ یاد امیر

میری آنکھوں پہ تم اؤمرے سر پر آؤ

حشر کے روز نہ ہو تشنہ وہانی مجھ کو دسے تری میح جو اک قطرہ بھی پانی مجھ کو

تیرے سوج اگر بزر رواں میں دیکھی یاد آئی تری خنجر کی روانی مجھ کو

آب خنجر سے تری پیاس کوئی کھتی جو اور بھی آں لگاتا ہے یہ پانی مجھ کو

خبر دیوں میں صنم ایکہ جو تو ایکہ ہو تو نظر آتا نہیں تیرا کوئی ثنائی مجھ کو

او کس سے ہوں وہاں و گمبار کے وصف خوب معلوم ہیں یہ راز نہانی مجھ کو

اس سے آنکھوں پر یہ مطلب کہ کہ نہیں بھی تھاں یہ یہ بھیجا ہے تو دیوان تنائی مجھ کو

نوجواں کوئی جو پیری میں نظر آتا ہے یاد آتی ہے بہت اپنی جوانی مجھ کو

مرآۃ الغیب

داغ کھا کھا کے کردوں اپنی میراث قات بسر
بات نہ کر کہ مرے عواہ ترے کام کی ہو
جس طرح صبح کو غور شد عیاں ہوتا ہے
بہ خط خاک تہ مستغف فلک بٹھیوں میں
سینہ جلتا ہے پلا جلد شراباے ساقی
پر وہ خود تو سمجھے نہیں اطلاق صحیح
آلہ اس لیے فردوس کی مجھ سر کو ہے
خون ہو وصف میں اس چاہ وقت کے اپنا

اس لیے دیتے ہیں پھلا دہ نشانی بھٹکو
ایسی اسے بت نہ سنا رام کہانی مجھ کو
آگے پیری نے دیا داغ جوانی مجھ کو
نظر آتی ہے نہایت یہ پرانی مجھ کو
آگ بھڑکی ہوئی ہے چاہئے پانی مجھ کو
کہیں اول تو بتا دیں کوئی ثانی مجھ کو
ہاتھ آئے گی وہاں میری جوانی مجھ کو
کہ ڈوب دے نہ طبیعت کی روانی مجھ کو

نغمہ سنجال گلستان سخن ہیں جو اسیر
کہتے ہیں بلبل گلزار معانی مجھ کو

چل دلادیر سے کرتا ہے اشارے گیسو
خطا شب گوں پر یہ آتے نہیں پیارے گیسو
پر تو تازہ چین ہے کہ تہارا عارض
پھلیاں دام تھ کر میں چوموں میں نہا
دع کو رخسار دکھاتا ہے خورشید خورشید
بال کنگھی سے جو بچھا ہے تو دل اٹھایا
دل صد چاک نہ شانے نہ کہا جگہ پران
نہر سے بڑھ کے اگر جانب صحر ا جا میں
ہو چکے جناد بشر قید ملک باقی ہیں
عاشقوں کے دل پر داغ سے ایسے چمکے
سانپ لے لیا گلشن جنت کو اسیر

نہ زیاں ہے نہ دین ہو کہ پکارے گیسو
جالا پر جہاں بچھاتے ہیں تہا رے گیسو
یہ دھواں دھواں گھٹا ہے کہ تہا رے گیسو
کھل گئے کسکے یہ دیا کے کنارے گیسو
شب کو چمکاتے ہیں افشاں کے تہا رے گیسو
تیرہ بختوں کو بگاڑا جو سنوارے گیسو
اویسہ کار تجھے باندھ کے مارے گیسو
شانہ شاخ سے سلجھا میں چکارے گیسو
اب سر عرش سے زنجیر اتارے گیسو
ہو گئے شہر طاؤس تہا رے گیسو
حلقہ حلقہ نہیں عارض کے کنارے گیسو

مرآۃ الغیب

ہوں میں وہ میکش اٹھا ساقی مری تعلیم کو
آتے ہی آس مست کے گلزاریں آتی بہار
سراغر جمشید سے کچھ ساغرے کے کم نہیں
غیر کو دشنام دہ بوسہ عنایت ہو مجھے
پیشے پیٹھے میرے پہلو سے جودہ عیسیٰ اٹھا
لب پر اسے غنچہ دہن تحریری کی نہیں
نقد آمرزش کا طالب ہو اگر اسے خود قوش
ہیں جو مردان خدا آنت میں رخت ہوا ہیں
جہد خالی خالی جو کج دہن میں یار کے
خاک لڑاتے تشنگانِ عشق کے آتے ہیں غزل
ٹکے منزل کا نشان ملتا ہوا اے اہل فنا
مال رکھنے کو نہیں کہہ دینی سے باٹ دے
اپنے وقت مرگ سے غافل ہے اختر شناس

پیشہ دیدار جاناں کی ہیں دو نہریں امیر
جانتا ہوں خوب اصل کو قرب و سینم کو

ہر ایک خضر آیا جو اعظا کیا مری تعلیم کو
تینچ و تان سے صفائی میں برابر ہی سہی
دو قدم اس ناز جسے سرزمین پریم جلو
دشتِ شادی میں قدم بڑھ کر بیٹھ چھ بندیر
جادو تینچ قضا پر سر کے جھل عاشق چلے
ام کو جو اک نشان باقی دہن اسکا کہاں

اک دور امہ جانتا ہوں میں امید دہ
یہ روانی کبیلی ہے کو فر و تسنہ
اُٹھ کھڑے ہوں سیکڑیں نقشہ و اہل تعلیم
ساتھ ہے عمر و دال غافل اسی تعلیم
طے کیا کس حوصلے سے منزل تسلیم
کاتب قدرت نے کچھ کر چھیل ڈالا یہ

مرآۃ العیب

تنبہ برپادات سے مقصد کے ہوتا جو خود
 شر کے دانہ اندھ اعمال کا کیا اعتبار
 یہ غزل رنگیں ستاؤں میں ٹھہر کر خاک اگر
 بکرو دلت کیا جو کرتا ہے زمانہ انقلاب
 بھیجتا ہوں پہاڑ، گودہ غریباں کا رط
 آہ کی شمشیر پہ تیغ ہے نامردوں کا کام

یہ ذلیفہ سب، وظیفوں سے جو بہتے امیر
 یاد احمد کو کر دں با احمد بچے یم کو

انساں عزیز خاطر اہل جہاں نہ ہو
 کلفت کا اپنے نالہ کشی میں نشان نہ ہو
 مشاط چاہئے رخ زیبائے واسطے
 لکن نہیں کہ زلفت سے اٹھئے نہ اسکی لطف
 کیا داغ سینہ زریہ گر یہ بال چھپا بیٹھ
 مار لفظ سے بڑھ کر یہ ہر ناغیر مراد نہ ہو
 کیونکر ہمارے یہ بے سلف و نکاح پڑے
 لگتا ہوں وہ صحنہ عازن آبرو کے
 پیری میں سچی گمانہ تناسل ہر ارتعاب
 و حادوں سے بعد قنایں کہاں بہات
 لازم ہے ضبط نانہ دل بعد مرگ کی
 ٹوٹیں نہ رہدوں کے اگر شیشہ مائے دل
 آنکھوں سے فائدہ جو نہ دیدار ہو غیب

وہ ہر باں نہ ہو تو کوئی ہر باں نہ ہو
 ہم سو برس جو آگ جلا میں دھواں نہ ہو
 کس کام کا وہ باغ جہاں باغیاں نہ ہو
 قرآن کی طرح سے جو وہ رخ دیاں نہ ہو
 خود رشید زید دانم گر دوں نہاں نہ ہو
 ہشت کمر بستہ یوں ہم لوگ انوار نہ ہو
 چاہ ذرا ہے جبکہ گذر زمانہ اس نہ ہو
 کہ یہ ہے یہ آفتاب قلم کہ ہمارا نہ ہو
 اتنا ہو کوئی مائل شہاں الیہ نہ ہو
 حاکم نہیں کہ زیر زیر آسمان نہ ہو
 ہر لطف جام ٹوٹ کر نہ دلا نہ ہو
 دشت جنوں میں "ریات دانی نہ ہو
 حاصل جبین سے کیا "اتصال نہ ہو

مرآة الینب

جانے اگر کچا ہ عدم میں گرائے گا کوئی سوار تو سن عمر رواں نہ ہو
وہ گل جو آئے تو یہ چین کا ہونگ زرد
کچھ بھی امیر غیر گل زعفران نہ ہو

عکس سے بخت نہ آئیے میں اتنا دیکھو جانے دو اپنی طرف اے گل رعنا دیکھو
چشم پوشی کا میں کرتا ہوں جو آنے سے شکوہ آنکھیں دکھلاتے ہیں وہ ادھر شاہ دیکھو
نہو از ہرہ میں عیسیٰ نے بہت سہارا تم بھی اس قالب بے روح کو ٹھکرا دیکھو
پھیرنے کے لیے دل آئے ہیں ہم یاں آجاں کر چلے جان بھی نذر اور تماشا دیکھو
شوق اس کو چے کا کہتا جو یہی ہے امیر

خود چلو دوڑ کے قاصد کا نہ رستا دیکھو

میرے پہلو میں جو دیکھا خیر جلا د کو دل سے لاکھوں حسرتیں نکلیں مبارکباد کو
ہوں وہ دیوانہ بلاتا ہوں جو میں نصیاد کو ساتھ لاتا ہے حمایت کے لیے جلا د کو
پر جو کھوے بھی تو کبھی کھوے خواجہ ابی رتہ آیا بھی تو کب آیا مرے صیاد کو
قتل کر نیکامرے اللہ اس ظالم کو شوق حکم مینہ دیں دیر بچے بیکارگی جلا د کو
یاد میں اک رشک عیسیٰ کے جو میں رہنے لگا ہچکیاں آئیں دم آخر مبارکباد کو
خاک ہو جانے پہ بھی ظالم نہیں مٹتا ترنہ کب کوئی دیتا ہے مٹی کشتہ فولاد کو
زیر خنجر او دل بسمل تڑپ اچھی نہیں تہہ ہو جائیگا گر رحم آگیا جلا د کو
سایہ رحمت میں تیرے جا کے چھٹے کتبہ آیا ٹھکانا ہاتھ آیا ہے مری فریاد کو
جھ سا صید خفتہ طالع کون ہو گا غنہ جہ نغمہ سنجی سے مری نیند آگئی صیاد کو
دو قدم اس نغمہ عالم نے چل کر قفس خوب زہ دایا چین میں قمری و شمشاد کو
ہر دم میرا کیا اگر قدموں پہ سرکٹ کر رہا خیر ہانے دیکھ کر کیا سمجھے افتاد کو
کہوں نہیں بھاتی عدم کو میری نظم طبع زاد دوست رکھتی ہو عقیدہ غیر کی اولاد کو

مرآة الغیب

ہمیری اسکے قدموں سے ہر جرم عظیم
 شوق پڑھنے کا ہو اس طفل کو سننے میں آ
 حد موسیقی کو ہوئی برقی بجلی کی گنگو
 شکر کرتا ہوں کہ پایا تو رداں صحت کے بعد
 کیا تعلیمی فصد کیا سودا ہمارا انکا کم
 خوش ہوا ایسا وہ میرے قتل کی شکر خبر
 کس طرف سے آگیا جھوٹا ہو امر گل کا
 قید فنی مدت سے اب آزاد ہوئی ہر امیر
 روح نکلی گی دعا دیتی ہوئی حبلاد کو

چلے تو مجھے کہا نکالو
 بیدل رکھنے سے فائدہ کیا
 آنے بھی تو کہیں میں یہ آنکھیں
 آیا ہر وہ نہ بچھا بھی دو شمع
 گہرا کے ہم آئے تھے سوئے شتر
 تیجے میں گیا تو میں بھارا

اوروں پہ اسیر تکیہ کب تک

تم بھی تو کچھ آپ کو سبھا لو
 غربت میں وطن یاد دلائی نہیں مجھ کو
 کس سنجھ سے کردن قافلہ الونکی شکست
 سانی کا گلہ کیا ہے جو دیتا نہیں تو
 میں غنچہ پڑ مردہ ہوں گلزار جہاں میں

مرآة العیب

فشتاق شہادت کو دہ دو ہاتھ لگا کر
 کیا بے خبری ہو کہ خبر یار کی مجھ تک
 کہتا ہو قیامت سے مراطا لے خفتہ
 وہ جنس ہوں بازار جہاں میں لفضا بھی
 جہاں سے لگتا نہیں تو قتل ہی کر یار
 سنگتا ہو قہقہے دیکھ کے رخسارہ قاتل
 کچھ عار نہیں تیری غمخسار سے پر یار
 وہ مجرم سقید رہوں مقتول میں میں قہقہے
 جھنجھٹوں بھی مجھے خوش نہیں گدھری
 آئینے کی صورت ہمہ تن چشم ہوں لیکن
 اس پتھر کی صورت بھی ہنسنا نہیں مجھ کو
 آتی بھی تو آپ میں باقی نہیں مجھ کو
 مردوں کو جلاتی ہو جگتا نہیں مجھ کو
 لپٹ کا تو کیا ذکر چکا نہیں مجھ کو
 پیروں کی تکرار تو جھاتی نہیں مجھ کو
 کیوں آئینہ شمشیر دکھاتی نہیں مجھ کو
 مجبور ہوں میں اس سے کہتی نہیں شہکار
 تلوار تری ہاتھ لگاتی نہیں مجھ کو
 تصویر کی صورت بھی ہنسنا نہیں مجھ کو
 اس پتھر کی صورت نظر آتی نہیں مجھ کو

ہو خواب میں آئینا امیر اس سے جو وعدہ

موت ایک طرف نیند بھی آتی نہیں مجھ کو

پردے میں بھی نہ موت دکھاتی نہیں مجھ کو
 افتاد ہو کیا موت جو آتی نہیں مجھ کو
 اس تنگ فضا سے میں نکلی جاؤں کہیں دو
 سر پرست مرے ہوس کا چلی جاتی خلقت
 اس خد سے کہ برہم نہ ہو ہنگامہ غمخسار
 سے گزرتی تاک سب مرے غم دیکھنے والے
 (اعرجی) میں ایسا سہا پہا ہی نہیں قصیر
 آتی نہیں کب دشت گرد مجھے شرارت
 کو پت سے ترے میں جو ٹکٹا ہوں تو دوست

مرآۃ العیب

اہمیت دل ہاتھ میں قاتل کے تلووار
دو قدم اور آگے بڑھاتی نہیں جھکو
ہو جاؤں میں دو ہاتھ میں سستا اسباب
ستوار تری گھات دکھاتی نہیں جھکو
میں است بھی اسے دھیرے لٹھ میں ہو چو
کیوں دد کے مانند بٹھاتی نہیں جھکو
ہلکس میں بلا نوش ہوں تم نہ سے لگاؤں
ساقی یہ صراحی تو چھکانی نہیں جھکو
لڑش مری تہمت کی چوٹ قری ہووہ کو چہ
اسے لڑش پاتا بھی گزاتی نہیں جھکو

میں گل ہی امیر آپ کو اس باغ کا چھو

قسمت مری اتنا بھی ہنسائی نہیں جھکو

اسے ضبط دیکھ عشق کی آنکھیں نہ ہو
دل میں ہزار درد اٹھے آکھ تر نہ ہو
دست میں شام وصل ہوئی جو کچھ غیب
دو چار سو برس تو الٹی سحر نہ ہو
اک پھول جو گل اب کا آتے اُنکے ہاتھ میں
دھڑکا چھپے یہ ہے کسی کا جگر نہ ہو
دھونڈ سے تے ہی نہ معنی باریک جب مل
دھوکا ہوا یہ بچہ کو کر اس کی کر نہ ہو
زنت میں یاں سیاہ زانہ جو چھپا کیا
گردوں پہ آفتاب نہ ہویا قرنہ ہو
دکھی جو صورت ملک الموت نزع میں
میں خوش ہوا کہ یار کا یہ نامہ بر نہ ہو
انکھیں ملیں ہیں اشک بہا نیکے واسطے
بیکار ہی صدف جو صدف میں اکثر نہ ہو
الفت کی کیا امید وہ ایسا ہی بے وفا
صحبت ہزار سال رہے کچھ اڑ نہ ہو
لال شب وصال ہوٹل شب فراق
نکل نہ آفتاب الہی محسن نہ ہو

منہ پیہ کہ کہا جو کہا میں نے حال دل

چپ چپ بھئی رہو امیر مجھے درد سہ نہ ہو

ردیف ہائے ہمز

ایا نہ فر کے بھی شجر قید یار ہاتھ
طوبی سے بھی بلند کہوں اسکو چار ہاتھ

مرآة الغیب

پہری میں ضعف سے نہیں عیشہ دار ہاتھ
 پہنچے کبھی نہ خواب میں بھی اسکے پاؤں تک
 دل کو مرے پنچھاؤ یہ شیریں یہ ہتھکڑی
 تکلیف سائلوں کی جنوں میں نہیں پسند
 اے گل یہ رنگ پنچہ مر جاں میں بھی نہیں
 ہو مرگ مجھ کو زلیت کے کوچے میں یاد کے
 دینے کی وجہ جنگ میں کیا جو تھیں کہو
 برہم ہو بھٹکا کے مرے دل کو زلف یار
 ہاتھ جہاں میں راحت ہے تم کہاں نصیب
 جب جا ہے دڑے ساتھ مرتے ہیں نجد میں
 تر پا میں بحر خون میں تو قاتل نے یہ کہا
 دماغت جان تھا غیر کاتب سرحد ہوا
 ایک اسکی چوٹ میں رہے سو بھنکارت کھیت

میں دامن تقصا کے لئے بے قرار ہاتھ
 پیدا کئے تھے کیوں مرے پروردگار ہاتھ
 جو پاؤں کا تصور نہ تقصیر وار ہاتھ
 دامن کو پھاڑ دوں میں بڑھائیں جو خار ہاتھ
 دکھلا رہی جو طرفہ حسا سے بہار ہاتھ
 دو گونہ دین انگنی بہر مزار ہاتھ
 کیا میرے درد میں اور تھیں کچھ ہاتھ
 خوش قسمتوں کو آتے ہیں ایسے نکار ہاتھ
 تپوں سے تھے میں شجر سایہ دار ہاتھ
 میدان جہیت کو نکالیں بڑھ کر ہزار ہاتھ
 بیڑا ہے پار اور لگاتین چار ہاتھ
 سفاک ہے جو گئے لگائے ہزار ہاتھ
 کتنا سجا ہوا ہے دم کار زار ہاتھ

مجھے یہ سب کہ سیکو دوں منزل گیا امیر

ہو نچا جہاں زمیں کے تلے کوئی چار ہاتھ

دل جو سینے میں زار سا ہے کچھ
 رخت مہتی بدن پہ شیاک نہیں
 چشم ز گیس کہاں وہ چشم کہاں
 شکل امید میں نہ پھول نہ پھل
 سا قیا سحر میں یہ ابر نہیں
 کل تو آفت مٹی دل کی بیتابی

غم سے بے اختیار سا ہے کچھ
 جہان مستعار سا ہے کچھ
 نشہ کیسا شمار سا ہے کچھ
 شجر بے بہار سا ہے کچھ
 آسمان پر غبار سا ہے کچھ
 آج بھی بے قرار سا ہے کچھ

رآة الغیب

مردہ ہے دل تو گور ہے سینہ داغ شمع مزار سا ہے کچھ
اس کو دنیا کی اُس کو خلک کی حوص رمد ہے کچھ نہ پا رسا ہے کچھ
پہلے اس سے تھا ہو شیار امیر
اب تو بے اختیار سا ہے کچھ

داغ غم بھی ہو دلانا نہ تنگیہ کیا تھا کہ سپاہی کو سپر چاہئے شمشیر کے ساتھ
بر پرتیر گلا دیکھ کے او صیدا فگن لوٹ جائے نہ قضا بھی کہیں پھر کے ساتھ
پاشیدہ رخ گلگوں نے دکھایا عالم کھنچ گیا رنگ میں نقاشی ہی تصویر کیا تھا
اک بالوں میں جو ابد جو قریبے کماں تیغ عریاں وہ سپر سے یہ کماں تیر کیا تھا
میر جاں کشکش زندگی و مرگ رہے تم دم زنا کہے یار جو بکیر کے ساتھ
خود جاک میں بھی پیچھے ہوئے اوسا قیامزا بد جو چلے جام بھی شمشیر کے ساتھ
کچھ ہا ہری نگہ سے کوئی دندہ جو بجا ٹھک گئے پائے اجل ٹھکے اس تیر کیا تھا
اُسے توری جو چڑھائی تو بوسے نہ تھا کھنچ گئیں سیکڑوں تینیں زری شمشیر کیا تھا
خوئی میں کہاں چشم بقا مثل حباب انقلا ہو موج خرابی مری تیر کے ساتھ
پرسے ہوئے زچھری پھر کین پر اسے ترک کاٹ ڈالو نگا گلا گردن پھر کے ساتھ
ہول وہ دیوانہ رہا ہوئے بھی زنداں میں رہا کٹ گئے پانوں بھی شاید مری زخیر کے ساتھ
اک انرا اُسے گناہوں کی جگہ بنس بنس کر دڑ نایاب ملے دڑہ تعزیر کے ساتھ
یرس جھپٹے ہی ستگر سے چھٹا شوق شکار کٹ گئے تیر کے پر باز دے پھر کے ساتھ
بہر دیا درد یرگ رگ میں غم گیدو نے پڑی پڑی مری غل کر گئی جو زخیر کیا تھا
ظفر خرا کو اس ہر کے کیا یا د کیا شرح شمشیر پڑھی حاشیہ میر کیا تھا
آٹائی سے یہاں شک ہیں اسیری میں کما پانوں اٹھاتے ہیں اب نالا زخیر کیا تھا
اس طرح ساتھ جو گردن کمرانا دل ج طرح راہ میں رہتا ہی عصا یر کیا تھا

رآۃ الغیب

بات سیدھی مری ہو جاتی ہے الٹی جو امیر

خند ہے شاید مری تقدیر کو تدبیر کے ساتھ

اُنس رکھتا ہو نہت نالہ شیکر کے ساتھ
 حوصلہ دار لگانے کا عبت ہو او ترک
 او کا نہ دار یہ چمکی کی صفائی کا جو لطف
 خوب دیکھا تو نہیں کوئی کسی کا پس گ
 قتل کرتے ہیں وہ میں انکو دعا دیتا ہوں
 چرخ گرداں ہو دی رستم و سہراب کہاں
 صید اُس ترک کا بچتا نہیں کتنا بھاگے
 یار کے حسن جوانی کو مٹاتا ہے خاک
 حسن صورت نے مصور کو کیا مستغنی
 کب پھر یہ گوشہ نشین لاکھ رمانہ پھر جائے
 میں ضعیفوں کا ہوں بیمار سے تسخیر میں
 قابلِ نطق نہیں کلاک کے مانند زباں
 ظلم یاد آتے ہیں اُس تب کے جو پڑھتا ہوں نماز
 پہلوئے بہر میں ذرہ نظر آئے سب کو
 ہوں وہ پھر پیچھے دیکھ کے یہ مگر ایا
 دل نکلیا ہے نہ یار ب کہیں اس تیر کیا تہ
 کھینچ گئی روح بدن سے تری شمشیر کیا تہ
 دل بھی پہلو سے نکلیا ہے ترے تیر کیا تہ
 طفل ہر راہ جواں ہو نہ جواں پیر کیا تہ
 چلتی ہو میری زباں یار کی شمشیر کیا تہ
 تھک گئے کیسے جواں دھڑکے اس پیر کیا تہ
 کوسوں آتی ہو قصا دوڑ کے پیر کے ساتھ
 میں بھی شجاووں الہی اسی تصدیر کیا تہ
 ہاتھ کھینچا ہو جہاز سے تری تصدیر کیا تہ
 قلب گردش نہیں کرتا خاک پر کیا تہ
 عرق شیر بھی ہو قرض طایا شیر کے ساتھ
 خامشی خلق ہوئی ہو مری تقریر کیا تہ
 منہ سے فریاد نکلی جاتی ہو بجیر کے ساتھ
 حور کا نقشہ جو کھینچیں تری تصدیر کیا تہ
 دستِ قائل سے کہاں چھوٹ گئی تیر کیا تہ

کیا عجب میں بھی شہید و نیدیا ہوں محسوب امیر

اُنس رکھتا ہوں بہت حضرت شبیر کیا تہ

بڑھ کے تصویر سے لاغر تر اسیاں ہو کچھ
 دھل کی راتیں بڑی سحر کی چھوٹی ہوں اکثر
 بڑیاں چار دیواریں میں ہیں فقط جان ہو کچھ
 یہ تو کہاے ملک امیں تر انحصال ہو کچھ

مرآة الغیب

پس مرنے کی خبر کوئی کہ تو اس سے
کیوں سو کیا نہ تجھ جائیگانا دان ہے کچھ
وہل میں ہوئے وہ گھبرا کے مری صورت سے
کیا کرے بات کوئی اس سے یہ انسان جو کچھ
بادغیروں کو تو ہر وقت کیا کرتے ہو
یہ تو فرماؤ ہمارا بھی کبھی دھیان ہے کچھ
حال پوچھے جو وہ قاصد فقط اتنا کہنا
آج کل غم جو بہت سخت پریشان ہے کچھ

دیجے بوسہ مجھے وہ وصل میں کہتے ہیں امیر

سچ بتا دل میں ترے اور بھی ارمان ہے کچھ

مذمب شرب ہم ہوئے دست بویزہر کے ہاتھ
دشگیری اب ہر ساقی ساقی کو فر کے ہاتھ
عشق بُت ٹھکانے سے جالے نہیں دیتا مجھے
وہ گیا ہو کیا کروں زاہد تلے پتھر کے ہاتھ
داخل جو رکھتا جو فن میں قدرت دال ہوتا جو غیب
بچھے آئینہ دل جل کے اسکنہ رکے ہاتھ
لاٹھی بھی بد فوں اسی کے کوچ میں ہو یا خدا
ہاں جلاد آیا جو مجھے مر مر کے ہاتھ
اس لیے تا جائے نامہ کوئی دی جائے فریب
خطا مجھے بھیجا تو بھیجا آئے بازیگر کے ہاتھ
سخت جانی کچھ کو شرمندہ نہ قاتل کے سے
آبداد اب اسے گلو ہے تیز نئی شجر کے ہاتھ
نعل گل آئی ہوئے سب بست ایک لیا لیا
گردن قاضی میں ہیں مست نے ہو کے ہاتھ
لاکھ ہوسا مان دولت ایک بھی رہتا نہیں
دونوں خالی پائے بود مرگ اسکنہ کے ہاتھ
دست نازک سے اٹھینے کب کوٹے بھاری امیر

گر سنے میری تو باندھوں سانے زر گر کے ہاتھ

ردیف یاے تختانی

زبور سے بڑھ کے تجھ کو تری چال ہو گئی
موج خرام پاؤں میں غنچاں ہو گئی
زلف اسکی مرغ دل کیئے چال ہو گئی
چوٹی گندھی تو جان کا جہان ہو گئی
اللہ رب کہیاں تری وحشی کی اسے پری
زنجیر پاؤں میں جو پڑی لال ہو گئی

مرآة غیب

کیسا سلوک مجھ سے کیا اشک شرم نے
خوش خوش سمند ناز کو دھار چھلے وہ
چھوٹا وہ بھر حسن بچے ہم عذاب میں
دیتا ہماری لاش کو عزت میں کوئی نہیں
یہ دھصف میں کیا شعر اے مبالغہ
ملنے نہیں جو سکے داغ جنوں میں
دل مل گئے وصال کے سودا ٹھہر گیا
ادبار تھا ذرا ق تھا جلتا کہ یار سے
راٹوں کو چپکے آنے لگا جو وہ ہر دیش
پایا نہ اُس سے تو نے کبوتر جاب خط
آیا تھا سوئے خرمیں کفر نزع کے لئے
ساقی جو دقت رہا تیس کوئی خوش مزاج
آرا لیش اُسکی زلف نے کس سطح سے کی
عقل میں کہہ رہی پڑانا بحق پکار کے
کرتے ہیں فاتے فرقت زلف پیادہ میں

زائل سیاہی خط اعمال ہو گئی
کیا غم کسی کی لاش جو پامال ہو گئی
فرقت میں جو گھڑی تھی وہ گھڑیاں ہو گئی
روئی جو چشم تر وہی غسال ہو گئی
لقطہ دہان تنگ کمر بال ہو گئی
اے عشق بند کیا تری نکال ہو گئی
الفت کی آنکھ بیچ میں دلال ہو گئی
وہ مل گئے ترقی اقبال ہو گئی
ہر شام صبح عترت شوال ہو گئی
آنکھ اس سے روتے روتے تری لال ہو گئی
یاں تو شردہ پڑ سسٹیں اعمال ہو گئی
کیں اور گر میاں جو کہیں سال ہو گئی
ہنسی گھٹیں پاؤں میں غمناں ہو گئی
منصور کی زباں تری ہمتاں ہو گئی
یہ کالکا ہمارے لیے کال ہو گئی

اچھا ہوا کہ برگ سے ہم پہلے مر گئے
ہوئی تھی جو آئینہ وہ فی الحال ہو گئی

چاہنا ہم کو تو اُس کا چاہئے
دل نے جب پوچھا مجھے کیا چاہئے
کان جب آواز سنتے ہیں تری
بوا بھوس اور اڑھائے سوز عشق

وہ ہمیں چاہے تو پھر کیا چاہئے
درد بول اٹھا تر پنا چاہئے
آنکھ کہتی ہے کہ دیکھا چاہئے
داغ کھانے کو کھینچا چاہئے

مرآۃ الحیب

بل مرا کہتا ہے سکر شور حشر
یہ نمک رطوں پچھڑ کا چاہئے
دعدہ آنے کا جو آن سے خواب میں
خواب کب آتا ہے دیکھا چاہئے
حرم دنیا کا بہت قصہ جو طول
آدمی کو صبر تھوڑا چاہئے
طالب بے پردگی جو آن سے حسن
شرم کہتی ہے کہ پردا چاہئے
اتحاد ہے دوست دشمن کا عیش
یہ تو اپنے دل سے پوچھا چاہئے
دوست میرا نہیں رہا جو غیر سے
جہان کو دشمن کے ردیا چاہئے
شکاک لب میں صورت دریا تو بول
وسعت دل مثل دریا پیا چاہئے
ترک لذت بھی نہیں لذت سے کم
کچھ مزہ اس کا بھی چکھا چاہئے
ہوں وہ بولے میں نے جب آنے کہا
چاہئے والوں کو چاہا چاہئے
تم نے چاہا مجھ کو میں نے غیر کو
اپنا اپنا جی اسے کیا چاہئے

ہے مزاج اس کا بہت نازک امیر

ضبط اتھار تمنا چاہی شہر
شکل آسان یہ ہوئی تیرے گنہگار دہلی
سیف مخمور توئی بارہ بھی تلوار دہلی
بچکیر کی ملک الموت نے ٹھکانا بڑا اک
موت کے گھر میں جو دعوت ترسے عیار دہلی
دیکھ کچھ کہتی جو سرخی تو ہے بیمار دہلی
گردا گرد مرے خون سے اسے تیرا فلک
مجلس دعا نہیں بزم ہے میخوار دہلی
چار چوڑے ہیں چار کٹھن سے دوست ہیں
دروں سے خبر آئی نہیں کچھ یار دہلی
کچھ بڑھا جاتے ہیں میواؤں گرفتار دہلی
قتل کی راہ عدم چھاؤں میں تلوار دہلی
ہو نکالی ہوئی صحبت سے یہ میخوار دہلی
بگلیا ہوں سے صف آگے ہو گنہگار دہلی
سب کو پاس اپنا نکاہتا جو یہ جو عفو کا حکم دہلی

مرآۃ الغیب

بیچھے پر طائر دود کو دیتا جو صیاد قصدا
تنبویاں پہلے عطا ہوتی ہیں منقار و نیکی
نوں گرفتہ ہوں میں ایسا مری شکرا
ڈاک بٹھلائی جو قاتل نے خبردار و نیکی
اُسے کیسی ہی کوئی آفت نہیں کہے عاشق
قید آواز بھی ہے ان کے گرفتار و نیکی
میں وہ وحشی ہوں کہ جب کو پتہ جانا نہیں گیا
سایہ پوشیدہ ہوا آڑ میں دیوار و نیکی
ہومزہ وصل کا کیا ہوشش اُڑا دیتی جو
بھینسی بھینسی ہباں اسے یار ترے یار و نیکی

بہر تن فکر ہوں میں فکر عزل کیا ہوا ہمسر

شکر گوئی نہیں خاطر ہے فقط یاروں کی

سیر منتظر ہے اس ماہ کو بازاروں کی
اب چمک جائیگی تقدیر خریداروں کی
حد نہیں کچھ مرے دوست کے خریدار و نیکی
بھونک دے شہر نہ گرمی کہیں بازاروں کی
انکی پلاکوں سے بہ قاتل کیے تیروں نے تہی
شکل پیکانوں میں پیدا ہوئی سو فائدہ نیکی
نامہ برو کو چہ قاتل کا یہ کافی ہے پتا
میں وہ دیوانہ لکھنوی کہ گریباں کے عوض
ہوں سے کو کھینچ کے شمشیر تھل تو قاتل
کو کناروں کی ہوا سے نہیں ہٹے میں سخت
دفعۃ پڑ گئی جب چاہ زخمی ہاں پہ نگاہ
مر گئے ہم تو بنا آئینہ خانے میں مزار
اتنی توفیق معلوم کو الٹی ہو کہ دے
ہوش لب نہیں دیتے وہ شکر رنجی سے
داد و حشر سے محشر میں کہیں گے منوار
ایسے زندان محبت میں میں چو کہ ہرے
چشکیاں ہیں یہ کلچر میں کہ داغ حینہ اٹھا

مرآة ایغیب

گر گنہ آپ مری لاشیں بہ خاک اتیر
مر کے تکلیف گوارا نہ ہوئی یاروں کی

میں روکے آہ کر دینگا جہاں رہت نہ رہے
رہے وہ جان جہاں یہ جہاں رہے نہ رہے
ابھی مزار پر احباب فاتحہ پڑھ لیں
پس شباب ہو کیا اعتبار جمع حواس
خدا کے واسطے کلرتوں کا پڑھ نہ ابد
ہلے دے دے گانہ داغ شوق سجد
خزاں تو غیر سے گذری چمن میں بلبل کو
چلا تو ہوں پے اظہار درد دل دیکھوں
کہ گام کے پھر میدان عشق میں گناہ آزار
تو پ رہی جو میری دلی بے عدنے کے
قیام روح پہ قالب میں اعتماد نہ کر
رواں ہے تیغ لگا دے مرا بھی شیر ابار
شب وصال غنیمت ہو پھر خدا جانے
چلا ہوں کوچہ قافل کو سر کے بھل دیکھوں
درد زہد زلیت غنیمت ہو ذکر حق کر لے

اتیر جمع میں احباب درد دل کہہ لے

پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے
زمانہ ہو گیا بدوش خیم مست دلبر سے
تا شاہو چھکی محفل کی محفل ایکس اغری سے
پڑا ہوا دل میں عشق قد دلبر سے
یہ سودا ہوا آج مجھے بازار محشر سے

یہ ان کیوں نہیں اغیاریری کہ کوئنگر
 جہی میں جا کے یہ مگر دخی جائیں کھاتے ہیں
 یہ روز و شب جہیں تکتے ہیں غافل رنگانی کتا
 بٹھا کر دیر دیر کھجو جو دیکھا اس نے آئینہ
 جو اب خطہ لاشے دونوں آخر روز حشر آیا
 حسین کہتے ہیں مرے دلو پاکراپنے مجمع میں
 نہایت الفت چاہ وقتن میں دل پریشان
 رہو ایسا اب دنیا تو دنیا رنگ پر آئی
 نہیں حاجت روا مجھیں مجھوئے دنیا میں
 رہا بیتاب حرمس زرد میں یہ سیلاب کھودرت
 چمن میں اب تو زیر سایہ آگڑ بٹھا ہوں
 چڑھا جاتے تھم کے خم کبھی حلقے میں بندے
 حیار جہل آڑا دیتا ہے فیض صحت کامل
 جنائے غیر دے اللہ میرا ہے قاتل کو
 یہ ایسا کسکے شہیاد نظر کا تھا کرتے میں

امیر اک قطرہ آنسو کا گراں ہو موئے ترگاں پر
 گرہ رشتے کی سوزن کے لئے بڑھ کر بولنگرے

ہوئیں چر نور انکھیں جلوہ رخسار دلبر سے
 چھکا دے بادہ قرار کو شراب و سرور سے
 تڑپ کر جب کل چاند ہوں میں کوئے تلکے سے
 خاموشی سے حشر یہ ز ابدان شمشادے میں
 ہمارا طالع خوابیدہ ہو مکا شہر عشرت سے
 مٹا دے ساتھ داران سر کو دور ساعز سے
 اشارہ کرتی میں آپس میں نہیں چشم جو ہر سے
 جھپکی رہی سیاسی خاک اس پانی کی چلاور سے

جواب خط نہیں آیا ہے پیغام اصل آیا
 بادے بادہ ہم کو بھل اتنا بھی نہیں اٹھا
 آل کار کی صورت نظر آتی تو رویتا
 درگوش صدم کے دھند میں لازم ہوتا جو
 پر پرواز کی حاجت ہو کیا رنگ بریدہ کو
 وہ نصف ہوں جو خاں و خط جانان کا لہو
 کیا قری کو صیاد ازل نے سر کا قیدی
 بیخ دیوانہ قامت ہوں جاتا ہوں گلشن میں
 تری تیرے گم کا جب دم ایجاد صیباں آیا
 مقداری جو آرزوں ہو تو کام آتی ہو کج ولت
 جواب نارنگی کے طرفہ شوخی کی امتیر اس نے
 کہ مقرر اس آپ کی ظالم نے مقدار کیوتو ہے

پہلوں میں اگر ہے بو تھاری
 اُس دل پہ ہزار جان صدمے
 دودن میں مٹو بہار کیا کی
 چہ نکا جو چین میں غنچہ بھل
 مشتاق سے دور بھاگتی ہے
 گردش سے ہے مہر دم کے ثابت
 آنکھوں سے کہو کسی نہ کرنا
 لاسرود ہوا میں نیم بھل
 سب کہتے ہیں جس کو مصلحت افہم
 کائناتوں میں بھی ہوگی خوش تھاری
 جس دل میں جو آرزو تھاری
 رنگت وہ رہی نہ بو تھاری
 جو دے گئی گفتگو تھاری
 اتنی ہے اجل میں خوش تھاری
 ان کو بھی ہے جستجو تھاری
 اشکوں سے ہے آبرو تھاری
 پوری ہوئی آرزو تھاری
 ہے کاکار مشک بو تھاری

مرآة الغیب

تنہا نہ پھر دامتیر شب کو

ہو گھٹات میں ہر عہد تہاری
 جو ہر اُس کو خزاں کا خطر بھی ہو
 اے باغبان لبنت کی تجھ کو خیر بھی ہو
 گلاب ہوں خاک جو ہر یوں کو نظر بھی ہو
 یہ اشک خوں کو نعل بھی ہو اور گہر بھی ہو
 سینے سے دیکھ بھال کے ناوک کو کھینچنا
 ناوک کیساتھ یار کسی کا جگر بھی ہے
 ہر اہ زخم دل بھی ہو داغ جگر بھی ہے
 محشر میں ہونگے تیرے ستم کے یہ دو گواہ
 ہر ایک روشنی کو ادھر بھی ادھر بھی ہے
 کوئین میں ہر جلوہ حسن و جمال دوست
 تپ بھی ہو آفتاب کو دوران سر بھی ہے
 کیا یہ بھی تیری الفت حاض میں ہو
 صد چاک مثل جیب ہمارا جگر بھی ہے
 اس ہر کھیرج سے گریزاں سر بھی ہے
 صد چاک ہو جو دل تو جگر داغدار ہو
 دیکھو تو ایک بجایہ کتاں بھی قمر بھی ہے

محبوب حق کا خاص یہ رتبہ ہوا
 داخل ہوا مکالم میں یہ حد بیشی ہو

عمر و اداں کو جانی کوئی موج آب کی
 تار نفس نگاہ ہے چشم جاب کی
 لذت نہ آئی اپنے حساب کتاب کی
 اللہ شام بھی ہوئی روز حساب کی
 میں وہ میاں ہمارے جیسے ہوا ہوش کی
 چلائی ہر زمیں مری مٹی خراب کی
 امید دار بارشیں ابر کرم میں ہم
 بجلی گرائیے نہ نگاہ عتاب کی
 اللہ رے قدر میرے گناہوں کی روزِ حشر
 تعظیم کو کھڑی ہوئی نیزاں حساب کی
 سو جانیں ہوں تو تیغ پہ تیری مذاکول
 کیا جلد کٹ گئی ہو گھڑی اضطراب کی
 بانہ بھی ہو سرد چہری گر دل سے کیا ہوا
 مصلحت یا دوست ہوں آئینہ کبریا کی
 باندھنی ہر برق اور ٹھڈ کے گلی سحاب کی
 پوچھا کرو یہاں نہیں فرصت جاب کی

مرآة الغیب

ڈرتے نہیں ہوساقتی کوثر سے دغظ
میل کے مدب عشق سے گل اور ٹپٹل
چلتی ہے مثل موج جو تیرے آبدار
ایک ایک تل ہو عارض جاناں کلا جواب
یہ وہ ہے جو عارض جاناں پہ جو نقاب
ان غافلوں سے غفلت دل اپنی کیا ہیں
منبر پہ بیٹھ کر یہ مذمت شراب کی
کھینچنے سے ادھ تیز ہوئی بگلکاب کی
شعلی میں جان رہی جو ہر دم شراب کی
قرآن کو احتیاج نہیں انتخاب کی
کرتی جو جلد خوب حفاظت کتاب کی
مردے نہ دیکھیں کبھی تعبیر خواب کی

وہ رشک ماہ منہ سے لگاتا نہیں اتیر
مٹی خراب ہے قدح آفتاب کی

چمکی یہ روئے یار سے قسمت نقاب کی
دولت لٹا رہے ہیں وہ حسن شباب کی
کھوئی کدورتوں نے ہماری صفائے دل
سجدے کیے ہیں نے کہ خط جبین اٹھا
کیف ہواے دادی دشت سے ست ہو
سوتے تھے وہ لپٹ کے کبھی ہم سے رات بھر
بولے وہ چاندنی میں ہونے جب قہقہہ
ساحل کی سیر کو اگر آئے وہ بحر حسن
نقشہ ہی اپنے روئے کتابی کا بھید و
دریا پہ یا خدا یہ چڑھی کئی فوج شک
انداز سے جو پاتی جو ابھر مرگناہ
کیا قہر ہو کہ روز قیامت ہوا تمام
دغظ تری سمجھ کے بھی قربان جائے

جائے سے تھن رہی ہے کن آفتاب کی
ایا جانے کیا سمجھ کے یہ سو تھی ٹوب کی
اس آئینے کی رنگ نے مٹی خراب کی
ایسی ہوئی خوشی مجھے خط کے جواب کی
آہو کی شاخ مجھ کو قلم جو شراب کی
اب کیا کریں وہ ذکر کہ باتیں میں خواب کی
گرئی جو ماہتاب میں بھی آفتاب کی
دریا اچھالنے لگے ٹوپی حباب کی
جو ہم کو نقل واصل برابر کتاب کی
چادر ہلا رہی جو جو ہر موج آب کی
زور اپنا تو مٹی ہے ترازو حساب کی
دیکھی گئی نہ فرد ہمارے حساب کی
قرآن میں تو پہلو صفت جو شراب کی

مرآة الغیب

گلشن میں بلبلیں بیناری طرح ست ساقی گلابیاں ہیں کہ قلیں گلاب کی

شہرت اگر نہ مے کی ہو اس نام سے امتیر

دنیا میں آبد نہ رہے آفتاب کی

مانگا جو بوسہ آنکھ دکھائی عتاب کی

کیا تھرے کہ چھوڑ کے بھٹی شراب کی

موسلی کو یہ چھٹی جو کہ برق جمال بھی

مے پیچھے تو طارم انگور کے تلے

انساں کا دل تلاطم الفت صد آفریں

کس شہسوار حسن کا ہو اس کو انتظار

آواز صورت کے میں کیوں اٹھ کھڑا ہوا

نقاش کیا تمام مرتع نے رو دیا

دنیا ہی میں سزا مجھے غفلت کی ہو گئی

اللہ رے جوش شرم معاصی کا بونہ گ

تائب پہ شان عفو نمایاں ہو در جوش

ساقی کا دل ضرور کدھرے کچھ نہ کچھ

غم میں بے بس ہو کیوں نہ لبر کا شیر کا جانی

احسان سر پہ ناخا غمشیر یار کا

دیکھ تو اتحاد ذرا حسن و عشق کا

ان غافلوں سے غفلت دل کیا کہیں امتیر

مردے نہ دے سکیں کبھی تعبیر خواب کی

وہ چاٹ دوں کہے نہ ذمت شراب کی

داعظ کے منہ پر مہر لگا دوں کباب کی

مرآۃ الغیب

پردہ چمک ہو اُس کے رخ بے حجاب کی
ساقی میں رند دیکھ کے دوزخ کو روزِ حشر
کیا بے حساب حشر میں چھوٹیں گے اگلا
گریباں وہ ہوں کہ جب مری تربت پر آگیا
قالب میں روح بند فرشتوں نیکی بحث
عزمِ عرق میں ڈوب کے آبِ داں بنی
خواہش بجائے نشہ سوزِ دل کی ہے
جیواں ہیں جا کے اہلِ عدم سے کیسے کیا
مقتل تو اتمامِ زمانے سے جو جدا
کنادنی ہو چرخ جو جہاں ہوئے مسخ
دکھلا رہا ہو دخترِ زرنگ برقِ طور
دی جان کسے دادی غربت میں نشہ لب
فرقت میں جو یقین کہ شبِ زندگی ہو صبح
اُس رات پہ عاقبتِ دلِ ناصح بھی آگیا

فرقت میں دل جلاتی ہے بوئے کبابِ امیر

رہ رہ کے موجیں آتی ہیں مجھ کو شراب کی

حالت لکھی ہو رو کے اسے اضطراب کی
آئے مزار پر ہوئی خفتِ عذاب کی
نیرنگیاں ہیں طرفِ رخ بے نقاب کی
تم شہسوارِ حسن ہو لگ جائے گی نظر
زما دجاتے ہیں جیسے آفتابِ حشر

مرآۃ الغیب

وہ بد نصیب ہوں کبھی جاؤں جو میں دھر
نہت دل برشتہ نکلتے میں چھپ کے ساتھ
ساتی وہ ہم کو موسم گل میں شراب سے
رہی جان کتنے وادی غربت میں تشاب
وہ بے نشان ہیں ہم کہ فرشتوں کو روز حشر
وقت شینا جزا کت جاناں کو دیکھنا
عاشق پسند کیوں نہ کریں زہر چشم پار
طفلی سے بچھ کو بادہ سبشی کا ہے ذائقہ
رکھ کر پد دست خنائی نہ رقص میں
اٹھ اٹھ کے بیٹھ بیٹھ گیارہ شوق میں

وہ مست بے خبر ہے نہ سمجھ سکا واعظ
کچھ امیر سے نہ عذابِ ثواب کی

ہم غمش ہیں اسکارہ زن دیوار بند
خلقت کو جو یہ اسکے نظارے کا اشتیاق
رستم کا منہ جو یہ کہ دم خباں منہ چڑھے
توبہ کا در تو داہو میں جا رہے ہم
خوش چشم جیتے ہیں وہ تھے دیکھ کر میں غمش
یوسف کو پوچھتا نہیں کوئی ترے حضور
بلبل کو وصل محل ہو مبارک کہ ویرے
چپ لگ گئی جو تیرے لبِ لعل کے حضور
یارب جہاں میں عید ہو جائے صیام

مرآة الغیب

سجہ بیٹے تھا ہاتھ میں اسے بت ہو کلاں تک وہ آج تیرے عشق میں زنا رہند
 ارشاد ہو ہوا تھا زباں سے دم تخت بندہ اسی کا آج تک کار بند
 اور دمکا ذکر کیا لب بجاں بخش کے حضور عیسیٰ کا ناطقہ دم گفتار بند
 اظہار خط ہو اس رخ گلزنک پر امیر

یا گل کے گرد باغ میں یہ خار بند

بے وجہ ایک ماہ لقا سے بگڑ گئی تقدیر کیا ملک کی جفا سے بگڑ گئی
 سو گئی جو بوسے زلف بڑھا اپنا دل طبع مریض اور دوا سے بگڑ گئی
 پوچھو خرابی تن خالی کا کچھ نہ حال تعمیر اس مکان کی بنا سے بگڑ گئی
 جا کر سیح اور مریضوں کو دیں شفا اپنی تو سانس قم کی صدا سے بگڑ گئی
 کیسا فتور چار عناصر میں پڑ گیا پانی سے آگ خاک ہوا سے بگڑ گئی
 اپنی طرف سے فکر ہو لازم بناؤ کی بگڑی جو غم سے یار بلا سے بگڑ گئی
 سامع خدا ہے قصہ موسیٰ دلیل ہے اچھوٹی بھی بُرد کی دعا سے بگڑ گئی
 کچھ دلکا حال گرد کہ درت میں خوب تھا اس آئینے کی شکل حلا سے بگڑ گئی
 ہمو کہن سے کیا کہ ہوا خواہ دام میں گلچیں سے باغبانے صبا سے بگڑ گئی
 حاضر ہے دوسرا نہ ہی ایک نامہ بر ہر سے بن گئی جو ہما سے بگڑ گئی

ہم مست بوسہ لب ساتی ہیں اے امیر

بگڑی جو دخت رز سے بلا سے بگڑ گئی

دم بھر بھی دم اب آئے گنہگارے چکے وہ ہر قتل میاں سے تنوارے چکے
 جس طرح ہو گا نازتوں کے اٹھائینگے ذمے میں اپنے ہم تو یہ بیگارے چکے
 دھمکار ہی ہے گرمی باز ارشاد کیا ایسے حور سے تو ترسے عیارے چکے
 ہم بڑھ چکے جو وصل میں بولے فواز سے بس بس کہ بوسے ایک کے تم چار لچکے

طاؤس کی ایک خاک لڑائی کی چال
دیکھیں کہ اب تقافل ساقی دکھائے کیا
ٹھہرے جو کوئے یار میں دریاں نہ لے گیا
وہ حسن اب کہاں کہ ہوا آشکار خط
ایس پس زبان روک لو آنا نہ پٹھہ جلو
ملتی نہیں ہر نقد وہ عالم پہ جفس وصل
پردائے جسم کیا صدف بے گھر تو آپ
اہل جہاں کو بستر آرام ہو نصیب
کیا راہ آئے اہل ہوس کو وہ مشک لاف
آئے بھی نہ آپ زیارت کے واسطے

کب تک کئے امیر پریشانیوں میں عمر
بل کی کہید وہ خطرہ طرارے چکے
ایک پوشیدہ کریار نے کیا رکھی ہو
کچھ شمشیر ادا میان میں کیا رکھی ہو
چھوٹے بیچہ کے سجد میں نہ کراے دعا
اک زہاد حشمت دل بڑھ کے خبر تو لینا
بزم سے میں جو گئے ہم تو کہا ساقی نے
بگچہ ناز سے بھی دیکھ جو کرتا ہے حلال
سائے کر کے کہ مجھ سے یہ قافل نے کہا
نہ دکھاتے ہو ہر کر کو نہ دہن کو یہ بت
حشر کے دن نہ شکایت میں کی گرایدل

ٹھوکر ہزار جا دم زنتارے چکے
انگوٹیاں غمار میں مے خوارے چکے
آگے بڑھو کہ دم پس دیوارے چکے
رنج کی بلا میں گیسوئے محمدارے چکے
ہم چپ ہیں آپ دن کی سوبارے چکے
قیامت یہ ہے تو مول خریدارے چکے
جلاد جان ساد و شہدارے چکے
کروٹ کہیں زانہ غدارے چکے
سودا یہ جان دے کے خریدارے چکے
ہم تعز یہ بھی بن کے عزادارے چکے

آجھی ٹھکل دہن ہم سے چرا رکھی ہو
یہ بھی کیا گات جو قافل جو چھپا رکھی ہو
ایسی شے جو کہ قیامت پہ اٹھا رکھی ہو
خاک کیا نجد میں جنوں نے اڑا رکھی ہو
اک صراحی تری خاطر بھی لگا رکھی ہو
یہ ادا کس کے لیے تو نے اٹھا رکھی ہو
کہ ترے دم کو یہ تلوار لگا رکھی ہو
اچھی جو چیز تھی وہ آپ اڑا رکھی ہو
اب کیس دن کیلئے تو نے اٹھا رکھی ہو

مرآة الغیب

نماک انشاں جو ہوا زخم پہ وہ ہنس نہیں کر
یہ وہی بات ہے جو تم نے بتا رکھی ہے
غیر کے ساتھ وفا کر کے دم بھرتے ہوئے
جاکے لے آئے اُسے پھر زنجیریں لگا کر
نزع میں آؤ تو اُس کو بھی تصدیق کر دیں
جان اک سدِ رقت ہم نے بچا رکھی ہے

یارِ فخر ہے جو چاہے کرے ہم نے اسیر
گردنِ عجز تہ تیغ رضا رکھی ہے

کیا دہو یہ اس کے جمال و جلال سے
چیتے سے پھینکے کمر آنکھیں غزال سے
گالی سپر نجوم نے اس رخ کے خال سے
ابرونے بڑھ گئے مچھ جھینا ہلال سے
واقع ہوں اہلِ زیب جو اپنے مالی سے
سر رہی پھر لگا میں تو گردِ مال سے
بہر نہ کس حسین کا ملا بارغِ حسن میں
ایک ایک پھل توڑ لیا ہر نہال سے
یہ رنگ جلد جلد بدلتا ہے وہ نگار
آئینہ شہر میں ہے جو مِثال سے
یہ کیفیت حسن ہے کہ تصور سے ہوش اڑیں
ہوتا جو مست کب کوئی نے کج خیال سے
سمجھا میں چہین گوشہ ابرو سے ہو کے صید
مارِ افلاک نے تیر کسانِ ہلال سے
بندوں کو چشمِ مشوق تبوں کو دیا جمال
کب کیا چمک چمک کے نکلتے ہیں ہزارہ
سنبھل نظر پڑا نہ کوئی گلِ نظر پڑا
صیاد میں تو طائرِ رفعت پسند ہوں
انجام کو نہ سوچ جو دنیا کی ہو طمع
غمگین میں ہوا تو ہوا اُن کا صاف دل
دکھلا کے آنکھ دل نہیں بھرتا کالیا
چاہِ دقن میں دل جو میں غافل ہر حریف
تم نے شکار شیر یہ کھیل غزال سے
یعقوب کو خبر نہیں یوسف کے جمال سے

مرآة الغیب

دو دنوں جہان میں ہے قیامت کا سامنا
مردے پہ میرے آکے نکالا غبارِ دل
اللہ کے جلالِ بتوں کے جمال سے
مٹی وہ دے گئے مجھے گردِ مال سے
تم چونکہ صوفیوں کا چاند ہو تو اپنے واسطے
میں کیا ہوں کٹ رہی ہو قضا اور کرم کے
چلتی ہو تیغِ یارِ نئی چال ڈھال سے
ایسے عرقِ عرق وہ ہوئے الفعال سے
جو چاہئے سو مانجیے اللہ سے امیر

اس در پہ آبرو نہیں جاتی سوال سے

دہ تیغِ آبِ گوں ہو غماں پر لگی ہوئی
فرصتِ حسابِ حشر ہے ہو جلد ہو یقین
دل کی پھینکی آج مقرر لگی ہوئی
قدموں سے میرے رہتی ہو ٹھوکر لگی ہوئی
چلنے کے نیچے اور ہو چادر لگی ہوئی
باہر ہو آبِ آگ ہے اندر لگی ہوئی
لو آگ بھی ہے شعلِ سمندر لگی ہوئی
ہے ہم کو مٹانے کی تہِ خیمہ لگی ہوئی
آنسو رواں ہیں خاک ہو نہہر لگی ہوئی
دولوں طرف ہو شہرِ بار لگی ہوئی
مٹی ہے شعلِ سدِ سکندر لگی ہوئی
یاں ہے امیدِ شیشہ و ساعہ لگی ہوئی
رکتا نہیں وہ رشکِ صفت ہو لگی ہوئی
زرِ گیس ہے یاسمین کے برابر لگی ہوئی
لو ہے اسے بھی صورتِ گوہر لگی ہوئی
اللہ رے دیدِ چہرہ قاتل کا اشتیاق
پوچھو ملالِ سوزِ نئی پروانہ شمع سے
علم سے بقائے دل ہو تو دل سے بقا غم
کیونکہ ہو حسنِ چہرہ صیادِ آئینہ
تو تا غمِ سپہر گر اجامِ آفتاب
ہو راستی مزاج میں کہتا ہو صاف صاف
آئینے میں جو اسکے رخِ دہشتم کا ہو عکس
اکہن تو کیجئے مرے آنسو کو زینِ گوش

مرآة الغیب

وہ سیر بام کرتے ہیں ہمراہ غیر کے
یاں آنکھ چھت سے رہتی جو شب بھر گئی ہوئی
عالم جو کیا شراب کا میناں صا میں
تصویر جو یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی
قاتل اک اور ہاتھ لگائے خدا کے
ہر دم یہ آس ہے تہ خنجر لگی ہوئی

آب خضر مانہ سکندر کو اس اتیر

ہر سستی میں ہے شیطاں مقد رگی ہوئی

ہو سرد آگ عشق کی کیونکر لگی ہوئی
دل کی بجھا سکے نہ سمندر لگی ہوئی
دیکھیں کیا اے گھر میں ہمارے وہ ماہر
آنکھیں میں شام سے طرف در لگی ہوئی
تو جس کا نام بھی نہیں لیتا کبھی اسے
رٹ شیرے نام کی ہے برابر لگی ہوئی
خط لیکے میر کو چہ قاتل کو جب چلا
پیچھے چلی قضا سے کبوتر لگی ہوئی
شاید ہے صبح کو اسے منظور قتل عام
اک بیڑ ہے جو شام سے در لگی ہوئی
کس دوست نے کیا جو خدا جانے ملک آباد
بچکی ہے نزع میں جو برابر لگی ہوئی
کیونکر نہ حال غیب ہوستوں پر آئینہ
ہے دور میں دیدہ ساغر لگی ہوئی
اتھانہ گو کہ یار سے ہیں پر جدا ہیں ہم
جو نیچ میں قنات سرا سر لگی ہوئی
دور فلک سے ان کو نہیں بھریا نصیب
جن کے لئے تھی مسند پر نہ لگی ہوئی
درد سخن سے معنی رنگیں کو کیا خطر
منہدی لگائیکا کوئی کیونکر لگی ہوئی
کونین میں چمکیگا نہ اب کوئی قتل سے
مضمون جو قد یار کے لکھتا ہو یہ بلند
باش میں ساتھ سیر کے پیتے ہیں وہ شراب
کھانسی کچھ آجکل سے نہیں میں توئے ہم
غیر دں پر آب خنجر قاتل سبیل جو
اے ترک کب کی سے ہوئی تیری تیغ صاف

مراۃ الغیب

ساقی کمال پیاس سے جلتا ہوا جگر لا جلد برف میں سے احرارگی ہوئی
جائیگا سوئے زلف دل اکدن ضرور امیر
ظلمت کی دھن ہے مثل سکندر لگی ہوئی

خوشخامی پہ جو اس بت کی طبیعت آئی
اک بلا سر سے ٹلی دوسری آفت آئی
اے اجل باہمدہ کردت ترا آپہنچا
ہم نے کشہ زرقار میں کیا ہم کو خبر
دل پر مسوز کا نوحہ جو میں پڑھنے بیٹھا
تین قاتل سے تھی امید بڑی دے نصیب
ہاتھ میں نے جو بڑھایا کبھی گیسر کی طرف
حال بیمار محبت کا یہ آخر کو ہوا
عقی تو کچھ دلیں کھٹاک درد کی پہلے سے نگر
الفت ساقی کو زکری اگر آگئی موج
میں ہماں سے کبھی خالی نہ رہا گھر میرا
دورے عکس رخ روشن ہے یہ بیٹھ بیٹھ
دور ہر ہوئے ہم کبھی پردائے شمع

ہوں وہ مالوس کہ دنیا سے جاتھا میں امیر
گور تک پہنچی روتی تھی جسرت آئی

نکھ ناز کا م کرتی ہے
آکے محفل میں دخت رز شب بھر
دم میں تر کی تمام کرتی ہے
فیند سب کی حرام کرتی ہے
فوج جیسے مقام کرتی ہے

حراۃ الغیب

جانتا ہوں وہ بے دہن میں مگر
 پر بلا ہے تری سیما ہی خط
 شیخ صاحب اٹھا کے دیکھو آنکھ
 کیا وہ آئیں گے میری میت پر
 دُور کے میری شیب جدائی سے
 اُسکے کو چہیں روح خواب میں روز
 چلتی ہو جس جگہ پہ تیغ اس کی
 شب کو ہوتا ہے وہ جو بے پردہ
 خلق کچھ کچھ کلام کرتی ہے
 صبح عارض کو شام کرتی ہے
 دختر روز سلام کرتی ہے
 خلق جو آخر دعا م کرتی ہے
 کالکا رام رام کرتی ہے
 سیر دار السلام کرتی ہے
 خود وقف اہتمام کرتی ہے
 چاندنی سیر بام کرتی ہے

الفت اُس کی مٹا شاکے مجھے

اے امیر اپنا نام کرتی ہے

ہمارائی عج حالت جو ان روزوں کے دل کی
 راز میں گھسے کہتی پوشش ہر دم کرد کی
 جہاں اٹھ گئے تو اٹھ گئے ہم کچھ نہیں بددا
 نے بانے بنے ہو تم نئی شمشیر باندھی ہو
 جھلا دکھوں تو دیکھو نہیں آئے ہیں گھر میرے
 گریباں پہاڑ کر سیرت حق کو قتل گل چلے
 غور حسن تم کو ہو کہاں عشق مجھ کو ہے
 تمہارے حسن سے آیا تھا ناداں ادعا کرنے
 خدا کی واسطے لاکشتی سے جہلہ اسے ساقی
 کیونکہ دہریہ میں پہچاننا ہو کون اسے غربت
 چھپا یا سب منہ مگر ہمارے خون کی تہذیب

جگ میں چٹکیاں لیتی ہیں بھاری غنامل کی
 کوہ بھی پوچھتے آتے ہی ہو گئے راہ منزل کی
 غضب یہ جو کہ گردن اٹھ نہیں سکتی و قاتل کی
 نگاہ حسرت آلودہ نہیں بھی جو بسمل کی
 اگر ہر عشق کامل کھنچ لائے لگی کشش کی
 جنوں ایگز پھرتی ہیں آوازیں غنامل کی
 کہو تم میرے دلی یا میں کہدوں بکے دلی
 سپیدی چھا گئی صورت تو دیکھو کال کی
 تر شاہ ہو رہا ہو کچھ ہوا ہو سرد سائل کی
 شناسائی ہو کچھ ان راتے والوں میں منزل کی
 عرسانہ حیا کرنے لگی شمشیر قاتل کی

مرآة النیب

خوشاد و انگار راہ الفت خوب ہے ہو
یہ تیری زلف کا عقدہ نہیں اسو خوشائے سے
تامل سے جو دیکھا بر گہائے غنچہ گل کو
کیلچا منہ کو آجاتا ہو دل بہوں تر پتا ہو
جہاں بد الامزاج اس ترک کا چڑھنے لگی تیری

نہ سمجھ کھیل تیر الفت کی بازی جان بیتی ہو
کہے رکھتے ہیں ہم اچھی نہیں ہو دل لگی دل کی

بہے بحر فنا میں جلد یارب لاش بعل کی
تصور خال کا آیا تو رونق تر گھڑی دل کی
بسی گور غریباں جس کی کا گھر ہو ادراں
جہاں رکھی گلے پر تیغ دم لینے نہیں دیتا
جناب عشق سے فریاد ہو برباد ہوتا ہوں
تو ہی پلٹوئی فردیں دیکھ کر ٹھہر دل عاشق
وہاں یار کے آگے سکوت غنچہ زیبا ہے
تہاں عشق کو درد کے ہم سرنگہ تے ہیں
فلاطون خم میں بیٹھا شراب گ پیئے کو
وہ لاغریوں جوانی میں نہیں کھینچیں میں گرم آہیں
حسیناں جہاں رہتے ہیں جہاں گلشن صورت
یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت میں
کسی کا ساتھ کب دیتا ہو کوئی سیر اری ہیں
جو نظر میں سمایا ہو گیا عشاق کا جہاں

مرآة الغیب

دری کشتی برنگ موج اس بحر حوادث میں سنارے تاک اگر پہنچے تو کھوکھلے ساحل کی
ازل سے ہر مال گارے مغزوں کا نکالی کف دریا کی قیمت میں لکھی ہو موج ساحل کی
اتیر آئے گار و ز عید قربان گاہ میں قافل

سیدی چاہیو دیوار در پر چشم بیل کی

ہو کیا کہ صورت تاک نہیں دیکھی ہو بیل کی
مٹا سکتی نہیں شان تر کلفت پرے دگی
تو پ جاتا جو دل اہل کم کا جوش یا اگر
ظار دہر سے کیا آشنائی بحر عرفاں کو
کف مسائل نہیں ہو کشتی دریائے بے آبی
خیال عیسیٰ یہ ہر قدم تھا دشت ہستی میں
وہ عاشق ہیں کیا جو قصہ سوزیکا اندھیر میں
سینے عمر کے کیونکر نہ ڈو میں ایسے طوفاں میں
وہ ماسما ہوں تلاش آس میں بن بن میں جل جلال
وہ شائق تہا دہوں جو اوچھے زخم بھی کھانوں
خلائق نے یہ وقت دین ہی ہر رنگ کی مٹی
تعجب کیا جو کسوں دشمن رہ نہش بھانے
بکا ہو گر تفسیر آگیا اعضا میں یہ پی سے
جو ہم سار نہ ہونا چھٹی پڑتی کیوں یہ تپ جیوں

ازل سے ہو جو اس زہرہ شمائل یہ آئینہ الفت

خیر دل میں کیا مٹھی لی تھی چاہ بایل کی

شکوہ جو کیا درد کا ادوار نکالی خوب اس نے دوائے دل بیمار نکالی

مرآۃ الغیب

جب کچھ نہ رہا مجھ میں تو کلیں مری آنکھیں
رسوائی ہوئی تیری جی اے تر کی میں کیا
کب ہم نے کہا تم سے کہ آئینہ نہ دیکھو
صدا کا رخ دیکھ لیا چاک قفس سے
ہم زندہ کبھی صحبت زادہ میں جو ہو چنے
کہتے ہیں اسے ضبط کدل تم سے ہوا خوں
سو نکھیں نکال موت نے بونے گلِ حدت
قافل نے کی کی نہ ذرا قفل میں میرے
میں نزع میں عیسیٰ کو مری لنگوہ تعلیم
چھیتی ہو جو نشتر کی طرح دل میں امیر آہ

نامح نے وہی چھیر کی گفتار نکالی

کیوں وہ صدا کسی صید پہن ڈالے
بل بوتھو رہی پہن اکت سگہ برفن ڈالے
کیا کریں طالب دیدار جیہا کا شکوہ
سارا پردہ پر دوئی کا جو یہ پردہ اٹھ جائے
قابل دید ہر وہ عارض و چشم و نظر کاں
جب نکلتے ہیں وہ تلوار سفینا لے گھر سے
ابر و خاک ہوئے پھر بھی نہ کی عاشق کی
رنگ اس لعل سی زیت سے تیار کہاں
لوٹی برقی سطور پھر سے چار طرف
اڑ چلا رقص میں پردہ از کو پر پیدا ہو

خود بخود صید چلے آتے ہیں گردن ڈالے
ذبح سے پہلے ہو ہر گ گردن ڈالے
پردے آنکھوں پر جب اسکا رخ شون ڈالے
گردن شیخ میں زنا رہ رہن ڈالے
حوریں مٹھی ہوئی ہیں خلد میں جلن ڈالے
مکال موت چلے آتے ہیں گردن ڈالے
چار آنسو بھی نہ تم نے سیر فن ڈالے
مغھ گریبان میں تو اپنے گل سون ڈالے
تو اگر آنکھ سوئے دادی امین ڈالے
اپنے کاندھے پر اٹ کر جو وہ دامن ڈالے

مرآۃ الغیب

کتنے انداز کے کس طرح سے پامال نہ ہوا
 اہیں زخم نگہ ناز و فوج ہوتے ہیں
 قدم اس ناز سے جب پاؤں کا توڑ ڈالے
 کہو ڈورے یہ کسی ادیب پہ نون ڈالے
 خون ناحق کہیں چھینتا ہو چھپائے سے امیر
 کیوں مری لاش پہ وہ بیٹھے ہیں دامن ڈالے

ہر پر نہ پری پر نگاہ پڑتی ہے
 ہر دم ہر سے دیکھے مجھے امید نہیں
 گدا پہ کب نظر بادشاہ پڑتی ہے
 اب اس کے چہرے پر اپنی نگاہ پڑتی ہے
 کہ کشمکش میں وہ زلف سیاہ پڑتی ہے
 بدن پہ آڑ کے اگر گدراہ پڑتی ہے
 ٹہنی نہ تیغ بھی جیسے آہ پڑتی ہے
 بلا میں جان یہاں بیگناہ پڑتی ہے
 قفس میں نیند اگر گاہ گاہ پڑتی ہے
 نظر جو صورت مردم گیاہ پڑتی ہے
 کنارے نہر کے جیسے سپاہ پڑتی ہے
 کوئی تو تم پہ بھی اے ہزارہ پڑتی ہے
 نہ گرد راہ نہ گرد نگاہ پڑتی ہے
 ہزار پاؤں پہ زلف سیاہ پڑتی ہے
 کہ عقل غیب میں بے اشتیاء پڑتی ہے
 دیا ہے یار نے فرمان قتل عام امیر
 ہمیں بھی اب تو امید رفاہ پڑتی ہے
 زخم وہ دلیں جو کاری کہ کلیہاشت ہے
 درد پہلو کی یہ شدت جو کہ رنگت حق ہے

عشق سے عاشق و معشوق اگر اشتقاق ہو
 سنگدل تیری جو فریاد کریں دیر میں ہم
 شرم و عیاشیاں سے بہا رنگ کہ سو بیچار
 رشتہ آسارہ ہوں لاغر غم عریانی میں
 ذکرِ نجینہ سے ہوتا نہیں کوئی منعم
 ہوں میں دل سوختہ دنیا میں چہ ادنیٰ
 کیوں نہ کہنے تری اثر گاہ کی پھر دل نہاد
 لب جانِ بخش سے کلی مرے مرقہ پر کرو
 زاہد و ساقی کوثر ہمیں کیوں دیکھئے شراب
 خوف معنوی آدم سے خدا ہے ایسا
 عشق میں پار ہو کس طرح سے طائر کھیں

دور مضمون دم تحریر نکلتے ہیں امیر
 صدف آسارے خاے کا کلیجہ اشتاق ہو

یہاں تک جھکو نہ کام خوشی جو آرزو غم کی
 میں وہ غم دوست ہوں تجھ کی غم سے دوا دل کی
 مناجی کو پچھو محبوب میں ہے نالہ غم کی
 تھپڑ مورتیں جادو گھنٹا ہوں یہ پچھتاہوں
 ترا غمزدہ ہو وہ طرار جب گلشن میں آیا ہو
 خیالِ دشتِ زمیں آگیا ہے مجھ کو غمش ساقی
 سنایا اسقدر ان مردمِ ابلیمیں نصرت نے
 الہی ہو یہ شکر کس سلیمانِ پری و ش کا

اٹھار کھتا ہوں روزِ عید پر مجلسِ محرم کی
 جو آیا منہ چپالی چھال میں نے نخلِ ماتم کی
 غضبِ ابودہ جڑ کاٹی ہیں نخلِ ماتم کی
 سلیمانِ اللہ گئے شایہ صیف ہوا کی ماتم کی
 گلو کی جیب کتری ہو گرہ کاٹی ہے شبنم کی
 کھلیں آنکھیں اگر پاؤں ہوا داناںِ یم کی
 کہ ڈر کر آدمیت چھپے ہی تربت میں آدم کی
 بلائیں لیتی ہیں بریاں ہوا پر زلفِ جم کی

مرآة الغیب

ہمارے نالہ دل سے جو گرم نالہ ہر بلبل
 ہیں جو روز محشر تک رہے اولادیں بھگوا
 زانی و وصل کی شب ایک بے فرق ہو گشتا
 نالے کوئی ہم تک حشر کیسے پہچانے کو
 دھاجے بھرے ہیں دل نے گوش زخم کی کہار
 دوی یہ راگو میری سیہ تھج کی ظلمت سے
 بہ شہر و حشر مجنوں کا شست آخوان ہوں
 نہیں جو شرم کی اجاب تو ہمو دیکھنے آؤ
 لاشا جاتا ہوں گردش گردن گردا کو
 لاغزہ تو پایا آرسی نے رنگ آرائش
 جلانا مارنا جو کام ان خورشید ردیوں کا
 زانی یار میں ہوں اسقدر محروم اے فائدہ

نہیں کس گلستا نہیں شاخ اپنے نخل نام کی
 ہماری غیر کی ہے دشمنی المیہ آدم کی
 بہار اسیں جو جنت کی ہوا آسمیں جہنم کی
 بچا بیٹے یہ غل محشر میں زنجیر جہنم کی
 ہوا میں آگئے ایسے نہیں سنتے ہیں مرہم کی
 دھاجے نور پڑھ کر اپنے اوپر شمع نے دم کی
 مثل سج ہو کر شمع سے ہوا جھاک رہم کی
 کہ پی باندھ لی داغ کی آکھو پھر بھی ہم کی
 گل رعنا ہری آکھو نہیں نیرنگی جو عالم کی
 پنی افشاں تو آئیے کی قیمت اور بھی چکی
 کہ جی اٹھتے ہیں ذرے آجانی شہنم کی
 نکھوں جو سطرانے میں وہ صفت بجائے ماتم کی

امیر اس سرور عالم کی کیا تو صیف ہو گھ سے

خدا کی شان جو سیرت ملک کی شکل آدم کی

بہال اسکو ہمیشہ کرتی ہو بالیدگی غم کی
 نہ ہو جس میں تجلی تجھ سے محبوب وہ عالم کی
 ادھر ہوں عیش کی باتیں کہانی ہو دھم کی
 ہوا عشق سر میں دلیس رنج دیار کا طوقا
 جی کیا جانے جو کس شہید نازی مجلس
 غضب گوی قیامت کی جلن عیش میں یارب
 جلا اس جو رکادل کیا ہماری ہوش اس سے

ابھی دل ہو یا کوئی کلی جو نخل نام کی
 وہ جنت جل کے یار خاک ہو جائے جہنم کی
 کہو تم اپنے عالم کی کہیں ہم اپنے عالم کی
 بھلا دنیا دیکھا جو ایک شت خاک آدم کی
 کہ غنچو نچے چٹکنے میں صدا جو نخل نام کی
 پھکا جاتا جو تن آچیں نکلتی میں جہنم کی
 عکس جنت کو کچھ بنگاریاں آئے کہ جہنم کی

نظارہ دو جہاں کا چھوڑ جلدول کا تماشا کر
اڑاے رنگ تھو سیکے گل کی بٹن بدیل
ازل میں صل کس عشوق و عاشق کا نظرا آیا
زمانے بھر کی ایناڈوں سے چھٹی مرے کئی جو
پیش حسن گندہ مگوں کی عین آدمیت و
بے سیدہ سپر کیا کیا شعاع ہر تاباں سے
یہ کچھ نکری کے اڑدو میں چکیاں گئی
ہوئی کس کسکو خجلت ایک میرے قتل ہو تیری
تہاری چال بھی کیا گردش گھون گداں جو
دکھایا گرم دھردل ہر داغ و اشک نے مجھ کو
یہ شوق می کشی ہو سایہ انگور کے پیچھے
سوا خورشید رو دیکھ کسی پر نہ مائل ہوں

شبیں میں سہوق کھینچیں میں میں نول عالم کی
کہ منہ سے کچھ نہ کہہ کا نول سنگھار عالم کی
کہ آکھیں کہیں کھلتی نہیں بادام توام کی
لحد کہتے ہیں جبکہ وہ سرحد کشور غم کی
نہیں وہ ابن عادم تو نہیں جو ہمیں ادم کی
کھینچیں سو پر چھپاں گن یہ بھیگی آنکھ شوق کی
نہیں یہ صفت سہیل بانسی جو مطرب غم کی
پسینا آگیا قاتل کو گردن تیغ نے غم کی
کہ چل کر دو قدم صورت بدل دے جو عالم کی
کہ دن بھر دھوپ کی تھی ہوا یاد کو بنم کی
ہوا کھانے کو درج آتی جو اجاک حضرت جم کی
الہی دل مجھے ذرے کا دینا آنکھ شبنم کی

شکست شبنم دل سے امیر آیا ہو غش و غلو کو

چھٹک کرے سنگھا دے کوئی شئی ساغر جم کی

مجھ مست کو نے گل بو بہت ہو
موتی کی طرح جو ہو خدا داد
جاتے ہیں جو صبر و ہوش جایتیں
مانند کلیم بڑھنے اے دل
بے کیف ہوئے تو خم کے خم کم
کیا وصل کی شب میں نکلیں میں
منظور جو خون دل جو اے یاس

دیوانے کو ایک ہو بہت ہو
تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہو
نجم کو اے درد تو بہت ہو
یہ دور کی گفتگو بہت ہو
اچھی ہو تو اک سبو بہت ہو
فرصت کم آرزو بہت ہو
اتنے لئے آرزو بہت ہو

مرآۃ العیب

اسے نشتر غم ہوا لکھن خشک تیرے دم کو لہو بہت ہے
 پھر ملے وہ منزہ تو کیوں نہ دروں آنکھوں میں غلش کو بہت ہے
 خچہ کی طرح چھتا میں ساتی اپنا ہی مجھے سب کو بہت ہے
 کیا غم ہے امیر اگر نہیں مال اس وقت میں آہ و بہت ہے

ابراہ غیر بادہ جو وہ مند خو پیے غم کیوں نہ جو تک بکے ہمارا لہو پیے
 لیکن ہوا اک جام سے کیا اسکو ساقیا جو خم کے خم چھائے سب کو بکے پیے
 دشت ذرا کسی کی ترے مست کو نہیں قاضی کرے جو منہ تو رے رو بہو پیے
 قاتل نے مجھ پر کھینچے کے یہ تیغ سے کہا اب تو کسی کرے تو ہمارا لہو پیے
 اُنے جو میکہ میں کرے مست کیل کی شیشے کی طرح چھائے بے تا گلو پیے
 دیکھے وہ خط سبز جو سبزہ تو رشک سے کیوں گھوٹ زہر کے نہ لب آہو پیے

منظور جو رخ ہے کہ امیر سیاہ مست

دل کا کیا ب کھائے جگر کا لہو پیے

ابو یار نہ بھولے کبھی دل شاد رہے خوب مطلع ہے یہ اللہ کے یاد رہے
 زعفران زار میں بھی گردل ناشاد رہے بھی گریہ بھی نالہ بھی فریاد رہے
 ہوں وہ مقتول مرے قتل کی ایسی خوشی رخص میں تیغ رہے وجہیں عطا رہے
 بھر بہار آئی چلے سوئے چن دیوانے کمد ویر بارش کے دوا نہ پھیلو رہے
 رشک جو بعد فنا جھکو فلک سے تو یہ جو میں شمشاد رہے یہ ستم اجداد رہے
 ہم جو پہنچے تو ب گورے آئی یہ صدا آئے آئے حضرت بہت آزاد رہے
 آنکھیں جھانکو کہتی ہیں وہ ب جینے کو کہیے وہ حکم رہے کہیے یہ ارشاد رہے
 اسکی تصویر میں اسد جہ زاکت کا ہر صوفی باقی نہ قلم میں تو ہے ہزار رہے

آشنا نے سے نہ مطلب نہ گلشن غم
بسموں کی بجھ یاس بُری ہوتی ہے
یہ کہوں گایہ کہوں گایہ ابھی کہتے ہو
ہوں وہ غم دوست کہ رو رو کے دعا کرتا ہوں
حشر میں عذر گنہ کیا جو جتنا تو رکھو
بحر ہستی میں حجاب بھیا کی طرح
میں اگر غیر کوئی ہوں تو مجھے وہ بھولے
زار ایسا تھا کہ میں دشت جنوں میں نہ ملا

کیا عجب بھول گئے ہم جو کلام اپنا امیر

یاد رہنے کے جو قابل نہ ہو کیا یاد رہے

ایک دل بھر میں کس کس کی یہ نافرمانی
ان کی آنکھوں کے تصور سے دل تباہ رہے
قتل بے خجرو شمشیر جو ہو یہ نظر
طول فرقت سے مرے وصل کے شعل گئے
جب کہا ہم نے گلا اپنی پریشانی کا
کچھ گئی یار کی تصویر تو اللہ نے خوشی
ہم وہ قیدی ہیں جو گئے وہ خط آزادی
لامکاں میں نہ تھا کانا نہ مکاں میں سکوت
کون پر داتہ یہاں شمع سر طور کا ہے
ہجر میں یار نے پوچھا نہ اہل نے ہم کو
دہ رے شوق اسیری کہ دعا کرتا ہوں

گھر الٹی مرے صیاد کا آباد رہے
اک ذرا دل کو ہنساے ہوئے جلا رہے
سانے آنے بھی جیب حضرت دل بیا رہے
در کا دل نہ ڈکھے خاطر علم شاد رہے
کہ سہا د اٹھیں بھولے تو مجھے یاد رہے
ہم رہے کب کہے کوئی کہ برباد رہے
وہ اگر اور کوئی ہو تو مجھے یاد رہے
ڈھونڈتے تھے جہ کو مرے سایہ دہز رہے

قیس کا دل کہ اسمیں غم فرما رہے
قاف پریوں سے جتان حوروں سے آباد رہے
اک ذرا آپ کو گھٹھے ہوئے جلا رہے
نہ وہ باتیں نہ وہ راتیں نہ وہ دن یاد رہے
زلف جاناں نے کہا ہم بھی تو برباد رہے
ہم بغل دیر تلک مانی و ہزار رہے
ہو لقیں حروں میں شان خطا حد رہے
دل سے نکلے تو کہاں جا کے یہ فریاد رہے
حلوہ افروز ترا حسن خدا دار رہے
نہ اُسے یاد رہے ہم نہ اسے یاد رہے
منہ دم ذبح سوئے خانہ نصیب رہے

شاہی درنج زمانے میں تو اُمید دل کچھ تو ہونٹھوں پہ ہنسی بھی دم فریاد رہے
 کھل گیا غم سے اگر تن تو بے شکل حیا ہم ہوئے خاک سے پانی بھی تو بہا رہے
 لانے انھیں نہ کہیں جائے آزاد کیا دامن اس ڈر سے سینے ہوئے شاد رہے

روز جانبار مرے شوق شہادت میں امیر

کیسے ہنگامے سب کو چہرہ جلاد رہے
 دل کو طرزِ نگہ یار جتاتے آئے
 تیر بھی آئے تو بے پر کی اڑاتے آئے
 ناتوا دیکھے نہ پانی پہ بھی دور وز کے بعد
 ۳ درگور میں جو خاک اڑاتے آئے
 عام کوڑے سے جو کیا کام ہیں اسے صواں
 اب خور سے دہیں پاس بھجاتے آئے
 لٹے ابرو تو اور آگ لگاتے آئے
 لٹے لٹے کی خوشی چہر میں کس کو ساقی
 قدم بہت پہ بھی ہم سر کو جھکاتے آئے
 خاک اڑاتے گئے ہم خاک اڑاتے آئے
 شگ اسود کے جو بوسے کو چھ سوئے حرم
 خاک اڑاتے گئے ہم خاک اڑاتے آئے
 دشتِ مٹی میں ملا خاک بگولے کی طرح
 سیکڑوں جاتے گئے سیکڑوں آتے آئے
 بادشاہوں کا ہے دربار در پیرِ مغان
 کہ چمیر بھی ترے ناز اٹھائے آئے
 اپنی پانزیب کی جھنکار سناتے آئے
 لاک الموت بھی پر اپنے بچاتے آئے
 پردہ ڈلی کا سراہ اٹھاتے آئے
 یوں ہی عاشق کو میں معشوق مٹاتے آئے
 شیریاں پہنے ہوئے شور بچاتے آئے
 خوب آئے کہ مرے منہ کو چھاتے آئے
 محل کھلانے کے لیے کچھ بچاتے آئے
 کیوں نہ تجھ ہی ہوئی باتوں کو بتاتے آئے

کیا کہنے کی کوئی محشر میں جو چھپکا امیر
 ہر سبب در پہ یہ بلوہ نہیں غالب جو کراپ
 و جب ہر سے شبنم ہوئی بولی یہ زمیں
 روزِ محشر جو بلائے گئے دیوانہ زلف
 زارِ غم جو سناٹے سے تو بھنس کر بوسے
 رخِ دلِ نقش قدم وار کے و شہکار
 کیا کہنے کی کوئی محشر میں جو چھپکا امیر

مرآۃ الغیب

ہم اگر قتل ہوئے خیر یہ تقدیر اپنی
پھر بہار آئی جنوں ہوئی جو تدبیر اپنی
بے نشانی یہ مرے دل کو پسند آئی جو
قید ہو کر ترے گیسو میں یہ رہ پیا
جان نثار دے وہ کہنے میں چڑھا کر دے
یاد مرزاں میں شب جو چلائے میں ہم
میکشی کون کرے چور جو یاں بیت دل
حاجت تیر و کماں کیا جو تھے چل تو بھی
تو کہو پھونکے چھپرکھت میں کانٹے میں نصیب
آنکھیں چہرے پہ ٹینگے تو چمکا گیا گھاس
حضرت قیس جو بلجائیں تو اتنا تو تھیں
یوسف مصر کا نقشہ جو طلب کرتا ہوں

اے امیر اللہ نہ سیکے ضعف سے ہم تادم گ
جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

اب توبہ مکرہ عشق میں بھلا کھجاک جو
گھورتی ہو یہ جو انان جن کو سردم
حسن بیکتا کا جو پر تو بھی جہاں میں بیکتا
جنگ عاشق کے لیے حسن زہرہ پوش ہوا
شب بھر آغوش گلستاں میں جو غنیمت کی جگہ
فرش سے عرش تک انیدہ سب کے سب کھیت
رکھ قدم بڑھ کے در دل پہ تو منزل کو پہنچ

برش خنجر سفاک مرے دم تک جو
نرگس باغ سے بلبل کو بجا چٹسک جو
زادہ کیوں تھے بیکانی بت میں شک جو
کون کہتا ہو رخ صاف پہ یہ چھپک جو
رتبہ دیدہ بیدار قیامت تک جو
آنکھ جب بند ہوئی پیش نظر ملک جو
شہر آباد محبت کا یہی پھانک جو

مرآة الغیب

نہیں دیوانہ اگر لائق تغیر امیر

کس لئے سناک بکھن دہریا کو دکھیں ہر گرجے
بے افشاں کا اگر ذرہ میں ہر گرجے
رات کو سو فکرا آیش جو اس گل کو تو ماہ
چاندنی کا پھول بنو آتشیں ہر گرجے
اڑتے ہی اڑتے کہیں بانگ ہیں ہر گرجے
ناریم افتاد گوں کا جب کبوتر لیچلا
کیا کردں پرواز کی طاقت نہیں ہر گرجے
یا الہی یہ سیاحی اس تجھیں ہر گرجے
سر جھکا کر آئے بائے نازیں ہر گرجے
جھپٹ نکال کی توڑ کر بجلی زبیں ہر گرجے
سارے طائر جوڑا کندے زبیں ہر گرجے
شاخ طوی کٹ کے دھس دھس ہر گرجے
کس طرح آٹھے کس جب انگبین ہر گرجے
نہ نازل ہو جو ہنس پڑنا تھارا آے یاد
دھشکارا کھن چلے لیکر اگر شیر و کماں
بازوہ پرا جائے تیغ قامت قاتل اگر
ہنس کے چھوٹے لذت دنیا کے یوگر بواہوں

آفتاب عارض ساتی اگر چکے امیر
خماک ہو کر برق آب آتشیں ہر گرجے

جب تک وہ پلک بسیر یاد نہ آئی
کب گور میں خنجر کی رگڑ یاد نہ آئی
شیر میں زلی سناک اگر سیکڑوں کاٹے
بالوں کی سفیدی کو کفن سمجھے نہ کس دن
دھماکے دیت حشر میں کس سے میں کو نکلا
طاڑ میں وہ ہوں پانوں نہ گلزار میں کھلا
ہنچ ہیشیل جان ہر انچی تو جہاں ہر

مرآۃ العیوب

غش صورت موسیٰ میں ہوا سانسے اُسکے
 کیا آئے نظر مرد ماک چشم کو وہ خال
 نقشہ مرے محبوب کا چلتا ہوا دیکھا
 کیا جرم ہوا تھا کہ گرے اُسکی نظر سے
 انسان کو نظر صورت ہمارا نہ آئی
 تجھ کو رد شب اے خامہ بزاو نہ آئی
 کچھ ذہن میں اپنے تو یہ اُفتاد نہ آئی
 روح آئی عدم سے مگر آزاد نہ آئی
 عرضی بھی مری ہو گئے کبھی صادق نہ آئی
 بھندے میں مرے خاطر آزاد نہ آئی
 کچھ کام نہیں کام جو اولاد نہ آئی
 مضمون سے پس مرگ مرا نام جو زندہ

دحشت میں امیر اپنے برابر نہ ہوا نہیں
 شاگرد میں کیفیت اُستاد نہ آئی

ہم اور مولک امتحان سے مل جاتے
 عدم کیوں سے تو گہرا کے اے اجل جاتے
 ہمارے تیز نہ تھی میخ یار اگر چسپتی
 جوں کے جوش میں کھلتی نہ لہ لک عدم
 سیاہ کار وہ ہوں حشر میں حساب مرا
 بچائی داغ نے زندا نیان زلف کی جاں
 تہوں کی بھی جو پرستش نہ کرتے لے زاہر
 شبِ فراق میں اچھا ہوا نہ کھینچی آہ
 جھڑی نے آستوں کی اور جی ڈبو یا جو
 دکھا کے تیغ جو مقتل سے یار بڑھ چلتا
 تینگ بکے لپٹے تو شمع ردیوں سے

جواب پانوں جو دیتے تو سر کے کھل جاتے
 وہاں بھی جی جو نہ لگتا کہاں نکل جاتے
 تو ہم سے کتنے غریبوں کے کام چل جاتے
 بڑے مزے میں پہنچتے جو آجکل جاتے
 جو وقت صبح سے ہوتا چراغ جل جاتے
 نہیں تو گھٹ کے اندھیرے میں تم نکلتا جاتے
 خدا کے سامنے ہم لے کے کیا عمل جاتے
 غریب خانے کے دو جھوٹے بھی جل جاتے
 برس کے جلد یہ بادل کہیں نکل جاتے
 اجل کے پاؤں پہ سر رکھ کے ہم چل جاتے
 وہ ہم نہ تھے کہ تب ہر سے پھل جاتے

مرآة النیب

ملاش رزق میں گردش جو اس میں سیود نصیب ساتھ ہی رہتے جہاں نکل جاتے
قبول خاطر روشن دلاں اگر ہوتے
امیر نور کے سانچے میں شعر وصل جاتے

مقام وجد جو اسے دل کہہ دے ہاں آئے
خداوندانہ رنگ اس ترک کی تلواریں آئے
مے گھر کی طرقت بھی عالم مستی میں آنکھ
دلا آنکھ لے چمک اس سے ہو دیدار کا طالب
خطائیکوں میں اے خال دے یاد دتا ہوں
بہت مشتاق میں مست آمد ابر بہاری کے
نخبدہ قد ہو اب دیر کیا جو خاک ہونے میں
جنوں کا رنگ چمکایا یہ تیرے عشق عارض نے
یہ وقت تھل جو ڈر ہم کو اپنی سخت جانی سے
کیا دیکھے طعنے و اظہوں نے تنگ یہ آخر
نظر آتا ہے ہر گل زربخت بہر خریداری
زرد داغ جنوں تقسیم شاہ عشق کرتا ہوں
خدا ہو دوست جبکا اسکو کیا اندیشہ دشمن
خلش میں کیا مزہ جو تیرے دیوانوں کو کیا جانے
یہاں مدت سے جو سیر دل صد چاک کا قبضہ
علائقہ دکھائے کب وہ جلوہ روبرو روشن کا
اٹھا درخ سے پردہ کو را درز ادینا ہو
گرتا رقص تھے جب تک فصول ہماری تھی

بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکاریں آئے
کہیں دھبہ میرے زخم دامن داریں آئے
ترنگاں ایسی کبھی یارب خراج یاریں آئے
جو ہوں علوت نغیں کیا مجمع اغیار میں آئے
جو تو آیا تو آیا وہ نہ اس سرکاریں آئے
الہی کوئی لکھ کوہ سے گلزار میں آئے
زمین پر گرے آٹھ جو خم دیوار میں آئے
گمیاں چاک تھل گلزار سے بازائیں آئے
کمر میں بل نہ بال اس ترک کی تلواریں آئے
کہ ہم مسجد سے اٹھ کر خانہ غمار میں آئے
جہن میں تم کہ یوسف مصر کے بانڈویں آئے
تو نگر جبکو ہونا ہو وہ اس سرکاریں آئے
براہیم آگ میں پھینکے گئے گلزار میں آئے
جب آئے پابہ بندہ دادی پر خاں میں آئے
کہوشانہ سمجھ کر کیسے عمار میں آئے
جو بے پردہ نہ خواب طالب دیار میں آئے
ہلاؤ لب زبان گنگ بھی گھٹائیں آئے
خزاں بھی ساتھ آئی ہم اگر گلزار میں آئے

مرآة الغیب

کیا ہو وعدہ سر دینے کا قاتل سے سہا سہی
زباں کو کاٹ ڈالوں فرق اگر قرار میں ہے

ایتراب و غم کیسا کہ پہنچے ہم مدینے میں
چھپے آفت سے ظل احمد مختار میں آئے

خیال زلف و عارض میں قضا کی
اد پر مرئیوں سے بھی غم سے
نہ آنا تھا اجل منہ پر نہ آئی
شب غم میں جو ہم کو ہاتھ آتا
وہ بے کس تھے کہ قربت پر ہمارا
عدم میں کیا تماشا ہو کہ دن سات
مرے منہ کا ہو نقد حصہ غیر
دیکھ کیونکر نہ دل آواز نے سے
نہ کھا اے دل فرب زینت دہر
بہاویے خراں ہے جامہ یار
کیئے ہم نے یہ تجافوں میں جحدے
دلا ہم سے گلا اس در با کا
نہ مجھوں جو نہ واسی جو نہ فریاد
وہ دانہ ہوں جو پسینے سے بچوں میں
وہ غافل تھی کہ تب لی بنے کر وٹ
الہی مرچوں جھگڑا بھی چھوٹے
کہاں نہک دانہ ہو گا عقدہ کار
پسین کیونکر نہ تیری راہ میں دل

غماز صبح و شام اک جاودا کی
کہہ کیوں موت آئی ہو قضا کی
ترکی تلوار آواز نے کسا کی
درازی ناپتے روڑ جزا کی
چڑھائی چرخ نے چادر گھٹا کی
چلی جاتی ہے سب خلقت خدا کی
مجھے قسمت ملی ہے آسیا کی
صداء یہ کسی درد آشنا کی
ڈلی اس بان میں ہے سنکیا کی
نہ مڑجھائیں کبھی کلیاں قبا کی
کہ بت کہنے لگے رحمت خدا کی
شکایت آشنا سے آشنا کی
مرے سب آشناؤں نے قضا کی
جلادے آگ سنگ آسیا کی
ڈھلی جب وہ پیر روز جزا کی
کہیں آسان ہو مشکلی قضا کی
گرہ ہے کیا ترے بند قبا کی
غضب شوخی ہو چشم نقش پا کی

مرآة الغیب

اگر میرے یہ خانے میں آجائے سعادت ساری اڑ جائے بجائی
ترے کشتے نے خنجر ہی کے پیچھے مصیبت جھیل لی روزِ جزا کی
ایسر سخت جاں بھی ہو چکا قتل

چلو منت ہوئی پوری تھنالی

ترک کیا کام اب دلیں غم جانا نہ آتا ہے
نظر میں تیری آنکھیں سر میں ہو دایری زلفوں کا
دورِ محبت باری جو بخواروں پہ ان روزوں
گئی دیکھی بچھائے بیکسی میں کون جو ایسا
انہیں سے غزے کٹی ہو جو تھک جان دے تھیں
پریشانی میں یہ عالم تیری زلفوں کا دیکھا ہے
چھٹاک جاتا ہے جامِ عمر زیاد اُسے ناکامی
وہ بت ہو ہریان سب اپنا حال کچھ میں
طلمس تازہ تیرا سایہ دیوار رکھتا ہے
یہ غفلت رہ کے زامان تہوں میں پہنچائی ہے
دور گئی سے نہیں خالی عد بھی صبرِ ہستی
ہمایوں استخوانِ سوختہ پر میرے گر تار ہے
اُدھر میں حسن کی گھاتیں ادھر میں غیش کی پٹیاں
یکجا اٹھ سے اہل طبع کے جاگ بوتا ہے
نمک جلا د چھر کا چاہتا ہے میر زخموں پر
زبردستی کا دھڑکا و صل میں تم کو سمایا ہے
ابھی کسی شمع حسن جو روشن ہو گھر میرا

مرآة الغیب

وہ عاشق خال خط کا سہل کندہ کرتا ہے
میسرے دل بھی جو مجھ کو دانہ آتا ہے

امیر اور آنے والا کون ہو گور غریباں پر
جو روشن شمع ہوتی ہو تو ہاں پر دانہ آتا ہے

جتنے کہ تیر ترکش دلبر میں رہ گئے
دھو یا ہزار اُس بُت سہاک نے مگر
صحرائے عشق میری طرح بے نہ ہو سکا
چھوڑے کہیں نہ گیسوئے پر غم نے اسکے پیچ
مجلس تمام ہو گئی ہنگامہ بد چکا
اے چشم اشکیار ڈبو دے نہیں بھی تو
یار بشتاب آئے سب یا اسطرف
ساقی چمن میں آتے ہی رخصت ہوئی بہار
نامے تو نارسائی قسمت سے گر پڑے
اشکوں سے میرے بھگت کی سار جہان کی آگ
دامانگی سے جانہ سکے کاررواں تلک
ایک مکان ہیں دیدہ ددل اختیار ہو

اُسے نشان امیر نہیں ہیں اگر نہ ہوں
نام آوروں کے نام تو دفتر میں رہ گئے
دلخ اتر باکے سینہ سوزاں میں رہ گئے
رخنے تمام بند کئے صبر نے مگر
لے نہ کر دہی مری کشنی پائیں گے
کانٹے کہیں پڑے ہیں کہیں گرد باد ہیں
مخمل کہاں چراغ شہنشاہ میں رہ گئے
سورخ دل میں چاک گریباں میں رہ گئے
کیا سر شاک کے شورش طعناں میں رہ گئے
یہ یادگار قیس بیاباں میں رہ گئے

مرآة الغیب

میری طرح ضعیف ہے میرے اشکِ غم
وہ خوب رو رہے نہ وہ تڑپیں زلفِ رخ
باقی فسادِ گبر و مسلمان میں رہ گئے
یعقوب راہ دیکھتے کنگاں میں رہ گئے
قیدی جو ناتواں تھے وہ زنداں میں رہ گئے
نقشِ قدم کی طرح بیاباں میں رہ گئے
آخر کو تھک کے گور غریباں میں رہ گئے
بلبل پھر پھر پھر کے گلستاں میں رہ گئے
بن بکے دردِ دہرے دہراں میں رہ گئے
جو استخوان کے گنجِ شہیداں میں رہ گئے
کچھ ڈھیر بڑبڑانے بیاباں میں رہ گئے

وٹا ستمگروں نے مگر پھر بھی اسے اسیر
مضمون ہزار ہا مرے دیواں میں رہ گئے

بتوں سے سرودہ جا کر مکان پر کھیلے
کمان میں تیردہ جوڑے تو صیدِ ہنسن میں
زبان تیشہ یہ دیتی تھی کہ کھن کو صدا
یہ اس کے پڑھنے سے ہو چاہے بیتِ کوشادی
میں نہ رنگ میں نہ بول وہ طفلِ بادِ عشق
جسے رنگ وہ مطربِ پسر جو بیچاک کا
نہ جیتنے میں گذارہ نہ ہارنے میں رنہ
کہوں تو دردِ دل اس سے مگر یہ قتلِ کانوف
لگائے کیوں نہ وہ واعظِ نماز میں شطیں

مرآة الغیب

ہمارا دل ہو کہ اس ترک شوخ شیطانی
ہزار بار کیا امتحان پر کیسے

امیر چال کوئی اس سے کس طرح چل جائے

تمام روز جو چو پڑ مکان پر کھیلے

نمود خط ابھی اسے حسن یار باقی ہے
اس آئینے کے جگہ میں غبار باقی ہے

نہ مست ہو نہ کوئی ہوشیار باقی ہے
حجاب کس سے اب اے چشم یار باقی ہو

وہ صید گاہ سے جاتے ہیں اے اجل کہہ
ادھر بھی بے پرواں اک شکار باقی ہو

یہ میکدے میں ہو غیشوں کا قحط اسے فانی
ابھی تو شیخ کا سنگ مزار باقی ہو

زمین گور کو سیر ملک مبارک ہو
کہ میرے پاس دل بے قرار باقی ہو

وہ قنطر میں کہ ملوں تو لاش برائیں
اجل کو آنے میں کیا انتظار باقی ہو

پھر اسکے دانتوں کا تجھ کو جو قصہ نکلا
گمہ میں کچھ گہرا آب دیا باقی ہو

نہ جا بگی کبھی تازیت اپنی سوزش دل
کہ شیر زندہ ہو جب تک بخار باقی ہو

چلے بزمِ نفس عمر بھر تو کیا حاصل
کہ منزوں ہی ابھی کوئے یار باقی ہو

دو ذبح کر کے بہو پر چھڑک رہے ہیں خاک
اشارہ ہو کہ ابھی تاک غبار باقی ہو

سوئے تو خاک ہوئے ہم شہ خاک شے
ابھی تلک تو نشان مزار باقی ہو

نہ توڑ د آئینہ جانے بھی دو کہ ایک ہی
بہارے دیکھنے والوں میں یار باقی ہو

نہ دل میں تاب نہ آنکھوں میں نور ہو لیکن
وہی ٹپ ہے وہی انتظار باقی ہو

سوال کرتے ہیں کیا دیکھ کر ملک ہم سے
کفن میں بھی تو نہیں کوئی یار باقی ہو

تضا پکارتی پھرتی ہو آنکھیں مقتل میں
چلا اگر کوئی اسید وار باقی ہو

بہار میں ہونے کیوں روئے یار پر جو بن
چمن عروس ہو جیسا کہ بہار باقی ہو

امیر فاتحہ پڑھتے کو اب کہا آئے

مزار ہے نہ نشان مزار باقی ہو

مرآة الغیب

بہار عمر سے دل یادگار باقی ہو
 کچھ کہاں مری آنکھوں میں یار باقی ہو
 رہا نفس سے کہے بلبلوں کو کیا امید
 کلیم بیٹھ رہے طور پر خیال نہیں
 کہاں کہاں نہیں یاران رفتہ کو ڈھونڈا
 مثالِ نینہ وہاں مزار میں آنکھیں
 شریک سیکڑوں گلروں میں اپنے بھولوں میں
 نفس کی آمد دشت ہر نفس یہ کہتی ہو
 کفن کیلئے کافی ہو ہوں وہ وحشی زار
 نہ تخت خسرو چیں نہ چتر قصیر دم
 چرم داغ سے ہر حصو ہے پڑاؤس
 اٹھا جو پردہ تو کیا شرم؟ ابھی شبِ میل
 برنگِ شمع اترتی نہیں کبھی تپِ غم
 ہوائے کوچہ گیسو میں یہ نشا سنبیل
 نکل چلے ہیں بہت طفل اشک و دل ایدل
 صبا چلی نہیں غنچے میں ننہ چھپا ہوتے
 کہنے اہل عدم کو دکھا کے داغِ امیر

بہی گل چمنِ رود زگار باقی ہے
 تیغِ قاتل پہ ادا لوٹ گئی
 رقصِ بسمل پہ فضا لوٹ گئی
 ہنس پڑے آپ تو بجلی تڑپتی
 بال کھولے تو گھٹا لوٹ گئی
 پس گیا چشمِ سیہ پر سر نہ
 پائے رنگیں پہ حنا لوٹ گئی

اونچی چوٹی کے ادا گرد پھری
اس روش سے وہ جگہ کلشن میں
تیرے بسمل سے ترے خجورے
جانی عمروں کہ حقیقت کیا تھی
سانپ کی طرح مری چھاتی پر
یاد گیسو نے تڑپ پیدا کی
دار خالی نہ لگیا قاتل کا
کیا منے کی ہو طبیعت اپنی

خجور ناز نے کشتوں سے امیر
جال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشق تباہ سے ہاتھ نہ مر کر اٹھائے
جو رنگ کے ناز ستم گر اٹھائے
کہتے ہیں مجھ کو وہ کو پے میں دیکھ کر
مردے پر میرے آئے تو بولایہ اٹھائے
غیرت کا حکم ہے کہ گلا گھونٹ گھونٹ کر
شفاق یہ صورت مونی پڑے میں غش
مرد میں آ کے مجھ سے کہا شور حشر نے
رہنے خمدوش قاصد جانان کچھ کہے
میرا سلام آپ کا وار ایک وقت ہو
اڈوں میں پاس آپ کے گھر چاند کو ضرور
منظور ہو جو عشق تو واضح ضرور ہو

مرآة الغیب

یکتائی صنم پہ قسم رخ کی کھائیے
قرآن اٹھائیے بھی توفیق بر اٹھائیے
بے چشم مست یار نہیں لطف میکشی
اب بجن سے غیش و ساغر اٹھائیے
فاصلہ سزائے نامہ بری کو پہنچ گیا
اب اسکی لاش بہرِ پیر اٹھائیے
ہو عشق کی نماز میں بکیر کا یہ لطف
دو دنوں جہاں سے ہاتھ برابر اٹھائیے
دل کی جلن کا ہاتھ میں اپنے ہو یہ اثر
بجلی میں شہر جو پتھر اٹھائیے
آسان نہیں ہو عشق جت سنگدل امیر
یہ بوجھ اٹھائیے تو سمجھ کر اٹھائیے

بجیا نہیں خزاں میں یہ نالے ہزار کے
مظلوم داد خواہ ہیں خون بہار کے
رکھنا نہ مجھ کو ساتھ دل بے قرار کے
ہو اور اک مزار برابر مزار کے
گستاخِ صادق صفا کی کب جو بات
چڑھتا ہو ایسا آئینہ منہ پر ہزار کے
بر باد ہو کے اسکی گلی میں طایہ اوج
دو سے ہیں آفتاب ہمارے غبار کے
گلشن سے بلبلوں کو اڑاتا جو باغباں
صدتے اندر رہے ہیں عروس بہار کے
پھول لگا اور کب جو نہ پھولے گا آج کل
اسے نخلِ عمر دن تو یہی ہیں بہار کے
صوفی خدا کے گھر میں یہ ہوتی ہو کیا ضرور
ساحِ اکبر ہو دور تو کیسے پیکار کے
بوسف کی اصل ہو چھے نقاشِ دہر سے
بھیجا تھا میرے یاد کا نقشہ آثار کے
ایامِ ہجرت نہ سکے کوہکن سے بھی
یہ عشقِ خطیاریں ہو حالِ جسم زار
اُسے سوال کو جو بکیرین بعدِ مرگ
مفصل تمام جوڑ ہیں خطِ غبار کے
شرندہ سے بعد ہوئے ہیں یہ خانہ جنگ
ٹھہرے رہے ادب سے کنارے مزار کے
شکوہ میں ابر کا کہ ہوا کا گلہ کروں
پایوں سے رکھ دیے ہیں منہ آثار کے
لائی شیم گل جو کسی دن نفیس تملک
دشمن ہیں سیکڑوں مرے عشقِ غبار کے
کیا ٹوٹ جاتے پائوں نسیم بہار کے

مرآة الغیب

روشن تھے چلے قصر میں سوتیلے بچے جھاڑ
خدا ج ہیں وہ ایک چراغ مزار کے
پیری میں کس مزے کو جوانی کے رویے
سوداغ دے گئے نہیں دودن بہار کے
یونگ تھے وہ ہم کو دورنگی نہ کی پسند
پہنا کفن تو جامہ ہستی آثار کے
بن کر بچہ تے میں جو گھر دندے ہزار

جنت میں روح جسم ہے نیچے مزار کے
اب خاک کام آئیں گے آفسو ہزار کے
بے غم ہیں عیش کب چن روزگار کے
مردوں سے کر رہے ہیں نیکرین کیا سوال
دورخ میں جھکو جھونک چلے تھے مرے عمل
کیا چشم سرگس کے اشاروں سے دل نیچے
اس پیار سے زمیں نے کھینچا نفل چنگ
پہنا ڈیڑھوں کے عوض مجھ کو بدھیاں
کھلیاں حقیصے گلوں کی سمجھتی جو حذیب
پانی ترسی چھری کا جو یو بھی جو باڑھ پر
کہتے ہیں گل یہ سبجہ شب بزم سنبھال کر
کیوں عاشقوں کے نامہ عیدیاں ہونے
کیونکہ نے سراغ مرے جسم زار کا
غافل نہ گرم دوسروں جاں سے کبھی ہے
مصالح کا ناقہ ہو کہ دلا شکار دسامری
جلوہ دکھا کے رنگ جوانی ہوا ہوا

مرآة الغیب

دامن کشاں وہ آئے سر قبر شکر ہے آنسو تو کچھ پیچھے مری شمع مزار کے

گاشن میں کی جو آہ شہر بار آئیں

چھوٹیں گے بھلائی کی طرح پھول انار کے

سب جلو میں آپ کے آئینے میں ٹھٹھٹے
ضعف سے گوشہ کوئیں کھاتے ہیں اٹھٹھٹے
ہو نماز ان زہد کی ضعف ایمان پر دلیل
نوجوانی میں بھی چربیائی اٹھیں اتنا حجاب
جی جوانوں کے سرفراک پڑتے تھے قدم
زادوں کو کیا حرم کی راہ میں رنج سود
خود نمائی کی بدولت کتنے اوجھے ہو جس
بوچھ ہو موبان کا ان کو نہ اکت ہو وبال
تھا جوانی تاک مزہ سیر تماشا کا تمام
کیا ہوا میں ناواں ہوں گور کی منزل کڑی
رسم نے ملنے کی کھوئی عید کی ساری خوشی

آگے سو سو شہر اک جلیے میں کہتے ہیں امیر

چار مصرع اب کہے جاتے ہیں اٹھٹھٹے

تینا قاتل کی چمک آنکھوں میں پھر جانی ہو
اور الفت تجھے عشوق سے بڑھ کر ہو عزیز
صدقات نقش قدم اٹھ نہیں سکتے ہو مہم
طرز رفتار سے مارا ہو تو پامال بھی ہو
اور بھی برق تڑپ کر مجھے تپتی ہے
جب یہ اٹھتا ہو مری روح ن بانی ہے
نا توانی تجھے ہر گام پہ ٹھہراتی ہے
دکھ قاتل یہ بڑی چال وہی جانی ہو
آنکھ کھل جاتی ہو جسد کم کوئی نہ لڑتی ہو

مرآۃ الغیب

شہنشاہ حسن نے لاکھ لاکھ کیا طاق مگر
کچھ نہ اغیار کی تقصیر نہ تم پر الزام
لاش پر بھی وہ چھپتا ہے نہ کہ جس میں سر
پھنک چکے صوبہ نہیں جلد جلد سے نکلوں
گل نسیم سحری تم سے سو گونہ کرے
دلو تسکین میں اسے قافلے والو کیا دل
جیب کہا میں نے کہ اب قتل میں تاخیر ہو
آخری وقت تو آواز سنا جاؤ گے
آرسی ہو تری قسمت کی زبرد اسے ترک
پھر لڑکپن ہو ابھی آنکھ جھپک جاتی ہے
بیزبانی مری باتیں مجھے سنواتی ہے
چھٹا اباتک سے زخموں سے چلی جاتی ہے
اب طبیعت بہت اس تپیدیں کھاتی ہے
کوئی دم میں یہ غریب آپ بھی جاتی ہو
اب تو آواز جس کی بھی نہیں آتی ہو
لوے ہر بات میں جلدی تمہیں پڑ جاتی ہو
خلق کے کہنے کو اک بات رہی جاتی ہو
سامنا تجھ سے ہو پر چوٹ نہیں کھاتی ہو

دوسرا نوک کا بھ سا ہے جوان کون امتیر

سیکرہ دن نیزے ہیں اور ایک مری چھاتی ہو

توڑ کر پہلو جو چل نکلا دل بچھڑے
بہنو دالیا ہوں کسی کی لذت تقریر سے
قید گیسو سے چھڑایا تجھ کو آنکھوں نے تری
تیر نکلا بھی نہیں قاتل کے ترکش سے ابھی
ہوں وہ تر دامن جلا سکتا نہیں زرتجھے
مصطفیٰ ناطق کہیں کیونکر تیرے خط کو ہم
پاس بٹھلا کر تجھے آنے اٹھایا غیر کو
دھوم ہو قاتل تری آتی ہیں پریاں سننے
دم اگر نکلے تو نکلے گھٹ کے عشق زلف میں
ذبح ہونے کا نہ اٹھا خاک بھی ہم کو مزہ
خوب روئیں حسرتیں دلی لبت کر تیرے
پہرہں کرتا ہوں خوشی کا گلہ تصویر سے
لیکنیں پریاں اڑا کر خانہ زنجیر سے
ردح خوش ہو کر کل آئی تن بچھڑے
کثرت عصیاں نے امین کو دیا لغزیر سے
لذت تقریر بتی ہے تری تحریر سے
لوگنی نقد میری غیر کی نقدیر سے
چال تیری تیغ سے پروا تیرے تیرے
پر قدم باہر نہ نکلا خانہ زنجیر سے
عمر بھر گواہ تو کیا رکھا گلا شمشیر سے

مرآة الغیب

اے صبا سنبھل نے کیوں گلشن میں پھیلایا چال
موج بھٹے گل بھی ٹھکڑا چکے ہو زنجیر سے
بے سبب غلطیاں نہیں آئنا دکن خاک پر
چھینے لیتی جو قصا نادک ترا خنجر سے
یوں نہیں آئینکا قابو میں خط خسار یار
توڑ پوڑ اس خطا کے سیکڑوں کا تیرا تقدیر سے
اس مرتع میں عجب نیرنگیاں ہیں حسن کی
جب نظر اٹھی ادبوں آنکھیں غما تصویر سے

قیمہ ہستی سے جو چھوٹے آئے جنت میں امیر
ہو رہی کر دھ تلخی خانہ زنجیر سے

اے مصلح ترین جذب حسن کی تاثیر سے
رنگ غن ہو کر چمکتا ہو مری تصویر سے
لکھد یا رون ازل انجام خلقت کا مری
خواب سے پہلے ہوا آگاہ وہ تعمیر سے
لیگیا مریخ اُس کو غارہ رخ کے لئے
جو لہو کا قطرہ شیکا یار کی شمشیر سے
دیکھ ایدل جائے عبرت قصہ شد ادب
گھر جنم میں بنا فردوس کی تعمیر سے
رہتے رہتے بھی نہ احسان غیر کا سم سے اٹھا
سر بھی کٹوایا تو ہم نے یار کی شمشیر سے
اتھا آرائش بھی آنکھوں پر زانک سے گراں
کم نہیں پھولوں کی بدھی آہنی زنجیر سے
اب ادا لے شکر قاتل بسملوں پر فرض ہو
ہر دہائی زخم نے پائی زبان شمشیر سے
بوسہ لینے پر جو وہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا
معصیت کا ذوق دونا ہو گیا تو پر سے
توڑ میں پیر قضا قاتل کسی سے کم نہیں
ہاں جو ہار ہو تو اک جیری تنگ کے تیر سے
وصف گیسو میں جو کرتا ہوں تو کہتا ہوں شوق
دم اُلجھتا ہو تری اُلجھی ہوئی تعمیر سے
جان نثاروں کو گھٹل لے کر تاشا عوگ
رہی یہ حال اے قاتل تری شمشیر سے
عشق ابرو میں جو خط لکھتا ہوں قاتل کو بھی
چاک کرتا ہے لفظ کو مری شمشیر سے
بڑیاں دیوانہ گیسو کو پہناتے ہو کیوں
رشتہ الفت کا چھند اسخت ہو زنجیر سے
داد دینے کا تو کیا نہ کو یہ صبا دحسن
چاہتے ہیں اور اُلٹی آفریں خنجر سے
نزل حیرت کا طے کرنا بہت دشوار ہو
پارکب ہوئی ہے کشتی تھلزم تصویر سے

مرآۃ الغیب

آکے بربادی ہمارے خاتمہ دلیں بسی گھر خرابی کا ہوا آباد اس تیر سے
کھو چکے قاصد کو خط اُس شوخ کو لکھ کر امیر
رد چکے لکھے کو اپنی خوبی تقدیر سے

کیا لب معشوق ہو کر جان لے نچر سے
شعلہ آواز سے غش آگیا مثلِ کلیم
پھلیاں بالے کی رہتی ہیں مرے پیشِ نظر
مضطرب تھیں زیادہ یار ہے میرے لیے
ہوں وہ جو بخود لکھی جو میری سرِ لُشت
مچھو کر دیکھ نہ لگی طلسمِ دہر کی
عذر ہے بالِ دہری کب تک نکل اے مرغِ رُوح
عالمِ کثرت میں وحدت کی نشانی ہو ضرور
زندہ جاوید ہوں کیونکہ نہ لبِ لعل نہ لعلِ زریخ
کلِ تک تھا کثرتِ عصیاں سے نادمِ کریم
نیزتِ اضداد سے بڑھ جاتی ہو ہر چیز کی
عشق گیسو سے جو چھوٹے قتلِ ابروئے کیا
تیرے رکنے اور کھینے کا تو کیا مذکور ہو
جو رقم کرتا ہوں میں کرتا ہو وہ اُسکے خلاف
کیا خبر تھو کہ قسمت میں کہاں کی خاک ہو
وہ کرے سلطانِ دنیا یہ کرے سلطانِ دہر
داغِ سینہ داغِ پہاؤ زخمِ دل درِ دیو
زخمِ بہادری نہیں کھائے میں قاصدِ امیر

سیکھ لے گھر دلیں کرنا کوئی اس کی تیر سے
لنِ ترانی کا مزہ اٹھا تری تقریر سے
کم نہیں میرا تصور داس ماہی گیر سے
اضطرابِ نادک انگن بڑھ گئے ہے نچر سے
مٹ گیا جو حرفِ نکلا خامہ تقدیر سے
سیر کر حیرت کدے کی دیدہ تھیر سے
انگ لے پر عیشِ تاب اڑنے کو اُسکے تیر سے
فایہ اتنا ہے بیتِ اللہ کی تصویر سے
چندی و قاتلِ قضا پنج کر تری شمشیر سے
آج شرمندہ ہوں اپنی قلتِ تقصیر سے
کچے کی رونق ہوئی بتِ خانے کی تعمیر سے
اُسے مقفل میں جو بیکے خانہ و بخیر سے
یہ ادا میں سیکھ لے کوئی تری شمشیر سے
اب کے خط لکھو اے بھیجوں کا تہ تقدیر سے
جیتے جی کیا فائدہ ہے قبر کی تعمیر سے
کیا میں نسبت دوں ہما کو یاہ کی شمشیر سے
کیسے کیسے ہم نشین تھو کو اے تقدیر سے
لیکے آیا ہو وہ اس پر دے میرا خط شمشیر سے

مرآة الغیب

تقطع ہو راہ سفر کو چہ قاتل آئے
تھک گیا ہوں میں الٰہی کہیں منزل آئے
چہیں جہیں پر نہ تہ خنجر قاتل آئے
وضع میں فرق خبردار نہ اے دل آئے
حاجو تم کو مبارک ہو سفر کعبے کا
جا کے تجھ نے میں اللہ سے ہم مل آئے
مرتے دم بھی نہ ہوئی لذت دیدار نصیب
غش پہ غش مجھ کو تہ خنجر قاتل آئے
صدر درد جگر سے نہیں آگاہ ہنوز
کہیں اللہ کرے آپ کا بھی دل آئے
حال ہشیاری کا بیدار دلوں سے پوچھو
ہم تو غافل رہو غافل گئے غافل آئے
مجھ سے صدر تہ حیدائی کے اٹھنے یارب
جان بھی ساتھ ہی جائے جو کہیں ل آئے
ماہتابی پہ وہ آئے تو بجلی نے کہا
میرے آگے تو چمک کر مرہ کامل آئے
ہوں وہ داماندہ غریب جو کروں قصہ عدم
موت لینے کو مجھے سیکڑوں منزل آئے
نہ بہب عشق میں تمیز بد و نیک ہے کفر
تو یہ کیجئے جو خیال حق و باطل آئے
سراٹھائی نہیں کچھ حد میں طاقت
تھک گئے لبکہ کر دی بھیں کے منزل آئے
وہ غریق یم سنت ہوں کہ آنکھوں میں فلک
خاک جھونکے جو نظر دور سے ساحل آئے
یزد قدموں نے جو پیچھے ہمیں چھوڑا چھوڑا
گرتے پڑتے ہوئے ہم بھی سر منزل آئے
کوئی مشتاق شہادت نہ تروپ کر مر جائے
دیرا بھی نہیں آنا ہے تو قاتل آئے
سادہ رویوں کو عبث دعویٰ یکتائی جو
حال کھل جائے جو اُمینہ مقابل آئے

مجھ کو اور غیر کو یکساں تو نہ سمجھے وہ ایتھر
کاش کچھ اُس کو تمیز حق و باطل آئے

رو برو دل جو ہمارا سب محفل آئے
منہ ہو اُمینہ جو پھر تیرے مقابل آئے
بزم میں شب کو جو وہ ماہ شمال آئے
منہ کے بھیں شمع گرے عشق سر محفل آئے
کوہ یار میں جا بیٹھے پھنسیں ہم تو پھنسیں
تیبہ ہونے کو فرشتے سوئے بابل آئے
ہم تہید ست لب گور تو پوچھو بچے پر یوں
حسن طرح لٹ کے مسافر یہ منزل آئے

مرآة الغیب

زخمی عشق ہوں ایسا جو بے دل میرا
 نجد میں جاگے میں جنوں کی طرح بیٹھا ہوں
 کبھی اُس چاند سے چہرے پر نہ ہو خط کی نمود
 لوٹتا ہوں نہ خیر فقط اتنے کے لئے میں
 ساتھ اغیار کے جب یار کرے بادہ کشی
 آئے جان پر اپنے تو مروت کیسی
 جان وہ جان جو راہ میں تیرے جائے
 یہ نیا قاعدہ دربار کا ٹھہرا ہوا ہندو
 اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی
 ہاتھ رک جائے نہ قاتل کا ابھی کس جو
 تلخ عشق وہ قازم جو جہاں مثل حباب
 یاد گیسو نے لحد میں بھی نہ چھوڑا بیچھا

بے نقاب آئے جو وہ رات کو محفل میں اسیر
 شمع نے بڑھ کے کہا رونق محفل آئے

کہا ہم نے جو دل کا درد تم اس کو گلا سمجھے
 رہا کو کور باطن طاعت خاص خدا سمجھے
 ہوا جب نفس تابع مطلب ل ہو گیا محفل
 نظر ریش سید میں جب کوئی موسفینہ آیا
 جو اٹھتے بیٹھتے پیری میں بولیں بڑیاں بنی
 نہ کی عہد جوانی میں ادائے بندگی جتنے
 جوانی اور پیری ایک ات اکدن کا وقفہ تھا
 تصدق اس سمجھ کے مرجھا سمجھ لو کیا سمجھے
 سہارا مل گیا دیوار کا اندھے عصا سمجھے
 گلوئے ارادہ ہم کو جو ہاتھ آیا عصا سمجھے
 بہت روئے اُسے ہم خندہ دندان نا سمجھے
 درائے کارواں زندگی کی ہم صدا سمجھے
 ہوئے فاقے جو پیری میں نہیں مہم سمجھے
 خمار نشہ میں دونوں کو کھربا ہائے کیا سمجھے

مرآۃ الغیب

ہوئے گشتہ نظر آیا جو خال ابرو دے تامل ہم اس خنجر کے جوہر کو ستر ناف تفتاب سمجھے
ہر اک لخت دل پر خون شہید تیغ الفت تھا گراہ امن پر جب دامن لگانے کو لاسمجھے
مخمس ہے نیا ناخن بدل وہ بچہ رنگیں سوا شاعر کے اس کا حسن کوئی اور کہا سمجھے

اسیر اہل حرم سمجھے حرم تصویر ابرو کو
کھنچا خاکہ جو اُس گیسو کا ہندہ و کالکا سمجھے

نارک نہیں سے اُس کا آستان نزدیک ہو بے نشانوں سے بہت مے لٹاں نزدیک ہو
اس چمن میں طائر کم پراگڑھوں میں تو کیا دور ہو صیاد ابھی اور آشتیاں نزدیک ہو
ہو ازل سے ساتھ نرم و سخت کا اس ہر میں کس قدر رانساں کے دانتوں نے زبان نزدیک ہو
صحبت عالم سے تقصاں گوشہ گیر دیکھا نہیں خوف کیا گرتیرے زراغ کہاں نزدیک ہو
رکھ قدم آہستہ آہستہ چمن میں عند لیب دور کچھ گلچیں نہیں ہو باغیاں نزدیک ہو
یام جاناں دور کیا ہو کہتی ہو پرواز شوق حوصلہ عالی اگر ہو آسماں نزدیک ہو
ہو چلی الفت اک پردہ نشیں سے بھر مجھے المدد اسے ضبط وقت امتحان نزدیک ہو
آگے عالی ظرف کے کم ظرف کیا پائے فروغ آبرو کیا ہو جو دریا سے کنواں نزدیک ہو
توبہ گریوں کی الفت سے ہر سیری میں ضرور اے بہار زندگی وقت خزاں نزدیک ہو
پر فشاں حسرت پر از میں اب کیا ضرور دام صیاد اجل مائے غ جہاں نزدیک ہو
عشق صادق کی ہے آہ دل ہوں سے پاک صاف کہنا چاہئے گھر مہماں نزدیک ہو
لی جو بنجاروں نے انگڑائی اُٹا رہا جام کیا ہی میخانے سے طاق آسماں نزدیک ہو
برگل صیاد آتے ہیں جو اڑ کر متصل کیا بہت میرے نفس سے بدستیں نزدیک ہو
دل کو نالاں غم سے پٹکا چاہتے ہیں شکر آتی ہو بانگ برمس اب کار داں نزدیک ہو
صور حشر کو کھلا دے سر مرادے گرد گناہ چپ رہے وقت حساب عاصیاں نزدیک ہو
ہر طرہ ہیں غول خضر راہ پوشیدہ اسیر اب تمہو پر ہدی آخر زماں نزدیک ہو

مرآۃ النیب

وعدہ وصل اور وہ کچھ بات ہے
 خلق ناحق در پئے اثبات ہے
 ہو نہ ہو اس میں بھی کوئی گھات ہے
 ہو دہن اس کا کہاں اک بات ہے
 بوسہ چاہ زخماں عنبر لیں
 گھر سے نکلے ہو بختہ وقت قتل
 یہ بگڑنے کی بھلا کیا بات ہے
 بیٹھے سونے کو ساری رات ہے
 بعد مدت بخت جاگے ہیں مرے
 کیا کروں وصف بیان خود لیت
 ان سے بڑھ کر بس خدا کی ذات ہے
 ہنس کے فرمانے لگے کیا بات ہے
 ہنس کے فرمانے کی یہ بات ہے
 ہے ادب مانع کہ پہلی رات ہے
 آپ کی فرمانے کی یہ بات ہے
 میکشی ہو ساقیا برسات ہے
 ہر رخ سے بازی مہ مات ہے
 رات سے دن دن سے بدتر رات ہے
 خود گرفتار ہزار آفات ہے
 مال دینا جان کی خیرات ہے
 اے غنی دے سیم و زر وقت بلا

قطعہ

گر جگہ دل میں نہیں پھر اس سے کیا
 یہ دد شینے کی یہ بدھ کی رات ہے
 صاف کہہ دے تو یہاں آیا نہ کہ
 یار یہ سو بات کی اک بات ہے
 بخت دل میں میرے کھانے کو امیر
 بس انھیں ٹکڑوں پہ اب اوقات ہے

مرآة الغیب

کشور دل میں ہو پریوں کے بھی شاہی تیری
 قاف تا قاف حکومت ہو الہی تیری
 نیم جہاں چھوڑ چلی نیم لگا ہی تیری
 زندگی تا صدوسی سال الہی تیری
 تو بھی اسے ابرہہ بوتلیں بھی سے کی سیاہ
 لگائی خوب سیاہی میں سیاہی تیری
 گور میں ساتھ بجائیں یہ شوکت اسے شاہ
 چھوٹ جائیں یہیں مسند شاہی تیری
 نازیرنگ پر اسے ابلق ایام نہ کر
 نہ رہیں یہ سفیدی یہ سیاہی تیری
 اصل میں جوش برآیا جو مقلزم اشک
 زلف اسے بہنے لگی پر ماہی تیری
 لکھ کے خط کوچہ قاتل میں تجھے کیا بچوں
 اے کبوتر نہیں منظور تباہی تیری
 دل تڑپتا ہو تو کہتی ہیں یہ آنکھیں رو کر
 اتو دیکھی نہیں جاتی جو تباہی تیری
 چاہنا جو مجھے تو حشر میں کہنا ایدل
 دام فقیر اپنی تیری میں شب قدر بیت
 کیا لانے کو ڈراتی رہے اسے شب گور
 سے بلا خوب رجب سے رمضان تاک ساقی
 برہن کیمہ نشیں شیخ حرم بندہ بیت
 چھپ گیا ہر قیامت بھی نہ ابر سیاہ
 بیٹے اسے نانہ اعمال سیاہی تیری
 کیا ہوا تجھ کو کہ قاتل ہے ادا مرے امیر

حرص سے طمع ہے مشتاق نواہی تیری

ہر گنہگار کو ہے آسنا الہی تیری
 عام ہے ہر صفت ناقماہی تیری
 آنکھ میں اسے تو پتلی ہو تو اسے زلف سیاہ
 دل میں ٹھہرے تو سودا سیاہی تیری
 منزلیں ہوتی ہیں کھنٹی نکلے قاتل خلق
 راہ نکلتے ہیں کھڑے دیوے راہی تیری
 رنگ تو خوب ہو پر اسے شب غم عیب یہ ہے
 کہ ردائی نہیں رکھتی ہے سیاہی تیری
 جو ہر رخ میں اسے ابروئے پر غم تجھ میں
 قدر کس طرح سے سمجھیں نہ سپاہی تیری

مرآۃ الغیب

میں تو زنداں سے سوئے دشت بڑھا تا پود تدا
ہو گی اے خانہ نہ بھیر جا ہی تیری
حشر میں تو نہ زباں بند کر استیج دوم
دو گواہوں کے برابر ہے گواہی تیری
بو نہیں رنگ نہیں نور نہیں ناب نہیں
مروت کیوں نہ ہو دشوار الہی تیری
دوہ کس لطف سے پڑھتا ہو کو اقل نقلاً
مدح کرتا ہے ابو نصر فراہی تیری
تیرے نظائے سے برھتی ہو بصارت از
سہمہ بجاتی ہے آنکھوں میں سیاہی تیری
مشق خریا دو لا حشر میں کام آئے گی
کہ رنگی نہ زباں وقت گواہی تیری
دھیان دن کو نہیں تیرا لفظ از لفظ سیاہ
شب کو بھی آکے دہائی ہو سیاہی تیری

تو سفینہ ہے زمانہ ہے سیلے میں ایسر

سارے عالم کی تباہی ہے تباہی تیری

گزر کو ہے بہت اوقات تھوڑی
کہ ہے یہ طویل قصہ رات تھوڑی
جو ہے زائد نے اٹھی ست بولے
بہت یا قبلہ حاجات تھوڑی
کہاں غنیمت کہاں اُس کا دہن تنگ
بڑھائی شاعروں نے بات تھوڑی
اُٹھے کیا زانوئے غم سے سراپنا
بہت گزری رہی بیہات تھوڑی
خیال ضبط گر یہ ہے جو ہم کو
بہت احساں ہو پر سات تھوڑی
پلائے لے کے نقد ہوش ساتی
تہید ستوں کی ہوا وقت تھوڑی
وہی ہے آسماں پر گنج انجم
لی تھی جو تری خیرات تھوڑی
تراے دخور و اصف ہو ماحظ
پئے حرمت ہو اتنی بات تھوڑی

چلو منزل ایسر آنکھیں تو کھولو

نہایت رہ گئی ہر رات تھوڑی

پتہ مردہ لگن ہوئے ترے گانے کے سامنے
سجیل پہ پیچ پڑ گئے بالوں کے رٹنے
ہمہ انھیں سے جو جنھیں تاب نظر نہیں
آتے ہیں خود وہ دیکھنے والوں کے سامنے

مرآۃ الغیب

بے جا زہ میں کو فخر نہیں آسمان پر
ذرا ہر ہر جاؤں کے سامنے
کیا کیا بناؤ کرتے ہیں خار رہ جنوں
رکھ رکھ کے آئینے تہہ چھانکے سامنے
نیرنگ صنم دیکھ تماشاے باغ کر
کیا سرخ گل ہیں سبز نہاؤں کے سامنے
بند ہے جو شمع دشت میں ہفت چہرہ
پڑھتا غزل میں اپنی غزلوں کے سامنے

قطعہ

کیا اگر خوں نے رنگ جمائے ہیں باغ میں
کیا گل کھلے ہیں تو رہاؤں کے سامنے
کیا سنہ سرخ جام میں بھولوں کے رد ہوا
کیا سبز سریشے ہیں تھاؤں کے سامنے
صلت کی رات اور مودن گجر خوش
ہوتے ہیں کیسے کیسے لالوں کے سامنے
اے زہر پرست فکر کا تھک کو مزہ تو ہو
کوڑی کی چٹیاں ہیں سفالوں کے سامنے
کیا سمجھ جو علم خشت میں بیچے کوئی حکیم
ہو لطف بند میرے سوالوں کے سامنے
اُن ابدوں کی یاد میں دل پر نہیں ہوا
روشن ہے آفتاب ہلاؤں کے سامنے
کرتے ہیں عجز جگہ خدا نے دیا جو ظرف
نیشوں کے سر جھکے ہیں پرالوں کے سامنے
رکھتے ہیں جو ہنر انھیں الفت سے کیا خطر
ساحل ہے بحر پہرے والوں کے سامنے
تیروں کے پر کئے ترے غم دیکھ رہا
تغین نہ چل سکیں تری چالوں کے سامنے
یہ نور یہ دنیا یہ جھک یہ دک کہاں
خورشید ہے تو اتارے گا گالوں کے سامنے
سودا کی ہیں جولائے ہر جہیں غم و شک
پوچھا نہ جائیگا ترے بالوں کے سامنے
چارا بردوں کے عشق میں پوچھو نہ حال
تھا کہاں ہے چار ہلاؤں کے سامنے
گلشن ہے جو شمع سا غم دینا ہے میکہ
کیا گل کھلے ہوئے ہیں نہاؤں کے سامنے

تعریف سر و قامت محبوب کی امیر

شکل نہیں بلند خیالوں کے سامنے

مرآة الغیب

خود شید چکے کیا ترے گلا لوٹکے سامنے
دھوئی زباں کا لکھنؤ والوٹکے سامنے
ایمل غناں وہ کر کہ صدائے جس ہونہ
عاشق نے لاکھ جمع کیا دفتر اس
چشم سیاہ یا جب آنکھوں میں پھر گئی
آئے وہ باغ میں تو لگی چھوٹے نسیم
ہم میں وہ اسے کلیم کہ غش کا تو ذکر کیا
حال کلیم و طور شاہو کا آپ نے
منصوں کی کیا کمی ہو کہ عرش بریں بھی ہو
پانی کی چھا گلیں جو سمجھتے ہیں غار شہت
ہم کیا کہ کشتوں کے بھی پر خم میں گردیں
طاقتیں دیکھا ٹھوکرین کھاتے ہیں کدہم
یہی کو پاس خفت مجھوں بھی کچھ نہیں
موسمی سے کہہ دو طور پہ جایا کرو نہ روز
جہادوں کو ہنر نہر کو بحر رواں کریں
مرقد سے بھاگ جلیٹے خود مشک و عکیر
ایمل مہرے تو میٹھے ہی تھے بٹ پرے

میلی خط شعاع ہے ہالوں کے سامنے
انہار بوئے مشک غزالوں کے سامنے
خمر مندہ ہوں نہ قافلہ مالوٹکے سامنے
شیرازہ کھل گیا ترے بالوٹکے سامنے
آنسو مرے ہیرائے غزالوٹکے سامنے
تازہ شگوفے تازہ نہالوں کے سامنے
جھپکی نہ آنکھ برق جمالوں کے سامنے
کیسا حجاب دیکھنے والوں کے سامنے
نزدیک و دور گرد خیالوں کے سامنے
آتے ہیں دھڑکے مرے چھالوں کے سامنے
ان کجکلاہ گیسوؤں والوں کے سامنے
چلتی نہیں ہو کچھ تری چالوٹکے سامنے
آنکھیں دکھا رہی ہے غزالوٹکے سامنے
اچھے نہیں ہیں ہمتی جمالوٹکے سامنے
گفتنی یہ بات ہو مرے چھالوٹکے سامنے
ٹھہرنیکے کیا وہ میرے سوالوٹکے سامنے
کانٹوں نے لی جو ٹوک کی چھالوٹکے سامنے

دنیا اتیر گیا ہے جو ماتم کہہ نہیں

ہر دم یہاں میں تازہ ملاوں کے سامنے

قبلہ دل کنبہ جاں اور ہے
سجدہ گاہ اہل عرفاں اور ہے
عاشقوں کی عید قرباں اور ہے
ہو کے خوش کوٹاے میں اپنے گلے

مرآة الغیب

روز و شب یاں ایک سی چرخ نشینی دل کے داغوں کا چہ انخاں اور ہے
 خار د کھلاتی ہے پھولوں کی بہار بلبلو اپنا گلستاں اور ہے
 قید میں آرام آزادی و بال ہم گرفتاروں کا زنداں اور ہے
 بحر الفت میں نہیں کشتی کا کام نوح سے کہہ دے یہ طوفاں اور ہے
 کس کو اندیشہ ہے برقی دلی سے اپنے خرمی کا گنجباں اور ہے
 درد دہ دل میں وہ پیسے پر ہے داغ جس کا مہم جس کا دواں اور ہے

کعبہ رد غراب ابرو اے امیر

اپنی طاعت اپنا ایماں اور ہے

نہیں امید جو اس بیوفا کے آنے کی میں راہ دیکھ رہا ہوں تھکے آنے کی
 سہ سے تنگ ہوں احسان مجھ پر کہ غنا خیر سنا اسے روز جزا کے آنے کی
 عدم میں یاد کروں گا کسی سچا کو نکال لوں گا کوئی راہ جا کے آنے کی
 چڑھا پھول جو میری لہیراے ہو یہ کون چال ہے تیرا چھلکے آنے کی
 ساں اُس پری کا کہیں کھائے استخاں سے جلد اڑا دے قید الہی جا کے آنے کی
 یقین ہوا جو گرا دانت کوئی پیری میں کہ آج کھل گئی کھر کی تھکے آنے کی
 جگایا میں نے جو سوتے میں تنگ ہو کے کہا ٹھہر ٹھہر کہ نہیں نیند جا کے آنے کی
 ہر تھک چکا ہوں بہت دور قافلہ پہنچا سیل کون ہے بانگ درا کے آنے کی
 غضب ہے نزع میں کہتے ہیں شب بھوکہ لگی ہے رٹ مجھے اس بیوفا کے آنے کی
 لقا ب ڈال کے اُسے کہو خدا کے لئے یہ کون شکل ہے صورت چھپا کے آنے کی
 جوتن پر خرم لگے اور جان تازہ ہوئی کشادہ ہو گئیں اُمیں ہوا کے آنے کی
 غلاف ڈال قصص پر ابھی ندائے صیاد کہ جو چین سے توقع صبا کے آنے کی
 آبرو جانیگے ہم بے نظیر آج ضرور خبر ہے میلے میں اُس مرہقا کے آنے کی

مرآة الغیب

سنا تیا دردے صاف نہیں بیٹھ گئی
 شہت بھی میری طرح سوکے خیز بیٹھ گئی
 بعد مردن بھی سر سے صف کی قوت نہ بکھی
 قصہ جنت جو میری دعا کے دنیا سے کیا
 ان دنوں و خیررز کا نہیں لانا ہے تیرے
 سقف گردوں کی بھی آبدیدہ تر کچھ ہو لیا
 دور سے بھی جو نظر آئی کبھی شکل امید
 رستی پر جو تری زلف مسلسل آئی
 کتنے عمر کا انجام جہیں یاد آیا
 لمحوں نے بختا اسے آفتاں کا فرخ
 واہ رس شوق اشارہ مجھے قاتل کے کیا
 شعر پر درد جو بکھنے پہ طبیعت آئی
 سخت جانی کے دکھانے کسے جو ہر اب امیر

کہ تری پاؤں تو اسے خیر کیوں بیٹھ گئی
 آنسوؤں سے نہ فقط گرد زمین بیٹھ گئی
 لنگر اس سے بھی گناہوں کا ہے آٹھ نہ سکا
 تھادہ گریاں کہ ہوئی تر کنواں کے بعد
 ہم کھڑے رہتے جہم وہ نکھر بیٹھے نہ
 جس زمیں پر کہ مرا ابر طبیعت برسا
 رشک رخسار سے تیرے کسے لاغر نہ کیا
 نار سا خاک کو بھی ضعف نے میر رکھا

رآة الغیب

کیوں نہ ہنسنوں میں ہونام کی قصورتی
ادعا آنکھ سے اُس شوخ کی ہنسی کا
چال نے تیری قیامت کما کر لے نہ دیا
ای رقیبوں کو نشانی جو انگوٹھی اگسنے
کبھی لیلا کی منگائی جو خیر عینوں نے
دار کھا کر نہ دیر بار سے سسر کا عاشق
کہ کبھی کو مزہ الغت شہیں اٹھا
بہر آدم جو فرشتوں نے اٹھائی شہی

حلقہ چشم میں مانند نیکیں بیٹھ گئی
کیوں تری آنکھ نہ اے آنسو چین ٹھہر گئی
ٹھوکریں ایسی لگائیں کہ وہیں بیٹھ گئی
چوٹ دل پر صفت نقش نیکیں بیٹھ گئی
ڈاک صحر میں غزالوں کی وہیں بیٹھ گئی
کوئی پتہ ہی بھی جو سر کی توہیں بیٹھ گئی
ضرب پیشے کی جو بالائے جبین بیٹھ گئی
ایسی چلائی کہ آواز زمین بیٹھ گئی

رفت طبع کہاں دل نہ لگا اس میں ایتر
ہست مضمون سے زیادہ یہ زمیں بیٹھ گئی

جان تن سے جو تپ کر شبِ فرقت نکلی
بلکدے میں ہمیں اللہ حرم سے لایا
کیو ابھی غارہ مرے خونِ کال کر دیکھا
ڈال کر منہ پہ نقاب اُسے کیا کھجکا لال
بہر نظارہ جو قرآن میں بھی دیکھی نال
اللہ تاک مفتی و قاضی کو دگلانے نہ دیا
ریکوں ڈوب کر چاہِ ذوق میں تیری
طر پر برنِ غلی سے جو موٹی ہو کھش

دل نے خوش ہو کے کہا ایاتِ حسرت نکلی
شکر صد شکر کہاں ایک تو صوبت نکلی
اور ہی چہرہ ہوا اور ہی رنگ نکلی
دم آخر بھی نہ دیدار کی حسرت نکلی
من ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی
دختر نہ تو بڑی صاحبِ عصمت نکلی
اس ہنوار سے کوئی کشتی رسالت نکلی
خوب دیکھا تودہ تیری ہی شہرت نکلی

بڑھ گئی حسن پرستی کے بچے حوص ایتر

ہائے پیری تو جوانی سے صبی آفت نکلی
خپ دمن کیا مختصر ہو گئی کہ آتے ہی آتے سو ہو گئی

مرآة العیوب

شب و صبح ادا ہے اور ہو گئی
نہیں ملتی یہ بھی تو دو دو پہر
دیا موت نے پیاس میں جام آب
بہت آمد آمد تھی اس گل کی گرم
کسی کر دھ آ یا شب غم نہ چین
کھٹکتی ہے اب رومی کی آنکھ میں
الہی شب غم میں اتنا تو ہو
پھٹی دلیں اس گل کی باریکات
کرے کون اب اڑ کے سیرِ سخن
میں حیران ہوں وہ زلفِ سخن دیکھو

ہیں سہ چلے ہی گزری اتر
یوں میں عساری بس ہو گئی

لذت ہوئی مرے ہوئی
آنکھیں دم قبرِ ملک جو کی
کی دل شکنی نہ تہِ خو کی
موتی سے کہو کہ چپ ہیں اب
روئے مری قبر پر وہ آکر
منہ اپنا نہ آرسی میں دیکھو
کی جس پہ نگاہ تھک کو دیکھا
جز دیر و حرم کہاں میں جاؤں
جائے گا جنوں نہ سر سے بے ذرا

حدّۃ الغیب

ساقی نے شگھائی غش میں مٹی سو نہ بھی سو نہ بھی مجھے سب کو
 تن ہے غمِ ذلت میں یہ لاغر ہر عضو بدن گروہ ہے مو کی
 تھا چار طرف اُسی کا جاوہ کیوں نقش ہماری قبلہ رد کی
 پلکیں دم جو شش تو نقشانی دھاریں نظر آتی ہیں ابو کی
 اُس رخ کو میں آئینہ کہوں کیا ہے یہ تو مثالِ دردِ بد کی
 وہ صفت ازل ہوں مہاتما میں مٹی ہے خیر میں سب کو کی
 دل ہی نہ رہا امید کیسی جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی
 اب کیوں ہیں کلیمِ عشق میں خاموش پس نہ سنبھل کر گفتگو کی
 لاکھ کے دہن کو ہم ہوئے نیست دو حرف میں ختم گفتگو کی

ق

کیسی ارنی کہاں کے موسیٰ خود دید کی اپنی آرزو کی
 تھا پردہ ظاہری جو منظور آواز بدل کے گفتگو کی

کلفت نہ مٹی امیرِ دل سے

اشکوں نے ہزارشت و شو کی

بیت پیر و مغانِ طرہ مزادیتی ہے سلسلہ ساقی کوثر سے ملا دیتی ہے
 یہ دمِ رقص وہ پانیز صد دیتی ہے بختِ خفہ مرے جھنکار جگاہ تھا ہے
 چرت عشقِ رخ ادراج دکھا دیتی ہے چھت سے آنکھیں یہ مریض کی نگاہ دیتی ہے
 چشمِ مناک بھی ہر واقفِ اعجازِ حق ابر مردہ اگر آتا ہے جلا دیتی ہے
 بڑھ کے جب بوٹی ہو سب گل میں لبیل جل کے پھولوں میں صبا آگ لگا دیتی ہے
 کیا عجب گر ترے بیمار کو صحت ہو جائے یاد عارض اُسی قرآن کی ہوا دیتی ہے
 غم یہ ہے چہر میں مرثی ہو س ہو دل کو مرگ اُٹے مجھے جینے کی دعا دیتی ہے

مرآة الغیب

کنج عزت میں مجھے سوتھتی ہوتی موت
 مانگتے پر نہیں لاتی جو صبا نکھت گل
 پوچھتے ہیں جو شب ہجر میں ہم سے حال
 کم نہیں قند مکر سے تمہاری تکرار
 صدمہ ہجر سے کیونکہ نہ نالام مرادل
 جان پر صدمہ شب ہجر ہو سونا کیسا
 پاکے غافل تھے اک روز فنا کر دیگی
 لاغری نے یہ مثایا کہ کوئی گھر میں نہیں
 رہو بچا کہئے اگر دولت دنیا کو پری
 سامنے جا کے جو کرتا ہیں کسی وقت سلام
 پھرتی ہیں گردن عثمان پہ دو ہری تیغیں
 ہم بہ ہنہ فقط اس دور میں ہیں روزگار
 کیجئے غور تو دولت بھی پیمر ہے امیر

کہ کریوں کو خدا سے یہ ملا دیتی ہے

سودچے بد عہد وقت انکار کے
 بندے ہم حسن شیخ یار کے
 مر گئے عشاق چشم یار کے
 تیرے ابرو کے اشارے بغیر سے
 عرش پر رکھا قدم مجھ زار نے
 باہر اس یوسف نے جب رکھا قدم
 کہنہ باری میں مقرر ہو عجز کا

دونوں ب میں دو گواہ اقرار کے
 ہیں نمک پر وہ اس سبکار کے
 صدمے اترے مردم ہمار کے
 مجھ کو گہرے زخم ہیں تلوار کے
 گر کے پیچے یار کی دیوار کے
 بھر گئے دونوں سرے بازار کے
 جیتے بازی کو جیت ہمار کے

مرآة الغیب

نعت کو نین سے دل سیر جو ایک بھوکے میں ترے دیدار کے
 نوبہ اس محل نے اُتار میرے بعد پھول تربت پر چڑھائے ہار کے
 میری حالت پر گرے ہیں بار بار اشکِ چشمِ روزِ دلوار کے
 آرزو یہ ہے کہ پستی کی طرح ڈھیر ہوں پیچے تری دیوار کے
 خونہا موسیٰ سے نہیں گے روزِ حشر گشتے چشمِ سرگینِ یار کے
 عشقِ ابرو میں کہاں صبر و قرار چلے یے سب کھینچے ہی تلوار کے
 میکدے میں آئے تو نہیں جائے شیخ بیچ اُٹھیں پانوں میں بتار کے
 مر کے جب پہنا کفن کچھ یہ ہم زیب تن کپڑے کئے دیوار کے

ذات و غاری و رسولی اتر

سب ہیں دھبے دامنِ پندار کے

اُسے بالیں پر جو مجھ بیمار کے خوب روئے موت ڈاڑھیں ہار کے
 ہوئے خرگاہ گردِ چشمِ یار کے میں نگس راں مردمِ بیمار کے
 دیکھ کر خون کو جسمِ زار کے روئے چھالے پھوٹ کر تلوار کے
 تیرے صف سے ہاں نہیں دونوں میں خوب صدمے اس انکار اس اقرار کے
 باغباں مجھ پر ہوا تب ہر باں پھول جیب کا نٹے ہوئے گلزار کے
 ضبطِ گریہ کیا کروں اے ہم صغیر پھول کھلا جائیں گے گلزار کے
 ہیں وہ لاغر باغ میں پھیلنے کے پانوں سوتے ہیں سایہ میں لوں خار کے
 عشقِ ابرو میں سرِ ترا دوئی سے چڑھ گئے ہم دم پر اس تلوار کے
 کھیلتا ہے یارِ گھر چٹھے شکار ہنس کو دکھلا کے موقی ہار کے
 شیخ کہنے میں برہمن دیر میں سب میں جڑائی ترے دیوار کے
 داغ ہائے عشق کھلاتے ہمیں پھول ہیں کس بیخزاں گلزار کے

مرآۃ الغیب

نارِ عاشق پہ ترچھی کی ٹکاہ دار برچھی پر بیٹے تلوار کے
 حادثوں سے بے خطر میں خاکسار کب دبا سایہ تلے دیوار کے
 شیخ بالیں سے یہ کہدے اے صبا سر پہ روتا ہو کوئی بیمار کے
 پھول کھلاتے نہیں میں گل فروش ناز پروردہ میں یہ گلزار کے
 موہ کی آنکھیں ارم میں دیکھ کر رخنے یاد آئے تری دیوار کے
 واعظا سمجھا ہو تو دوزخ جسے کچھ شہر ہیں آہ آتشبار کے

روزِ محشر کھٹکانِ قد امیر
 ہوں گے سایے میں علمبردار کے

جو بحرِ عشق میں بوجہ آفت رسیدہ ہو
 مضمونِ ضعف ہو قلمِ آہ سے رقم
 مرتا ہوں شوقِ قل میں مٹی نہیں گلے
 روشن ہو رازِ عشق ہمارے سکوت سے
 بیہوش کر دیا مجھے وحشت نے اس قدر
 تعریف کرتے ہیں بہنِ دُعاں اہلِ ذوق
 روتا ہوں یادِ چشمِ بلی کس خوش نگاہ کی
 چن چن کے رکھ لیے صفتِ آستیں میں شعر
 پایا کسی نے سہرِ محبت نہ آجنگ
 سرتا قدم وہ شوخ ہو سبتِ شرابِ حسن
 غافل یہ موت کہتی ہو پیری میں صبحِ دشنام
 عراخیر عہدِ بیاہیاں رسیدہ ہو

محفلِ ارتق سے طائرِ دل اُڑ گیا امیر

سینہ اب آتشِ پائے مرغِ پریدہ ہو

مرآة الغیب

ہر اک عضو بدن پر داغ عشق یا جہانی ہو
ہر چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہو
خدا کو اپنی اپنی داستانیں سب بتائیں گے
سبیل سے دھندلا گیا وہی دشت میں رکھو گے
جنت بر باد کرتی ہو اڑا کے کوئے جہان سے
برنگ شمع جنگو خضر رہے گرم زقاری
وہ میرے ہر خط کو دیدہ بیگانہ سمجھے ہیں
وہ سمجھ حسن و انساب جاتا ہو ہر شب کو
وہ پیرا ہوں کہ ہر جاؤں ناگوں خضر سے پانی
بلا میں بھٹس کے ایدل کا تم آئیگی یہ سختی
خدا نے نیک صدف دی تو سکہ کی باتیں بھی
پسا جاتا ہوں یا ضعف سے اٹھا نہیں جاتا
ہوا ہوں زندہ در گور اہتسائے ضعف یا رب

امیر اس عاشقی کا لطف ہو فصل جوانی میں

اندھیری رات میں کہنے کے قابل یہ کہانی ہو

خدا نے شان یوسف سے تمہاری شان افضل کی
کھلا انصاف ہر دم کو دیکھ کر تحریر کا حل کی
جس کو کوں جائے سیر کو سوان کے بادل کی
شب صفت میں مجھ سے جیروان پر ہو نہیں سکتا
جو عشاق کمرے نہیں کرتے تو زیبا ہے
ہزاران ضعیفوں کو جوش میں لاؤ نہیں سکتے
کھلی سب نقش ثانی سے حقیقت نقش اول کی
کہ حاجت ہو یا ضخم میں بھی خطا جلد کی
کہ زنجیریں میں ہیں پاؤں میں شاکہ مسلسل کی
ترپ جا آج دل فریادوں کر اٹھی چھا گل کی
عدم کے جا تیرا تو کو کہاں حاجت ہو سفل کی
یہ سچ ہو ایک توڑے میں ہوتی ایک توڑل کی

مرآۃ الغیب

بکھی گیسو کبھی موئے کمر میں تیکر رکھا
تماشا بوستاں کا دیکھے تو چشمہ ترس سے
بندیلان مردان منکر تو حید کی کھینچوں
نجات اندیشہ امروز و فردا سے نہیں ملن
فراق یار میں جاؤں اگر سیر گلستاں کو
مخافہ دل پیشگی بیداری طالع کا باعث ہو
چھیدگی کیسیا کیونکر ترے حورائشوں سے
جو سوئے اُس گل خوبی کی خوشبودر درختاں
جہاں کی سردہری سے نہیں غم غم فیروں کو
صفائے سینہ جاناں پہ لہراتا جو یوں گیسو
خدا سمجھے جو مجھ کو اور تم کو غیر کیا پروا

اتیرا کہ روز یہ گل سوکھ کر ہو جائیگی کاٹے

چمن کی جو روش ہو آجکل جھاڑی ہو جھل کی

ہم اُس کے عشق میں صبر و قرار کھو بیٹھے
بتوں کے عشق میں ہم جان زار کھو بیٹھے
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل
کھلا نہ اشک بہانے سے کوئی عقدہ دل
دفا کا عہد کیا دے کے دل تو یہ پایا
خطا ہوئی جو کیا تم سے غیر کا شکوہ
سہ خدنگ بنگہ آچکا تھا طائر دل
کریں گے منزل عقیقی کو اب یہ کیونکر ملے

قدیم دوست ہمیشہ کے یار کھو بیٹھے
عجب امانت پر در دگار کھو بیٹھے
کہ آسہ اترے امید دار کھو بیٹھے
گرہ میں تھے جو درشا ہوا کھو بیٹھے
کہ پھیر لینے کا بھی اختیار کھو بیٹھے
تہارے آگے ہم اپنا دفا کھو بیٹھے
تم آنکھ پھیر کے اپنا فکا کھو بیٹھے
کہ زاد راہ غریب الہیا کھو بیٹھے

مرآۃ الغیب

ہزار حیف نہ آئی اجل نہ وہ بد عہد
 لہا جو خواب میں بوسہ تو یار جاگ اٹھا
 قرار اب کسی پہلو ہمیں نہیں آتا
 ہلال ابرو سے ساقی کی یاد بھول گئی
 بلائیں لیتے ہی وہ اور ہو گیا وحشی
 سرے گلے پہ پڑا خط نہ سخت جانی سے
 نہ ہوش پہ نہ خرد ہے نہ صبر اب ٹھکرو
 گلوں نے خندہ بیجا سے یہ ثمر پایا
 ہم آنکھیں مفت شب انتظار کھو بیٹھے
 تمام عمر کا ہم اعتبار کھو بیٹھے
 کردل سے صبر ہم اے جان زار کھو بیٹھے
 کلید میکدہ ہم بادہ خوار کھو بیٹھے
 ہم اپنے ہاتھوں سے اپنا شکار کھو بیٹھے
 رگزد کے مفت وہ خنجر کی دھار کھو بیٹھے
 یہ ہمنشین تھے جو تین چار کھو بیٹھے
 کہ چار دن بھی نہ گزرے بہار کھو بیٹھے

ادا وہ کون مہتی جس پر ہوئے فقیر امیر

ذرا سہی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

راہِ احوال کر سکتا نہیں اُسے بیاں کوئی
 ہے کیا باغباں سے راز دل غچہ بیاں کوئی
 خط عارض کو اُسکے دیکھ کر یہ دھیان آتا ہو
 ہزاروں خار لاکھوں بھول اس گلشن میں لیکن
 دیا جو خط مگر اب رشک سے پھینکے کہتا ہوں
 سوائے کعبہ تجاؤں میں کیا اپنے قدم جاتے
 نظائیں سیر گھر جاتی جو صحبت ناوک دل کی
 وہ دیروں سے چاہیں تو چاہیں مقصود کو پہنچیں
 ہرادیکھو وہ زگر زرا میں گھبرا کے کہتے ہیں
 گاہ پر دوش پھیرے اگر لعف و کرم اُسکا
 اٹھانا کہہ کا آساں اٹھانا بات کا مشکل
 دہن میں سیر قاصد کے مڑی کھڑے رہاں کوئی
 دہن جب بند ہو کر کھل سکتا ہو زبان کوئی
 دیا بہ حسن میں اتر ہوا ہر کار داں کوئی
 نہ ترسانا نہیں کوئی نہ ہم سنا تاواں کوئی
 کہیں بتلانا نہ دے قاصد کو آہن کا لٹا کوئی
 ملا سجدے کے قابل اور کس دن آستان کوئی
 نظر آتا ہو جب گھر میں کسی کے سیماں کوئی
 نشانے تان نہیں جاتا ہر ناوک کے لکاں کوئی
 ادھر آنکھیں ادھر اٹھیں نقاب اٹھے ہا کوئی
 نہ ہو طفل طفل اشک کی صورت جو اں کوئی
 قوی بچھ سا جو عالم میں نہ مجھ سنا تاواں کوئی

مرآة الغیب

شفیق ایسا ساگ جاناں جو آتا ہے خبر لینے
قصص کی تسلیاں میں جتنی شاخیں ہیں سختی
جو چلتا تاہوں فرقت میں محلوے کہتے ہیں
مرہ تب ہو کہ وہ بھی ہو کسی مستحق پر عاشق
مجھے یوں ڈھونڈھتا ہے تاجہ لاکھوں شکر کا
ہمارے عشق کی کیوں نئی شاعر نہیں کہتے

کمال جذب سے تلاسکاں پہنچے امیر احمد
رہا مستحق و عاشق میں نہ پرہ دریاں کوئی

آج کیا کرتے ہو غم سے وصل میں ہر دم نے
ہر گھر میں دل میں نظر آتی ہیں کیا صورتیں
دیکھے بھائے ہیں یہ کوچے جانے بوجھے میں یہ ناگ
حسن روز افزوں بھلا دیتا ہے پہلے قاعدے
کس طرح تشبیہیں سنیں سے اسکو ہر نگاہ
پاتے ہیں ہر روز آنکھوں کی تری میں نحت دل
میزبانی کر چکھا جو درد سخاوت کی بساط
ہر عجیب سوت تصویب کر اس کے حد نہیں
ہر پھینکتی میں نیکی میں وہ غمزا نامور
سامنا ہو روئے جاناں سے یہ ہے ہوشیہ
ہر غزل میں تازگی شکل جو اے طبع رسا
کہنہ رنجوں سے جو دل گھیر گیا ہے اے امیر

مرآۃ الغیب

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے میر ہے
 کیا جانے کس لیے تجھ دیر دیر ہے
 آئے ہیں روزِ دل کی زیارت کو رخِ دلم
 غروں کو پھاڑ کھائے سب یار تو کہوں
 آئے ہونے میں تو یہ کہہ کر وہ آٹھ گئے
 تھماتے ہوئے جاٹیں گے ہم تو سوئے حرم
 کراک مجھ سینہ پر داغ کی طرف
 کیا پہلو ان مرگ کو بارو ملا تو ہی
 الفت ہی کی تو آگ میں جلنے کا ختم کیا
 رکھتے نہیں زمیں پہ قدم صاحبانِ گیر
 اے جاں تیرے منہ سے نکلنے کی دیر ہو
 طغیان آبِ مشہم بھی دریا کا پھر ہو
 سینہ مرا نہیں کسی مرشد کا ڈھیر ہو
 اے شیرِ زہا تو ہی تو شیرِ دل کا شیر ہو
 ہم جاتے ہیں یہاں ابھی وضعت میں دیر ہو
 ہونے دو قدم کا جو رستے میں پھر ہو
 پہلوں کی تیری نذر کو حاضر چنگیر ہو
 اخرا سبابِ ساجی زبردست زبرد ہو
 پردے سے زیادہ مرادِ دلیر ہو
 یادِ بردتِ یام فلک کی منہ پر ہو

جینے سے کیوں نہ سیر مرادِ ہوا سے اسیر

کہیں سمجھا نہ آگے کیا ہم اس کو دیکھ جاتے
 ادھر کہ نزع میں جہلتِ آدمی بنا کی مدت
 نصیحت کر نیوالوں کو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی
 خدا الیا بھی ہوتا جو بنا میں جسکو خود بندے
 بناتے راہ اسی کچھ کے سب گم کردہ راہوں کو
 کوئی کہتا نہ آتے باز میرے قتل سے ہرگز
 انکو ٹھی کیا نہ دیتا ہم کو وہ چھلانگانی کا
 یہ ضد ہو دیکھتے گرجے روشن میرے تربت پر
 وہ شاہ حسن ہو تو عہد اکبر میں اگر ہوتا
 سمجھ جانا اگر اتنا کسی تیر کو سمجھ جاتے
 نہ روڈ چپ رہو کیونکر یہ سارے گھر کو سمجھ جاتے
 جو سمجھ جاتے ہیں کھڑکوں پر دیکھو سمجھ جاتے
 سمجھتا تو خلیل اللہ یہ آذر کو سمجھ جاتے
 کہیں لے تو ہم یہ خضر بنجیر کو سمجھ جاتے
 جو دنیا ان کو سمجھ جاتی وہ دنیا لیر کو سمجھ جاتے
 اگر اگر سلیمان اس پر ہی پیکر کو سمجھ جاتے
 اُسی دم جا کے گلی کو دے وہ عہد کو سمجھ جاتے
 مکیں کر پیشکش یہ نور تن اکبر کو سمجھ جاتے

مرآة الیوب

خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی چالیں
بکھی قاتل کو سمجھائے کبھی غم کو سمجھائے
نہ سے جانا ہمیں موت بڑھائی کو حسینو لکھا
زباں ہوتی تو آئینے یہ روشن گر کو سمجھائے
تڑپ کر رو کے اُس لعل میں دو لعل کیا تروا
دل ناداں کو سمجھائے کہ چشم تر کو سمجھائے

ایتراب کی ہوسو نا جوش پر ہم کو اگر ملتا

بنانا بیڑیاں بھاری یہ آہنگ کو سمجھائے

اغش میں جینے کے بھی لائے پڑے
ہائے کس بیدار کے پائے پڑے
امادی وحشت میں جب رکھا قدم
آکے میرے پادلوں میں چھاپے پڑے
دل چلا جب کہ چہ گیسو کی سمت
کوس کیا کیا راہ میں کالے پڑے
دور تھا زنداں سے کیا دشت جنوں
چلتے چلتے پاؤں میں پھالے پڑے
کس نگہ نے کر دیا عالم کو مست
ہر جگہ لاکھوں ہیں متوالے پڑے
ابھر میں جب منہ لگایا جام کو
سیکڑوں ہونٹوں پہ بیتوالے پڑے
طوق وحشت اپنی گردن میں پڑا
یار کے کانوں میں جب بالے پڑے

بچہ کو اک آنسو کی حسرت ہو ایتر

کتنے مینہ برسائے تھے پڑے

آنکھ اُس کے حضور دور ہی ہے
ساتھ اپنے مجھے ڈبو رہی ہے
دیدار کہاں کہ دور ہے حشر
قیمت ابھی اپنی سو رہی ہے
کیا باغ میں دیکھتی ہے شبنم
جو گل کی ہنسی پہ رو رہی ہے
اللہ رے حسن و خشر رے
زاہد کے اس کھو رہی ہے
کیا کشتی و نا خدا کا شکوہ
تقدیر ہمیں ڈبو رہی ہے
مقراض کتر کتر کے وہ خط
کائنات مرے حق میں بو رہی ہے
فرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا
سونے دے غریب سو رہی ہے

مرآة الغیب

گلشن میں جو ابرو ہے دھواں دھار نیخا روں میں دھوم ہو رہی ہو
اُس تیغ کے منہ چڑھے نہ بجلی کیوں جان سے ہاتھ دھو رہی ہو
کیا شوخ ہے اُس کی یاد مڑ گلاں دل میں نشتر چھو رہی ہو
ہم جاگ رہے ہیں چرکی شب تقدیر ہمارے سو رہی ہے

احسان ہے امیر چشم زکا

نامے کی سیاہی دھو رہی ہو

طوفانم یہ الفت کی نظر کہتی ہے کہ مرے دل کی ترے دل سے خبر کہتی ہے
آج آتا ہے وہ گل باد سحر کہتی ہے بچ ہو یا رب جو یہ اڑتی سی خبر کہتی ہے
لیل و گل میں ہر غماز نسیم سحری کچھ ادھر کہتی ہو کچھ جاگے ادھر کہتی ہے
جوہری کیا ترے دانتوں سے ملاتے ہیں اُسے پانی پانی ہوں یہ خود آب گہر کہتی ہے
غنجہ نگل مجھے کہتے ہیں یہ کھتاؤ دہن رنگ گل میں ہوں یہ باریک کر کہتی ہے
یاد پھولوں کی دلاتے ہیں مجھے سوئے پید گردہ قافلے دالوں کی خبر کہتی ہے
ماہوں میں ہوں یہ اُس تیغ کا ہر دوش قبول بد میں ہوں یہ پس پشت سپر کہتی ہے
نوباواں رشتہ پیری کا مزہ کیا جانیں عصمتیں دھند میں میں جنبش سر کہتی ہے
شام کا ہے یہ اشارہ کہ بہن رخت میاہ پاک کو ڈال گریباں یہ سحر کہتی ہے
بحر عالم میں سفینہ کوئی بیچے کا نہیں ہمد تن ہو کے زباں موج خلوت کہتی ہے
شعل ہے اگر غم کا تو دل ہے میرا تیغ رکتی ہو بھی سے یہ سپر کہتی ہے

کیوں زباں تیغ کی خاموشی و مصل میں امیر

حال قاتل سے مرا کہدے اگر کہتی ہے

باندھی جو روزِ حسرت ہوا ہم نے آہ کی اڑتی پھرے کی فردِ جلاہ لگاہ کی
شرکت نہ کی لال میں کس داد خواہ کی دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہم نے آہ کی

مرآة الغیب

اب دشمنی ہے اُس کو تو کچھ راہ راہ کی
عاشق کے دلیں عیش جہاں کا کہاں گزر
عاشق ہوں فوجِ انک کا اُنکھوں میں دو جگہ
گہنا نینگے چڑھیں گے جو اُس تندہ کے مُخ
اُس گل کو کیوں نہ پہنچے میں دُشمنی جو خط لکھوں
بھاری بہت ہے لاؤ نکار و زجر میں زند
دامن سے کیوں چھپاتے ہو بالوں کو راہ میں
دل سے پتا لے گا زخمدانِ یار کا
ہے زندہ نے سے کلامِ خبر و ردوں کو کیا
میں زند خواب مرگ سے اٹھاؤ دیکھنا
کندن سا چہرہ دیکھو کبھی آئینے میں تم
خون ہزارِ مبر کے اکدم میں جل گئے
ہوں وہ خلیلِ دیر میں تو شدوں اگر صتم
پائے قلم نے کچھ کے ترے گیسو کا صفت
بہدوں کا سب گناہ مرے چھ کو یاد میں

سہم قلم گد میں دے کے عدم کو گیا امیر
لی گھر کی راہ پھینک کے گھڑی گناہ کی

آنکھ مجھ سے دل نے اغیار سے
ہے حسینوں کو قلم مجھ ناز سے
ذوق کا جو عشق ابرو میں حکم
سے چلی غربت جو صبر کی طرف

یار در گدرا میں ایسے پیار سے
پھول کچھ کھٹکے ہوئے ہیں خار سے
عمرِ صبرِ گردوں گلا تلوار سے
مل کے ہم روئے درد دیوار سے

مرآۃ الغیب

نورِ دہ شمس و قمر میں بٹ گیا پنجہ رہا تھا کچھ جو کونے یار سے
دور نے آخر ہوا آئی خزاں میکشڑ اٹھو چلیں گلزار سے
تھے دہوئی غیش پر غیش آیا جہیں یاں تو آنکھیں کھل گئیں یار سے
گر مہاں کرنے گئی تھی رات کو رو کے اٹھی شمع بزم یار سے
بہلوں کو دیکھ کر شہدائے گل وہ بہت اُچھے گلے کے یار سے
پھول سب ہنستے ہیں شبنم کے لیے تو پھلی روتی ہوئی گلزار سے
پھلی جھونکے ہوا کے بوئے مشک مشک تاجِ حسنِ طرح تار سے
رخ و غم و دردِ الم ہیں غم گسار جی پہلتا ہے انھیں دوچار سے
کیوں برستی ہو اُدا سی لے صبا کون گل رخصت ہو انگلزار سے
چشمِ دل دونوں غضب میں ڈپٹے ذوقِ وصل و حسرت دیدار سے
بے طرح زنگیں کی پڑتی ہے نگاہ آپ اب باہر چلیں گلزار سے
ابر و شرنگاں پہ ہوتا ہوں نثار ہے وصیت میرے ہر غمخوار سے
عسل دینا آپ سحز سے مجھے قبر کھدانا میری تلوار سے

وادیِ غربت میں پھر تاجِ امیر
کوئی کہدے اُس غریب آواز سے

کچھ قتلِ ابرو نے خمدار سے کاٹے چورنگ اس تلوار سے
مرے چھوٹا کوہن آزار سے پائی چھٹی روز کی بیگار سے
کر چکے قتل اب کہیں رسوا ہو جاؤ دھو ڈالو ہو تلوار سے
اس کی خراگاہ پر گرا پڑتا ہو دل عشق ہو اس آہ کو خار سے
وہ کھینچا مہرے سیہ خانے کا ڈر دھوپ اترتی ہی نہیں دیوار سے
ہے مثلِ ایاس احدیٰ الراجحین موت ابھی عشق کے آزار سے

مرآة الغیب

یہ بھی نالاں دہتری رقتار سے
برق چمکی جلوہ گاہ یار سے
اٹھ نہیں سکتا عصا یار سے
اُس پری کی گرمی رقتار سے
آنکھ اُس نے پھیر لی اغیار سے
سیکھ لو اپنے گلے کے ہار سے
چمکی پڑتی میں تری رقتار سے
دو قدم آگے چلوں تلوار سے
اٹھ چکے ہم آستان یار سے

بے سبب چھا گل نہیں کرتی ہر شور
طور پر موسیٰ سے کہہ دو ہوشیار
چشم جاناں کو جو نہالہ گراں
فصلہ جوار ہے غلخال پا
غیر حالت شکے میری اُن رکند
بہر جو ناواقف ہم آغوشی کا ڈھنگ
ہر قدم پر سو طرح کی مستیاں
حکم ہے شوق شہادت کا بھی
لاش ہی اٹھے یہاں کو اٹھے

میں اسے پیر مٹاں سمجھا اتیر

مست جو نکلا درخمار سے

اصل گل میں جو ابھی شکر تیر تھوڑی سی
مدد اسے شوق سجود المدا سے شوق سجود
کچھ تو پیدا ہو کباب دل بریار میں مزہ
دیکھ مشاطہ جگہ ڈھونڈ رہے ہیں تار سے
جان آجائے ابھی جائے سے باہر نہیں
لقد جانیں دلی طرح دیے ابھی یقینا ہوں
خال ابرو کو جو دیکھا تو یہ معلوم ہوا
دانہ خالی ہی دکھلا نہ سہی جنس جہاں
ردہ داروں کو نہیں خواہش لبت کے آہن
نزع کا وقت ہر اب دیر نہ کر آئے ہیں

اور اسے پیر خوابات نشیں تھوڑی سی
سر نہ اٹھے ابھی باقی جو حبیب تھوڑی سی
چاہئے الفت خال نیکیں تھوڑی سی
خالی مانتاں سے نہ رہ جائے جو بیخ تھوڑی سی
دے جگہ دیکو جو پردہ نشیں تھوڑی سی
لذت درد جو ہاتھ آنے کہیں تھوڑی سی
بلک ہندو میں جو کیے کی زمین تھوڑی سی
بانگی چاہئے اسے پردہ نشیں تھوڑی سی
وقت انتظار ملے نان جو میں تھوڑی سی
رہ گئی ہے جگہ باز پیس تھوڑی سی

مرآة ایفب

کوچہ دہم جو تار یک کھینکے کا بوزر چاہئے روشنی شمع نصیص تھوڑی سی
خلق اغیار سے بجا نہ نہیں گرعادت اپنے دامن ہی سے لے لیے جیں تھوڑی سی
عشق گیسو میں سر دل کا ہے سودا کچھ اوڑھ گئی بات مٹی اگلے طفل حسین تھوڑی سی
ایک قطرہ بھی نہ پینا نگراے جان جہاں اسی انداز سے کہہ کے کہ نہیں تھوڑی سی
کوچہ یار میں ہوں لاکھ تپش کے ساماں پھر جو تسکین ہو دلا تو میں تھوڑی سی

شور و محشر کا سناؤ کرچہ واعظ سے اسیر

مل گئی لذت خال نکمیں تھوڑی سی

پانی راحت جوتہ خنجر کیں تھوڑی سی آگئی نیند دم باز پس تھوڑی سی
اڑ گیا تو سن دلدار جھجک کہ کوسوں گرد پہنچی جو مری تار میں تھوڑی سی
بد دعا غی رہی اوروں سے یہاں تا کیاں لاکھ بغیں میں مجھے جیں جیں تھوڑی سی
ہوں وہ کاؤ کہ جھکا سیدت میں سر دست ابھی خاقانی نے بنائی مٹی جیں تھوڑی سی
بہرے اشکوں سے یہ ترے نکل آئے پانی کھو دے روزن کا اگر روز میں تھوڑی سی
دوستو قبر پر شاید وہ قدم بچہ کرے دا کھن سے رہے بچہ کو جیں تھوڑی سی
سلطنت پہلے ہی کرتا نہ قبول ابراہیم گرد سوتی ہوس تاج دگیں تھوڑی سی
نیر آکھوں کے یے خلق ہوئی تھی شوقی بیگئے اُس میں سے یہ اسب کیں تھوڑی سی
ہدیہ دوست کچھ کہ میں ہوا شکر گزار رو کھی ہو کھی ہوئی نان جو میں تھوڑی سی
شوق سجدے کا جو اُس ہر لقا کے در پر دہم سلیہ کی بڑھتی جیں تھوڑی سی
تاگ آئے میں بہت چیمہ میں مال جگاں اس جہاں سے جو الگ پائیں میں تھوڑی سی
عز و تقدیر سے تقصیر ہی اچھی مٹی تھے بڑھ گئی نور تری جیں جیں تھوڑی سی
دک شمشیر سے کھینچی تری سز گاہ کی شہیدہ دکھ گناہک کی صورت گرجیں تھوڑی سی
بد دعا کا نشان بھی ہے کچھ اے نقاش اُسکے نقشے میں بنا جیں جیں تھوڑی سی

مرآۃ الغیب

ختم چڑھا جائیں تو سمجھے کہ کوئی گھوٹ اترتا کیا پس ہم سے خرابا نہیں تھوڑی سی
 بیتیں ہو سکتی ہیں اسمیں بھی بہت نظم اتیر
 گھر بنا نیکو بہت جو یہ زمین تھوڑی کسی

جو بعد مرگ مرے دلیں کچھ غبار آئے عجیب نہیں جو کہ آندھی تہ فرما آئے
 وہ لیکے تیرو کہاں جب پے شکار آئے سلام کرنے ہرن باندھ کر قطار آئے
 عجیب اب گراں میں تھے خشتگان زمین نے بھی نہ مٹا ہم بہت پکارا آئے
 گرد سے میں گور کے پھینکا آئے افراباچہ کو سکون خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے
 فلک نے ساتھ مصیبت کے غلٹیں بھی دیں جو فائدہ گھر میں ہوا سپہاں نہرا آئے
 ہم ایک بار بلانے پہ لاکھ بار گئے وہ لاکھ بار بلانے پہ ایک بار آئے
 ہمیں تو جان بھی دینے میں آئے تو ہمیں خدا خدا کرے کہ کہیں تم کو اعتبار آئے
 بندھا قصور مرزاں جو نزع میں گئے پہلے طلب درودت سے چوہدار آئے
 جہنم زدوں کے عداوت کو کوپلیں پھوٹیں شکار فیل کو حرکان نیزہ دار آئے
 خلیل سران میں نہ قائل ہوا ستاروں کا بدل کے رنگ یہ بہرہ پئے ہزار آئے
 غضب پو دلیں کیا گھر تہاری آنکھوں نے خراب کرنے کو مسجد میں بادہ خوار آئے
 ہوا جو چپوڑ کے خالق کو بندہ مخلوق بتوں کو خاک برہمن کا اعتبار آئے
 شراب پیگندہ کب ہے نصیب زاہد میں حصول کیا جو بطن میں دوزخ دار آئے
 جو ترک غیر کو میں نے کہا تو وہ بوسے کہاں کے آپ بڑے ایسے دوستدار آئے
 گناہ نگاروں کا چورنگ کھیل جو ان کو ادھر ادھر گئے دو چار ہاتھ مار آئے
 جلا ہوں یہ فلک سرور کے ہاتھوں لگاؤ ہاتھ تو کا فور کو بخسار آئے
 کہاں نلاج کہ اب چاہتا ہوں چرخ دنی درخیل پہ حاتم امیدوار آئے
 یقین ہی ذکر کرے میری جوش و جھٹ کا جو آبلے کے دہن میں زبان خدا آئے

مرآۃ الغیب

جلار ہے میں شب غم میں اور بھی جگنو کہاں سے اڑے جہنم کے پیر شہر اڑے
 ابو کوڑے کے بعد دوں وہ رہنما کش ہوں نظر جو شیشہ خالی دم نما اڑے
 جزوں کی فکر اجبانے کی اتر تو کیا
 یقیں ہے آج ہی کل ہر دم بہار آئے

لون بیماری میں آتا ہو عیادت کرنے
 ہاں دو بھر تم فرقہ میں ہی ہم تو کیا
 اُس کو کھجائے تباہ ہائے کسی دن ناصح
 نیر کے ساتھ پناہ دل تو کہا میں نے کہاں
 حقیق ہو لیں کہ جہاں کو نصرت کرنے
 آگے میخانے میں بقیہ ہزار ہا ہے آئیں

اب چلے مسجد پر بارخوار ہوئے

دقت بحر غم سے کشتی جان نریں نکلی
 عجب انداز سے مشکل میں سے کیس نکلی
 زاد ہو گیا موجود جس دم ہاں کہا تو نے
 تکی میں کمی کی کب ہماری طبع عالی نے
 خدا کا شکر کہ بہت نزع کے دم دیکھئے آیا
 دکھایا لطف رعبہ بگڑیں طرہ افشاں نے
 کہ نہ تھا جھیلوں کا کہ میری خاک تبت پر
 وہ کہا پڑے سے نکلا جیکے پیرا میں کو فیرت ہو
 بڑا کہ میں چکا کبھی قدس حزیں سمجھا
 وہ تھا غم دوست نہان جو گرہوں پر اچھ پر
 ہوئی تھی وہ جو نگیں تری نگیں خراں سے
 دہی قوس قزح بلکہ سرچرخ بریں نکلی

سوال واصل اُس بُت سے کیا لیکن میں تباہی
 بیگنی ایک تھوڑی اگر مٹھ سے نہیں نکلی
 تصویر بیکہ تھا دل میں آ میرا روضہ نوبہ کا
 پری نیکر ہمارے مٹھ سے آہ آتشیں نکلی

زند خراب تیرا وہ سے پئے ہوئے ہے
کس شان سے وہ میکش آتا ہو میکہ سے
آتا نہیں نظر کچھ گوسا مناجی اُس کا
ہو کوئی بچہ گر سے زخمی کا تیرے سامی
پیر مٹاں وہ کامل مرشد ہو باوہ خوارو
حرمت میں دستک کی اصرار ہو جو اتنا
درحباب اتیر پھٹی لازم ہے یا رنجھ کو

کب سے دھنسی وہ تیرے دیوے ہوئے جو
دل عاشق پر کنویر کا نور ہو گیا
سفر شہر سے تو قسمت چچ دیر کاں کا دوست
جو چشم غور سے آئینہ تو میرا دیکھا
آپہرے کا گھر سے تازہ ڈاک پر اپنا
سے غیاں آراستہ ہوئے لکھن جیباں تشرکی
زینت سرت نکالے ہم گئے کوئی جہان سے
تند آبیالہٹے فال وح اک گشتی دینے فکر
زمین کو بے زبان بھی عجیب محبت تھا
امام سب کے مانند ہم اس یزید کثرت میں
کمال مجھ پر ہو گئے آواز ادھ دھالے

مرآۃ الغیب

جہاں میں ہم کوئی دم صورت جواب ہے
 خزانہ ترگس میگوں میں ہم غلاب ہے
 نہ چچہ کو آئے نہ اُن کو حساب ہوسوں کا
 نصیب ہو کر نہ ہو جمع دیکھنا غافل
 کھینچتے ہیں لب میں رو رہو حساب اہل حساب
 دھمال میں بھی نہ دیکھا برا ہو غفلت کا
 نہ نہ سے کام نہ اسباب سے نہ دولت سے
 وہ اور میں چھینوں کی بزم میں ہر اہل
 جلائے دل کو تو اچھی طرح سے آتش ختم
 خدا کا نور چھپائے سے چھپیں سنا
 بھرا ایسا دل نے نوش دیکھ کر خالی
 خودی کی شرم سے اسپر بھی آب آب رہے
 تمام عمر یہ ست بے شراب رہے
 یہ دین دین الہی علی الحساب رہے
 خیال موت کا لازم ہر وقت قلب رہے
 حساب جن کو نہ آیا وہ بے حساب رہے
 ہمیں کو ہوش نہ آیا وہ بے نقاب رہے
 یہ سب رہیں نہ رہیں عالم شباب رہے
 کہیں حضور رہے ہم کہیں شباب رہے
 مزا کچھ اُس میں نہیں تمام کو کباب رہے
 جہاں رہے وہ عیاں مثل آفتاب رہے
 نظر سے دور ہی مینا بے شراب رہے

قطرہ

خدا نے چھ کو سلیقہ عطا کیا جو بہت
 عجب نہیں کوئی مسلم کہے جو وہی عشق
 ہر ایک بات کا حاضر صہم جواب رہے
 قسم کے واسطے اللہ کی کتاب رہے
 امیر کیجئے توبہ کی فکر پیری میں

مزے شراب کے ناما عالم شباب رہے

جہاں میں یو ہیں جو دور و انقلاب ہے
 زان یار میں ساقی شراب کا کاذب
 یقین ہو شیرہ کے گھر میں آفتاب رہے
 پیا جو آب تو غفلت سے آب آب رہے
 دنیا کے ہاتھ میں اللہ کی کتاب رہے
 تو قحط موم کے سایہ میں آفتاب ہے
 شراب خانے کو جو قصد تیرے وحشی کا
 سب کے ہاتھ میں خشت خم شراب رہے

مرآۃ الغیب

خدا نے مرتبہ عالی دیا ہے عسکری کو
 رہ خطا میں بھی سچے تورا سبب ازادی سے
 غش آئیگا بجھے دیکھا جو دشنر زکا جمال
 یقیں ہو تاب نہ لائے حرارت دل کی
 تصور نفس نہیں سے خدا ہا ناراض
 لان محفل جاناں میں ہم کو ذوق شست
 مبارک ایلن ایام ترک گردوں کو
 خیال رنج یہ بندھا ہوا عشق گیسو میں
 بلند ماہ سے کیونکہ نہ آفتاب رہے
 مدام کی قدم جاوہ صواب رہے
 قریب ساغر سے شیشہ گلاب رہے
 جو دو گھڑی میری بالیں پر آفتاب رہے
 گناہ غیر پہ ہم سارو عتاب رہے
 بزرگ شمع خجالت سے آب آب رہے
 اُسی کی ران کے نیچے بدر کا رہے
 کہ شب کو دن کی طعنے وہ آفتاب رہے

خطاب ہے لب ساغر کا خصب سے امیر

پھر ہے جو پیر خرابات سے خواب رہے

بڑے کید ربط یار دلتاں سے
 گولے خاک سے اُٹھتے ہیں اجاک
 میں سب جو فانیں حضرت دل
 ادھر دیکھو جی کسی شب وصل
 خزاں کے آنے ہی گلچین و صیاد
 جواب یہ بوسہ لب سے ہر انکار
 مکتا ہر مراد دم ڈر نہ جساؤ
 خیال قامت مجھ سب آیا
 کہاں دیر و حرم میں عشق مشرب
 خط قسمت سے جیتاک نہ ایدل
 امیر اس کو نہ درد دل سنا یا
 نیاز و ز ایک دل لائیں کہاں سے
 نہ مر کر بھی دے ہم آسماں سے
 و قادر آپ لائیں گے کہاں سے
 اٹھاؤ بھی یہ پردہ درمیاں سے
 پٹ کر خوب روئے باغیاں سے
 کہا تھا وصل کو پھر کس زباں سے
 خدا حافظ سدا رہا دم بہاں سے
 میں جی اٹھا قیامت کے بیاں سے
 یہ لوگ آؤ وہیں قید نکال سے
 جہیں اُٹھے نہ اُس کے آستان سے
 نہ نکلا کام کچھ دل کا زباں سے

مرآۃ الغیب

ایک دن یاد کرے گا غم دلدار مجھے
نیشہ بیخ کہاں غم کدہ عالم میں
تیرے جاتے ہی اجائے کیا دفن آ کر روح
سبیل ساں جوش میں اٹھ کر جو میں پنچا در تک
گر پڑا دیکھ کے چاہ ذوق اسرار و صفت کا
روئے شہرہ جنت سے جو اٹکا دامن
لال کر دہنگا کوئی دم میرا بیت کھینچتی ہو
آنکھ کبھی ہو یہ دل سے کہ کر گئی برباد
کیا قیامت سے ڈر دن عاشق قیامت ہو
پتہ جو مر جاتے سے بڑھ جاتی ہواں لکھی
ہر تیرے رب دام میں وہ دائرہاں

گھر سے نکلا تو وہ تھا ساتھ جنازے کے اخیر

رک رہا جہان کے دارقہ رقتار مجھے

تخلعت روز ازل بے سرو سامانی ہو
لواؤ کہتا ہو اسے برق چمکتی ہو جو برق
زیارت بڑھ کر تہاں آئی کہ قدم تیرے
جو نظارہ تھا انہوں میں ایسا آدم فرخ
باقہ میں نامہ اعمال کی بار و زبدا
تصور نہ آتیت نیانیک و بد و ہرستہ ظام
مرکب نے جو بھی ہرگز نہ بدن سے اترا
لطف ساقی سے حکومت جو زمانے کی نصیب

مرآة الغیب

ذبح کے بعد تجھے دیکھ رہا ہے تامل
منفی مطلع ابرو تو بتا دیں مجھ کو
تیرے آنکھوں کو جو دعوائے سخن داتی ہے
مجمع عام میں نیکے بحث لے پردہ نشیں
کب گوارا تری تلوار کی عریانی ہے
دیکھ کر نقص قدم کو ترسے کہتا ہو ظلم
یہ جلتی ہوئی کس چاند کی پیشانی ہے
باڑھ پر آئے تو بے موت میں حضرت خضر
گھاٹ میں یار کی تلوار کے وہ پانی ہے
کم نہیں آئینہ خانے سے سب زچہاں
جس طرف دیکھے اک عالم حیرانی ہے
جلوہ شاہد رحمت ہے گناہوں سے اسیر
درة التاج کرم اشک پشیمانی ہے

صحت ہوئی مرض سے مگز ناتواں رہے
پامال سرکشوں کے رہے ہم جہاں رہے
پرہیز کون توڑے ہم اتنے کہاں رہے
دب کر زمین کی طرح تہ آسمان رہے
ایسے دہن میں چاہیے کیسی زباں رہے
آئینے میں جو بال بیک کیا نہاں رہے
چند خدا کے گھر میں ہی بت بھجائے رہے
مانند عشق حسن بگی یار یہ ہوا رہے
آباد مومنوں سے یہ بندہ دستان رہے
ہو خم کی خیر رخ کی اسامت دکاں رہے
زاہد خدا کے گھر میں بہت بھجائے رہے
خلوت کیو اسطے بھی تو کوئی نہ کار رہے
سرے کی گرد میں مرے نالے نہاں رہے
انساں جو آپ اپنی نظارے نہاں رہے
گھر کی زمین گھر کا مرے آسماں رہے
میں جوں جب مجھ کو قلعی سے کام کیا

انھا طیب سے جو تپ عشق کا ضرہ
جنھں اتخاں میں تمھ کی صورت نمایاں ہے
لازم ہو فکر دوست مناسب بزرگ دوست
جینا تک بدن میں جہان و زمین نمایاں ہے
ہستی مری مانند سکی نیستی امتیر
وہ ذکر غیر ہوں کہ جو در و دریاں رہے

پوشیدہ خط ہے ہر شب تہاں رہے
اپنے دھوئیں میں آپ یہ شمع تلوار ہے
چمک میں رہے وہ بریں نہ بچھا کہاں رہے
قالب میں رہے روت کی صورت نمایاں رہے
ہم غافلان دیکھ کر اتنا ہوا نہ ہوش
تھا کون میراں کہاں یہاں رہے
جو حسن میں بھی معنی روشن کا خاصہ
دلیں عیاں رہے و نظر سے نہاں رہے
وہ حرم میں بچہ در دوست پر کیا
تھے آستان یار پہ حاضر جہاں رہے
انساں کو چاہئے کہ دل نہیں بگاڑے
بوہو کے اُس چمن کے گل نہیں ہواں رہے
غربت میں موت آئی تو تربت بھی خاتم
کچھ بے کسی کا بعد فنا بھی نشاں رہے
کہتا جو وہ صنم کہ رہیں ہم تھارے گھر
لیکن یہ شرط جو کہ خدا دریاں رہے
آئی نہ اے عجیب گرا جب میں بقرار
شکل جواب زمین نہ آسمان رہے
تکلیف دے خضاب کی ہو کہ نہ اے ہوس
کچھ روزوں پر بھی ہی برکان ہواں رہے
کیسی ترپ ادب سے نہ کی گکھ سامنے
شبنم ہمیں خدا نے بنایا جو تجھ کو ہر
راضی ہیں ہم کو پھر کچھ نہ دے کیجئے
لاؤں بھلا کہاں سے دل بے لال میں
اے آہ کر دیہ کہاں تک مخالفت
یا ہم رہیں زمین پہ یا آسمان رہے

ہوتا دھال ذرہ و خورشید کیا امتیر
چار آسمان آٹھ پہر در میاں رہے

مرآة الیوب

یارب حیات سے ٹہرہ حسن تماں رہے
لازم ہو آسکے رخ پہ نوہ خط سیاہ
حاتم کا داستانوں میں ایک ہو تذکرہ
نیرنگ آن کی شان تجلی کی دیکھے
زیر زبیر بھی آہ کی عادت ضرور ہو
گلشن میں جیسے جو یہ تھا صفا اضطراب
مجھ سا لسانہ ڈھونڈ حتیٰ کہ بہر تیر باد
یوں میٹھے میٹھے زلیست کے دن ہو گئے تمام
آیا کبھی جمانے سب یار اس طرف
اب دیکھیں کیا دکھائے نشیدن فرزند ہر
یکار ی زمانہ سے بیکار کب ہوئے
بیرا ہو یار عشق مژہ میں گئے جو عمر

صیاد اُدھر خلافت اُدھر باغباں اُدھر

ہم بار خاطر قفسِ دُکھ شایاں رہے

لطف تب بد کہ اُدھر ہاتھ میں تول آئے
طالب گم بھی ہیں منتظر یار بھی ہیں
سخت جانوں پہ لگا ضرب کچھ کہ قاتل
آنکھ جلی کی تری تیغ دودم پر پڑ جائے
ہجر جاناں میں کہاں صورتِ اُتر انصیب
ہو محبت میں نہ تمنی کے سوا کچھ حاصل
بوش و حشت میں کہیں نہ ہیں صبح اکابر

ہر قدم پر ہوں دل ہل تماشا پامال
 وقت گریہ کسی گھیسوئے مسلسل کی یاد
 یوں وہ بیمار کہ نفرت جو دوا سے جھکاو
 میں وہ نادان جھنجھوڑ دو روز کے حقیقہ پر ناز
 دوزخ آو دل پر سوز جو ہم نذر کریں
 بہار وہ خوشی جو کروں دشت لہریں کی
 ہر لہر پر شکستے بائیں نہ رہیں کاشوں کی
 یوں کہ دل نہ دیکھائے اثر نالہ آہ

عشق زلف یہ یار نے مارا ہے امیر
 سلیہ کہنے کو نہ کیوں گور یہ بادل آئے
 درد عارض ہو دوا کو تو مجھے کاٹ آئے
 دو قدم تم جو چلو خلق میں ہل آئے
 تکیا نہ منعت آج اگر منہ سے نکالوں آواز
 دانا سے شوق شادیت جو قامت آئے
 کفر کیجے میں : مہیناؤں کا کر آنکھیں
 ۱۰ آوازانی نایہ عالم سے کہ نالہ کیسا
 وہ سب سے ہوں سائی کہ اگر پہلو میں
 توبہ کرنی تھی کہ بوجہاں شامت کی ہونی
 رستے اور صدمہ دو پڑے تھے کشمکش پر
 پہول دیکھ لائی دینے بھگدوں کی گتے
 چھینک دلاکٹ کے بڑ نعل تما کی امیر
 کربک طادس کو تیری سی جھپٹل آئے
 موج اشک آنکھ سے کیونکر نہ نکل آئے
 دور دوسرے جو دوا سے صندل آئے
 دیر کتنی ہو اجل آج نہیں کل آئے
 چشم جاناں کو پسند اور نہ کاہل آئے
 ہر قدم دل دکھانے مجھے مشعل آئے
 پاؤں جھالے کیلئے ہاتھ میں جھانکی آئے
 میں جھپٹ شام شکستہ میں سے پھل آئے
 پاؤں گھس جائیں جو ستر کے صندل آئے
 سیر جو حشر کا دن وقت سے اول آئے
 جلد آئے تو میرے کان تلک کل آئے
 لوگ حشر کو گئے ہم سوئے مقفل آئے
 دیکھو عارض پکھیں یہ کے نہ کاہل آئے
 سرے سو سوکڑے ہوں تیرا یہ اگر لیا آئے
 داکو ڈھونڈھوں تو میرا ہاتھ میں تول آئے
 خوبیاں مجھ پر برتے ہوئے بادل آئے
 نیلے گلو گھٹ کہیں چہرہ نہ آنکھ آئے
 یار بن بن کے سر کا ساتھ جنگل آئے
 چھوٹ کجوت میں آئے نہ کبھی پھل آئے

مرآة الغیب

فخس غزل بتاب فروں مکان لے آئی یوسف علی غاں بہادر
تخلص یہ ناظم دلی مصطفیٰ آبادیوت لہم لہ

کہا کیسے وہ بہت زلیا ہر بات پر غلط انہار غم کیا تو کہا سب سب غلط
یہ درد دل درد غم یہ زخم جگر غلط میں نے کہا کہ دعویٰ الفت جگر غلط
کہنے کے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

طوفان جوش گریہ بے اختیار جھوٹ آتش فشاں جگر داغ دار جھوٹ
نور کند جذب دل بیقرار جھوٹ تاثیر آہ وزاری شبہاں تار جھوٹ
آوازہ قبول دعائے سحر غلط

ہر روز ایک تازہ دکھاتے ہیں اجڑا ہر وقت چھوڑتے ہیں شگہ کوئی نیا
بیب آزمائے کو نہ یہ بچ نہ وہ بچا سوز جگر یہ ہو نہ پتہ تھا کہ اخترا
شور فغاں سے جنبش دیوار در غلط

ہاں داستان شگہ بہت زبوں دروغ ہاں دنگے بیچ و تاب سے سوز بخون دروغ
ہاں فرط غم سے خوش سیلاب خون دروغ ہاں سینے سے ناسن داغ دروغ دروغ
ہاں آنکھ سے تراش خون جگر غلط

ہیں سب بنا ٹیل ہیں فقر نہ دیکھ ساقی بیخ ہو تو صبر نہا نہ چیتہ
دوڑا ہے نہ ہاتھ کو بوسے نہ پیچ آجائے کوئی دم میں لوگیا اچھ نہ بھیجے
عشق مجاز و چشم حقیقت جگر غلط

تسخر پار کے لئے یہ سب فریب ہیں صاحب شکار کے لئے یہ سب فریب ہیں
بگھا میں پیار کے لئے یہ سب فریب ہیں بوس دکنار کے لئے یہ سب فریب ہیں
۲۳۳

اظہار پاک بازی و ذوق نظر غلط

کھیلنا کھجے کے ہر کو جتنائے میں گزریاں کرتے ہیں ہر جہاں کبھی ہوتے ہیں ہر ماں
ہم پر سر زمین میں وہ بالائے آسمان صاحب آفتاب کہاں اور ہم کہاں
اجت نہیں ہم اُسکو نہ سمجھیں اگر غلط

صاحب کہو وہ بات کہ ہو گئے تو دل نشیں جسکا دسریہ پاؤں ہوا سکا ہو گیا یقیں
اس جھوٹ کی جو بندہ نماز اٹھا کہیں سینے میں اپنے جاتے ہو تم کہ دل نہیں
ہم کو سمجھتے ہو کہ ہے ڈانگی کسر غلط

شیطان بھی تمہارے فیروں کے مات ہو تم دیکھو دن کہو تو میں سمجھوں کہ رات ہو
اظہار ذوق قتل کی ساری رکھات ہو کہنا ادا کو پیش خوشامد کی بات ہو
سینے کو اپنے اسکے سمجھنا سپر غلط

تم لا کہ قہیں کھاؤ غماؤں گا میں کبھی کیا جان اپنے ہاتھ سے کھڑا ہو دل لگی
نادان بنا رہے ہیں میں اپنے اہ جی شہو میں کیا دھری گئی کہ چپکے سے سو نہ پڑی
جان عزیز پیشکش نامہ برد غلط

میں اے بات میں کوئی ہوتا ہے کی نام صاحب یہی جو مکہ تیرے کا ہر سلام
بنا رہا ہے اب جو اگر ہم ہوئے تمام پوچھو تو کوئی مرے گا بھی اگر تاہم کچھ غلام
کہتے ہو جان دی جو سرہ گذر غلط

میں اب یہ ہو کہ لوگ کہیں لودہ مر گیا بیڑے میں عاشقوں کے غیب کام کر گیا
میں بھی یہ آشنائے کہ وہ جی سے گذر گیا ہم پوچھتے ہیں کہ جنازہ کدھر گیا
مرنے کی اپنی روز اٹرائی خبر غلط

اس شاعر نے یہ آپ کو اتنا نہ تائے قہروں میں ہم نہ آئینگے گو خاک چھائے
کیا فرضی ہو کہ جھوٹ کو بھی سچ جانتے آیت نہیں حدیث نہیں حکو مائے

مراد احیب

یہ نظم و نثر اہل سخن سرسبز غلط
اس یونہی کو عشق جتانے سے کیا ملا
الزام افشائے بیخے بٹھائے ہزار ہا
کہستان تھا افسر کہ انظار ہے بڑا
یہ کچھ سنا جواب میں ناظم ستم کیا
کیوں یہ کہا کہ جسے الفت مگر غلط

رباعی

گھر کھڈنے کی پوچھو نہ ہیبت ہے
روتی ہو پیٹ پیٹ کس سحر ہے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہو کر
یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

رباعی

ہر گھر میں شہزادی ہے الہی قویہ
ہر در پر کبابی ہے الہی توبہ
مسجد سامقام اور دوسرا غر
کیا خسانہ خوابی ہے الہی توبہ

رباعی

زاہد ہو کہ جو شغل سے چھوڑ دیا
الشر سے قسا و خون بدن چھوڑ دیا
فریاد ہے تجھ شکستہ دل کی یارب
تو بہ کی درستی نے تجھے توڑ دیا

رباعی

اور دل کو تو دنیا میں قضا نے مارا
وی زلیت خدا نے پھر خدا نے مارا
پر صورت مرگ و زلیت اپنی جو جہا
اُس ب نے جلایا تھا ادا نے مارا

رباعی

کمرے میں تو شب وہ ماہ سہا آیا
اس پر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا
چلن جو اٹھی ہوئی تھی آئی تھی ہوا
چھوڑا دیے پردے تو پسینا آیا

رباعی

زیبا وجود ہم بھرتے ہیں مردم اسکا
قتال زمانہ ہے حکم اس کا

کیا تیغ دو دم ہے اُسکی تو کیا دلہلب کیا نیچہ ہے نیم تبسم اُس کا

رباعی

مشکل سے تجھے ادھل رہنا پایا کوئین میں پھر کرتا کو چسپایا
دہیا عینے سے عاشقی حاصل کی صغرا کرا سے یہ قہجبا پایا

رباعی

آنکھوں سے جو رنگ مے پرستی پیدا پلکوں سے خوشان پیش دستی پیدا
کچھ حاجت مے ہمیں کہہ آپسے آپ آن چلیوں سے سیاہ دستی پیدا

رباعی

سنتا ہوں ہوا جلوہ نما عید کا چاند ہے اُسکی جدائی تو کجا عید کا چاند
وہ ابرو دے پر خم نظر آئے جو مجھے البتہ یہ سمجھوں کہ ہوا عید کا چاند

رباعی

عاشق کو کہاں شکیب شیدا ہو کہ دل زندہ جاوید ہے مژدہ ہو کہ
پیوند زمیں کرے جو بچہ کو گردوں گردا سکے پھرے خاک بگولا ہو کہ

رباعی

ایسا ہوں میں باد فاکہ اوکشتہ ناز ہڈی سے بنے شانہ پس سوز و گداز
وہ شراۃ یقینیں جو ہمہ تن ہو کے زیبا دے روز دعا کہ عمر گیسو ہو دراز

رباعی

آہ ام کہاں دشت میں مے لیتے ہیں جھتے ہیں ٹھہرتے ہیں نہ دم لیتے ہیں
دشت ایسی ریدگی ہو ایسی آنکھوں سے ہرن آکے قدم لیتے ہیں

رباعی

دنیا سے عدم کی سمت جاتے جاتے گجڑے ہوئے کیا کام بناتے جاتے

۴۳۳

آنا جانا تھا اپنا اند نفس تاخیر ذرا ہوئی نہ آتے جاتے

رباعی
کیا لطف اگر سارا زانہ دیکھے دیکھے تو نگاہ چشم دانا دیکھے
کر گلشن الفت میں گذر گل نسیم آتا دیکھے نہ کوئی جانا دیکھے

رباعی
کچھ تو ہمیں گلشن سے جی ہاتھ لگے کھل جائے کنول دلا کلی ہاتھ لگے
عارض نہ دکھاؤ اک نظر دیکھ تو لو گر بھول نہیں تو پچھڑی ہاتھ لگے

رباعی
خط یار نے کیا نام خدا لکھا ہے القاب جدا شوق جدا لکھا ہے
بجائے یقین جو مرض غم سے نجات نامہ نہیں تو یہ شفا لکھا ہے

رباعی
مٹ جاؤ نگا غم میں جان کھوئے کھوئے اس بزم سے ہوگا کوچ ہونے ہوتے
جو شمعِ سعادت اگر یہی سوزشِ دل کھل جائیگا کائنات تمام رستے روئے

رباعی
پہنچے جو ترے در پہ وہ تمازا ہوئے رکھا جو قدم سہ پہر افروز ہوئے
یہ کہہ کہاں اور کہاں ہم مجرم سامان یہ قسمت سے خدا ساز ہوئے

رباعی
ہم کو تو پسند ہے طبیعت ایسی نیلے الفت کرے عداوت ایسی
کجخت نے کیا کہا جو نصف یہ کہیں شاعر کو کہاں نصیب قیمت ایسی

رباعی
گھر سے وہ برآمد کبھی دریاک نہ ہوئے تحفے کئے منظور نظر پاک نہ ہوئے

نامہ نہ پڑھا جواب نامہ کیسا قاصد کی خبر سنی خبر تک نہ ہوں

رباعی

آئی ہے شب بجز لانے کے لئے میں ایک نہیں سب کے مٹانے کے لئے
اشکوں میں مرے ڈوب رہا ہے عالم آنکھیں مری روتی ہیں زمانے کے لئے

رباعی

کیا تیری جدائی میں ستم دیکھتے ہیں دیکھتے نہ وہ دشمن بھی جو ہم دیکھتے ہیں
اس ظلم اس جور پہ خاموش رہے ایسا تو جہاں میں کوئی کم دیکھتے ہیں

رباعی

خوابان طرب ہے جسے اور اک نہیں آرام تہ گنبد افلاک نہیں
پیمانہ گردوں میں کہاں بادہ عیش جز درد تہ جام یہاں خاک نہیں

رباعی

غائب بہت اے جان جہاں رہتے ہو مانند نظر ہم سے نہاں رہتے ہو
ہر چند کہ آنکھوں میں ہو تم دلیں ہو تم معلوم نہیں پر کہ کہاں رہتے ہو

رباعی

ٹھنڈے یاروں سے گرجوشی کیسی گندم دکھلا کے جو فروشی کیسی
پھر جائیگی آنکھیں جو پھیری ہم سے نظر صدقہ آنکھوں کا چشم پوشی کیسی

رباعی

اے جان جہاں یہ بیوفائی ہم سے اغیار سے اخلاص رکھائی ہم سے
بیگانہ رویش بیٹھے ہو اس طرح الگ گویا نہ کبھی حتی آشنائی ہم سے

رباعی

ظاہر میں جو آزدہ نہیں پاتا ہوں کچھ دل میں نہیں دکھائیے سمجھتا ہوں

ہوتا ہے بھی اگلی محبت کا اثر سچ کہہ دو کبھی میں تمہیں یاد آتا ہوں

کہتے ہو کہ دل کوئی اٹھائے ہم سے تم نے تو نئے رنگ نکالے ہم سے
پچھتاؤ گے آخر کو کہے دیتے ہیں ہم دنیا میں کہاں چاہئے والے ہم سے

بالفرض حیات جاودانی تم ہو بالفرض کہ آب زندگانی تم ہو
ہم سے نہ ملو تو خاک بھیں تم کو لیں نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو

قطعہ نہایت عقدہ دختر دلیر لب شرف الدولہ بہادر متار تاج
نواب باہم شرف الدولہ دلی ختم
تشلیقش پائے مبارک سے دوں اگر
فیض قدم سے راہ میں گوہر بنے خدش
رفیق ہستی بادشاہی اختر نگ کی اور
اچھوں کے اچھے ہوتے ہیں سچ جہانیں
ہیں رنگ دلوئے بارغ شرف دختر دلیر
دونوں کی شادیاں ہوئیں یوں پائی رہا
عالم تمام خوان غایت سے بہرہ یاب
لیکن رہا سرور سے بعد دس رات بھر
دل سے تمام شب رہیں باتیں سرور کی
داں دھو عقد کی ہوئی یاں فکر سلاک نظم
پایا جو اس چراغ سے اس شمع نے فروغ

جنگی بہادری پہ جو شمشیر تک گواہ
بھینکے فلک پہ ہر فلک فخر سے کلاہ
ذرتوں آفتاب پر جس طرف نگاہ
جنگ کہ آسمان وزارت کے تھے دواہ
یہ آسمان جاہ تو ادا لا د ہر دواہ
دولوں درگاہ نہ دریا ئے عروجاہ
گلشن کارنگ حشر سے مٹھل پر اشتباہ
مردم ایک فیض جھنڈی سے خیر خواہ
مشہور جو جہانیں کہ دے جو دل کوراہ
اشعار کچھ زبان پر آئے دم پگاہ
دی عیش نے صدا کہ مبارک کرے الہ
اس شمع سے چراغ کی روشن ہوئی نگاہ

گل کو قریب زگس شہلا کے لے گئے زگس کو لائی گل کے قریب باد صبح گاہ
تاریخ خانہ دوزباں نے لکھی امیر
یہ نہ قریب بڑہرہ وہ نہ ہرہ قریب ماہ
۳ ۱۲۰۰ھ

ایضاً

اے خوشنواں اب والامرتبت جن کے رخ سے مقبوس ہر بار چاند
اب کے دخت و طفل دونوں اچھند ایک سورج ایک بے تکرار چاند
عقدہ دونوں کے ہوئے دل نے کہا
آئے ہیں گھر میں شرف کے چار چاند

قطعہ تاریخ طبع صحیفہ اخبار

مزاں اخبار کو پایا جو مالِ حسن لوتے کو دروغاں کو بہانہ مل گیا
لوٹ پشیمانی سے صفحہ ہو گیا غش آتاں مشتری کو بہر سجدہ آستانہ مل گیا
دانش نیراکر نکل آئے صدف کے بحر میں موج کو زلف پریشانی کا شانہ مل گیا
کیا اصفا جیتنے تقطیع سے وہ موتی بن گئے ہنس کو مقسوم کا ایک ایک انہ مل گیا
خود حجت اڑ کے جا بیٹھا اہمال فکر پر مرغ زرین قلم کو آشیانہ مل گیا
بند شرافت آئینہ ہے خود نمائی کے لئے شاہ مضمون کو شوخی کا بہانہ مل گیا

سال سے ہوا جہنم مشتری روشن امیر

جس کو پرچہ مل گیا سمجھا خزانہ مل گیا

ایضاً

مولوی ہادی علی والا گھر عالی نژاد ۳۳ ہے سرشت پاک آب کوثر و تسنیم سے

موجد انداز تحریر طلسم لکھنؤ
 نظر اک غنچہ ہے اُن کی بوستان طبع کا
 اور وصف اُنکے ہیں باہرِ طبع و قلم سے
 نثر اک گل بہارِ دفعہ و تقسیم سے
 اب ہونے ہیں مخزنِ اخباریں گوہرِ شاں
 ہونے نفاسِ مالدار اس پرچہ کی تقسیم سے
 تجھ سے ہو تاریخ کا سائل اگر کوئی امیر
 کہ بھرا ہو ایک پرچہ گنجِ ہفت اقلیم سے

ایضاً

فکرِ تاریخ نمودم چو برائے مخزن
 گفت در گوشِ دلم ہاتھ از غیب سخن
 چارہ گیر بہ قعدہ حروف از مخزن
 نصف یکبارہ پڑا دردِ بارش کم سخن

قطعہ تاریخِ وفاتِ بدر جنابِ منشی کرم احمد صاحبِ خیر آبادی

چو ام منشی دیوان اکرم
 سفر آمد رصفہ فرودیں وہر
 کرم احمد کہ مقبول خدا باد
 بچشمِ حورِ خاکش تو تیا باد
 جہاں از رحتش دیل شد غلہ
 بہ یمنِ مقدمِ اگشت آباد

امیر اس مصرع تاریخِ نبوت

بزرگ دامنِ خیر النسا باد
 ۱۲۷۰ھ

قطعہ تاریخِ طبعِ دیوانِ جنابِ معلی القابِ نواب محمد یوسف علی خان بہار
 والیِ مصطفیٰ آباد عرفِ رام پور

مبارک ہو اے شاعرانِ سخنِ دانا
 چھپا خسرو ملک معنی کا دیوان
 فصاحتِ بلاغتِ نزاکتِ لطافت
 معانی بہ صدقے مضامین پر قربان
 امیر اسکی تاریخ کہنے کے خاطر
 ہوا فکر میں جب کہ سرورِ گریباں

۱۲۸۱ھ

ندا غیب سے اُس کے کانوں میں آئی
کہ افکار نواب یوسف علی خاں

قطعہ تاریخ شہنوی مرزا حامد علی بیگ صاحب مرحب فراتین جناب
میر محسن علی صاحب لکھنوی
لکھی جناب ہرنے کیا خوب شہنوی ایسی نہ ہو ہمیشہ اگر خاک چھپانے
تاریخ میں اتیر تکلف ہے کیا ضرور راز و نیاز عاشق و معشوق جہانے

قطعہ تاریخ وفات جناب شیخ وحید الزماں صاحب
اتوار کی شب رجب کی تیرھویں جو کی شیخ وحید عصر نے آج قضا
تاریخ کی فکر کی جو میں نے تو ایسر رضواں نے کہا کہ داخل خلد ہوا
۱۲۸۱ھ

قطعہ تاریخ تہیت سواری حضور پر نور جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر
دام اقبالہ

شکر ہے نواب کو صحت ہوئی پھر مرے خاق نے دکھلائی بہار
دیکھ کر اس کی سواری کا تزک چشم ز گس بن کے شرمائی بہار
آمد آدھیب سواری کی ہوئی دھوم اڑی آئی بہار آئی بہار
رنگ یہ اُس کی سواری کا جما ابرو حمت کی طرح چھائی بہار
کرتی ہو باد بہار کی ہنود ہر قدم پر جہہ فرسائی بہار
اشرفی کے پھول اپنی جیب میں بھر کے پیلے کے لئے لائی بہار
یہ بدیہ ہو گئی تاریخ اتیر شہر کیوں گلشن نہ ہو آئی بہار
۳۴۲

تہمید حسنِ صحت بندگان والا مقام جناب محمد یوسف علیہ السلام ہمارے

بادائے تہنیت عید صیام

مژدہ اسے طالبانِ شاہد عیش
عید کا چاند چرخ پر نکلا ہو
کہ ہوئی صبح عید شام امید
مل گئی قفلِ آرزو کی کلید
ہیں ہم آغوشِ مشتری ناہمید
مربے میں ہوئی دو بالا عید
جشنِ صحت ادھر ادھر ہو عید
ہے عجب ساعت سعید و حمید
عید ماہ صیام ہے تہمید
وصل میں وصل اور دید میں دید
کہ یہ عالم نہ دید ہے نہ شہید
چرخ پر کاسہ بنا گیا خوشید
اطلس چرخ جن کے آگے مرید
فکر تاریخ کی جو میں نے امیر
کیا ہی روح القدس نے کی تائید

ہوئی تاریخِ جشن و عید ہم
جشن میں جشن اور عید میں عید

قطعہ تاریخِ حسنِ صحت

شرفِ داں ہر کوہِ یاعروجِ ہر دولت ہو
عجب صحت عجب جملہ عجب شادی کی عتسب ہو

مرآة الغیب

کئی سال ہمایوں ہاتھ آتا ہی امیر الیا ہینا عید کا نور و کادون روز صحت ہو

قلعہ تارتخ دفات فردوس مکان جناب نواب محمد یوسف علی خاں بہادر
انار اللہ یرہانہ

در فراق ناظم مجز بیاں یوسف تھا
جوش زدیلاب نوح از دیدہ گریان من
اپنے دل رفت دول از دستہ دوز کار گفت
رفتن او جملہ برہم زد سرداران من
تیرہ شد چون شام ماتم در نظراس خاکدان
چاک شد مانند دامن سحر دامن من
شکر متنت ہائی او ایمان خود دانستہ ام
ذکر او تا پودہ ام بودت جز جہان من
بسکہ از شور فغانم محشری بر باشد است
میشود شور قیامت ہر نفس قربان من
گریہ ام در ماتش رنگ خزاوانی گرفت
می چکہ طوفان نوح از گوشہ دامن من

بہر سال آن عزیز مصر دہا گفت امیر
مسند اراٹے جہاں شد یوسف دوران من
۱۲۸۱ھ

قلعہ تارتخ تہنیت جلوس سیمت مانوس جناب علی القاب نواب
محمد کلب علی خاں بہادر والی ناک مصطفی آباد عرفہ ام پور

آفتاب سپہر حشمت نے
تخت پر جب جلوس فرمایا
فرط بالیدگی سے وقت جلوس
پایہ عرش تخت نے پایا
عرشیوں نے کہا مبارک ہو
فرشیوں کے سروں پہ یہ سایا
سایہ اُس سایہ الہی کا
ابر رحمت کی طرح سے چھایا
تخت دولت پہ ماہ دولت نے
بہر ہو کر جلوس فرمایا
ہر کار نگ ہو گیا پھیکا
ماہ کامل ناک پہ پشترمایا
۳۴

مرآة الغیب

نذر کو آسمان در انجم
نور سے طور ہو گئی کوٹھی
طباق ماہتاب میں لایا
پر تو حسن نے یہ چمکایا
کیوں نہ خوش ہوں محمدی مشرب
عہد خلق محمدی آیا
اس سلیمان نے خلق سے اپنے
خاتم دل پہ نقش بٹھلایا
جی اٹھا جس سے چار باتیں کہیں
رنگ اعجاز تازہ دکھلایا
چھک گئے کسان بزم سوال
جام جو دو کرم جو چھلکایا
نئے سر سے جوان ہوا اقبال
نخل دولت مراد پر آیا
ہے یہ سر تاج تاجداروں کا
اس پر اللہ کا رہے سایا

دافتی ہے امیر سال جلوس
دور دور فلاح خلق آیا
۱۲۸۱ھ

ایضاً

خلق کی تقدیر حکمی وہ ہوئے مندریں
نور فیض کبریائی سے جو الامال ہیں
ڈھل گئی جو نور کے سانچے میں تاریخ اکبر
آفتاب آسمان دولت و اقبال ہیں
۱۲۸۱ھ

قطعہ تاریخ وفات جناب شیخ محمد حید الزناں صاحب سفیر دارالریاست

ملک رام پور

آں گرامی گوہر قدسی نفس
رحلت از دنیاے فانی چون نمود
گفت امیر سخت جان سال جیل
صاحب ایمان سراپا خیر بود
۱۲۸۹ھ

ایضاً

اللہ نے جو وصف عطا ان کو کئے تھے
وہ انہیں سکے ہیں قیاس بشری میں
۳۲۵

مرآۃ الغیب

رحمت کی آبرائی کہی میں نے یہ مانچ
یامد ملک تھے وہ لباس بشری میں
۱۲۸۹ھ

ترجیع بند

قاصد خوش خبر رحمت غفار آمد
بخت بیدار شد و دولت بیدار آمد
قطرہ زن آمد و یاد دست گہرا آمد
ہچو سیلاب بہاراں سوئے گلزار آمد
تند و پُرشور سیہ مست نہ کہسا آمد
میکشاں خردہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
ہر ریش اور ہی سامان نظر آتے ہیں
جان تازہ گل و شیرین سخن پاتے ہیں
جھومتے ہیں جو شیر سر دہوا کھاتے ہیں
رقص کرتے ہیں تو طاؤس یہ چلاتے ہیں
تند و پُرشور سیہ مست نہ کہسا آمد
میکشاں خردہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
گلستاں میں نئی ترکیب جو مجلس کی ہوئی
پھر ہوا سرد چلی و جہ بھی اُس کی ہوئی
تازہ امید گل دلالہ درگس کی ہوئی
نہیں معلوم یہ بقبول دعا کی ہوئی
تند و پُرشور سیہ مست نہ کہسا آمد
میکشاں خردہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
لو تماشاے گل و نیل و بہن کو چلو
دیکھئے شاہد مقصود کے جو بن کو چلو
سیر کا وقت ہو گردان کے دامن کو چلو
بیٹھنا گھر میں مناسب نہیں گلشن کو چلو
تند و پُرشور سیہ مست نہ کہسا آمد
میکشاں خردہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
کرتے ہیں مرغ چین شور گھٹا چھائی؟
ہر ریش ناچتے ہیں مور گھٹا چھائی؟
لطف برسات کا ہو زور گھٹا چھائی؟
صحن گلزار میں گھٹکھور گھٹا چھائی؟
۳۴۶

مرآة الغیب

تند پر شور سیہ مست ز کہسار آمد
میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
ز بنیتیں کی دکانوں کی خداداد ہوئیں اڑ چلیں بڑھیں ایسی کہ پر نہاد ہوئیں
خاطریں قید غم دہر سے آزاد ہوئیں بھٹیاں بادہ خروشوں کی پھر آباد ہوئیں
تند پر شور سیہ مست ز کہسار آمد

میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
تہنیت رعد نے چلا کے سنائی کیسی ہاں میں ہاں کہنے سے بجلی نے لائی کیسی
شکل امید مقرر نے دکھائی کیسی ملتی تمنا جو تھیں آج برائی کیسی
تند پر شور سیہ مست ز کہسار آمد

میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
تند اس طرح کا جیسے کسی محبوب کی خوشی شور ایسا کہ نہیں صبر سے کمتر سہو
دہ سیاحی کہ پریشان ہو جس سے کیسو کثرت ایسی کہ فلک کا بھی دبا ہے پہلو
تند پر شور سیہ مست ز کہسار آمد

میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
چاہیے دور سے تاب ہو چمانہ چلے خانقہ میں ہر جو زاہد سونے میخانہ چلے
مقدرت ہو کہ نہ ہو کام چلے یا نہ چلے زور جب تک کہ چلے بادہ مٹانہ چلے
تند پر شور سیہ مست ز کہسار آمد

میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
طرفہ اس ابر کی ہے زین فلک جلوہ گری ہم سمجھتے ہیں کہ پر کھول کے آئی ہری
زاہد خشاک بھی دکھیں گے تافاتی کشت امید ہوئی بادہ پستوں کی ہری
تند پر شور سیہ مست ز کہسار آمد

مرآة الغیب

میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
خشبک سال کے سبب قوطیڑ اٹھا گھر گھر
فصل خالق نے کیا کھل گئے اسید در کہہ دیر کا دل کیخوار دلو کہ وہیں یہ خبر
تند و پر شور و سیہ ست ز کہسار آمد

میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
رنج جو میں زردہ گز از نظر آئینے جتنے زہاد میں بخوار نظر آئیں گے
لالہ رو صاحب آزار نظر آئیں گے ز عفرال زار چمن زار نظر آئیں گے
تند و پر شور و سیہ ست ز کہسار آمد

میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
اب نہ یہ پتھر کہ احوال یہاں کا کیا ہو کر کے شکر یہ مقدور زباں کا کیا ہے
آگے کیا رنگ تھا اب تاناں یہاں کا کیا ہو یہ نصرت جو نہیں پیر خاں کا کیا ہے
تند و پر شور و سیہ ست ز کہسار آمد

میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد
جتنے میکش میں امیر آنکھوں زاد پہنچا دیں دعا کلب علی خان بہادر کو تمام
کہ انھیں کیلئے یہ نقش کے سماں میں ام فیض سے اُنکے سنا تا جو یہ نگاہ جام
تند و پر شور و سیہ ست ز کہسار آمد
میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

ترکیب بند در تہنیت عید الفطر

جبتاک کہ روز عید مسرت فزار ہے جبتاک کہ کبہ قبلہ اہل صفار ہے
۳۴

مرآة الغیب

جب تک کہ قبلہ مرجع خلق خدا ہے سجد جب تلک حرم کبریا ہے

قرباں ہو تجھ پہ عید سعادت خدا ہے

بالائے فرق سایہ بال ہمارے ہے

جب تک کہ جرم شمش و قمر میں ضیاء ہے جب تک فروغ زہرہ و نور سہا ہے

جب تک جہاں میں چار عناصر کی جارہو جب تک کہ خاک آتش و آب ہوا ہے

مغل زمین سپہ ترے زیر پار ہے

سدر پر دام سایہ دست خدا ہے

سجد و اہل شرع ہو جب تک خدا کا گھر جب تک نماز یونکے تھکیں مسجد نہیں سر

جب تک کہ مختلف رہیں محراب میں بشر جب تک وظیفہ خواں ہیں زباں ہر سحر

یار ب صف انام کا تو پیشوا ہے

آفاق مقتدیا ہے تو مقتدا ہے

جب تک کہ باغ دہریں پھولیں پھلیں شجر جب تک داغ و چشم کو دیں رنگ بو شجر

چمکے کھلیں نسیم سے جب تک کہ ہر سحر شبنم ہو گوش گل کیلئے جب تلک گہر

خدا ان گل مراد ہو فضل خدا ہے

گل مراد میں شرم دعا ہے

جب تک کہ بزم حسنہ فیض یاب ہو جب تک کہ ماہ آئینہ آفتاب ہو

جب تک صدف میں گوہر آفتاب ہو جب تک کہ سنگ معدن نعل خورشید ہو

ہر وقت درفش کف جو دستار ہے

اس ابر سے جہان چین دل کشا ہے

آباد جب تلک جہاں میں جہان علم جب تک کوئی زمین ہو کوئی آسمان علم

جب تک کہ در رسوں میں ہو جوش بیان علم جب تک کہ بحث علم میں طالبان علم

جاں بخش سامعین سخن جانفزا رہے
 طرز کلام عیسیٰ معجز نما رہے
 جب تک کہ فوج خیم پہ چو تیغ ہر تیز
 جب تک کہ ہمارے فصل خواں گریز
 اصناد اربوبہ میں رہو جہلک ستیز
 جب تک دلوں کو آب کرے خون ریز

فرق حسود و پرہیزگار ہے
 شمشیر تیرے عدل کی کشاکش ہے
 جب تک جہاں میں گردش میل ہمارے
 شب جب تلک کبھی بھی دن آشکار ہے
 جب تک کہ گرم سحر کی گرداں رہے
 کچھ بصر جب تلک کہ کچھ اختیار ہے
 دولت تری زیادہ ہو شہمت سوار ہے

اقبال حاضر و دور دولت سدا رہے
 جب تک کہ عشق گل سے ہو بلبل کے دیباغ
 پرداز جب تلک کہ رہے عاشق چراغ
 آشفہ عشق نہ رہے تا لبک کا داغ
 حار من پہ جان جن دلیر کی فدا رہے

دل دو جہاں کا بستہ زلف و دوتا رہے
 جب تک کہ کویم عدم کتہ دال کہیں
 جب تک کہ چاند چہرے کو روشن بیاں کہیں
 جب تک کہ نگاہ یار کو شاعر نساں کہیں
 امرو کو اور شرہ کو خند تلک و کماں کہیں
 مثل کمان نہ جو ترے آگے جھکا رہے
 اُس کا جگر نشا نہ تیر قضا رہے

جب تک صدف میں قطرہ نہیں گہرے
 تا آہن آبیاری پارس سے زربے
 جب تک ہرن کی نافی میں خون شاکت ہے
 جب تک کہ خیشہ رنگ سے گل سے شربے
 بوسے گل طرب سے داغ آشنا رہے

مرآة العیب

شیشہ شراب عیش سے دل کا بھرا رہے
جیتا کہلوستاں میں بگل گل میں رنگ بو
جیتا کہ صبا جہانیں پھرتی جو چار سو
صحت نصیب باغ جوانی ہر ارہے

اس بوستاں کی مقلد آب و سوار ہے
ایسا جہاں میں حکم کا سکہ بٹھا دیا
اس درجہ حنچ گو سرو سیر و ظلا دیا
خورشید کو دہ سب توڑے آگے سہا رہے

نام آوردوں کے نام رہے بھی تو کیا رہے
یار ہمیشہ دولت و حکمت زیادہ ہو
ہر روز زور و بازو سے قدرت زیادہ ہو
عالم ہو زیر حکم حکومت زیادہ ہو
حاصل ہر اک مراد ہو حاجی خدا رہے
ظہل رسول سائے مشککش رہے

جیتا کہ ہاتھ یانوں کو قوت نصیب ہو
جیتا کہ دل و دماغ کو طاقت نصیب ہو
کانوں کو جب تلک کہ سماعت نصیب ہو
آنکھوں کو جب تلک کہ بصارت نصیب ہو
جان و دل امیر کبھی پرہ قدر ہے
اسکو کسی سے کام نہ تیرے سوار ہے

تاریخ طبع سابق ازید سول خان مرقوم
کہاں ہیں موت و غائب کہاں ہیں ذوق نصیر
کہاں ہیں ناخ و آتش کہاں ہیں پیر
چھپا ہے طبع میں دیوان امیر احمد کا
تعلق دارندہ تلمیذ حضرت امیر شہور
کہیں زمانے میں جگہ نہیں شبیر و تلیک
۳۵۱

مراہ الغیب
 کہانیوں میں لکھنے کی مضامین کی ایسی کہ
 کہانیوں کی جوئی نگار اپنے تاریخ
 کہانیاں قلم نے طفیل فیض
 تاریخ طبع مال رزق خور یا کمال فشی بھگواندراں ضاعا علی اکمل
 ۱۲۹۰ھ
 سلمہ المتعال

عجب دیوان اعلیٰ مرآۃ الغیب
 بوقت طبع زیبا مرآۃ الغیب
 ۱۳۰۹ھ

ختم شد

CALL No. { ۱۹۱۶۴۳۱ } ACC. No. ۴۰۹۴۸
 AUTHOR امیر میثاقی
 TITLE مرآة الغیب

T150905

T110108

Date		No.	
۱۹۱۶۴۳۱		۴۰۹۴۸	
۱۹۱۶۴۳۱		۴۰۹۴۸	
Date		No.	
۱۹۱۶۴۳۱		۴۰۹۴۸	
۱۹۱۶۴۳۱		۴۰۹۴۸	
۱۹۱۶۴۳۱		۴۰۹۴۸	
۱۹۱۶۴۳۱		۴۰۹۴۸	
۱۹۱۶۴۳۱		۴۰۹۴۸	
۱۹۱۶۴۳۱		۴۰۹۴۸	
۱۹۱۶۴۳۱		۴۰۹۴۸	



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1/- per volume per day shall be charged for text-books and 10 P. per vol. per day for general books kept over-due.